احسن البیان

فی

تحقیق مسئلۃ الطوفان

یعنی

وہ دلچسپ رسالہ جس میں طوفان نوح کے عالمگیر ہونے اور نہ ہونے کی دلچسپ مفصل بحث
جو درمیان محمد مظہر الحق صاحب بیرسٹر ایٹ لا چھپرہ ضلع سارن اور جناب
مولنا مولوی عنایت رسول صاحب چریاکوٹی کے ہوئی جس میں فریقین
کے حمایتوں کے دلائل بھی موجود ہیں

جسکو

جناب مخدومی مکرمی مولنا مولوی محمد عبد الحق صاحب مرحوم مغفور ساکن اندر
ضلع سارن نے تالیف کیا

حسب فرمائش
منشی فضل الدین تاجر کتب قومی ۔ مالک اخبار اشاعت بازار کشمیری لاہور

مطبوعہ مصطفائی پریس لاہور

سنہ ۱۸۹۹ء

قیمت فی جلد ۱۲/

احسن البیان فی تحقیق مسئلة الطوفان

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی وفقنا لتحقیق مسئلة الطوفان۔ وحفظنا
من تقلید الذین زعموا ان التورٰیة الموجودة صحیحة لیس فیها
التحریف باعتبار تغییر اللفظ ولا باعتبار الزیادة والنقصان
وهدینا لابطال قول من طغیٰ قلمه فی هٰذین الامرین
العظیمی الشان۔ واغرقنا فی بحار معانی کتابه المتین المعجز
الواضح البیان جلی التبیان۔ والصلوٰة والسلام علی رسوله
بحر الجود والکرم یم العلوم والحکم محمد نبی اخر الزمان
الذی سهلت شریعته السهلة لنا العبور والمرور عن جمیع المشکلات
فی کل زمان ومکان۔ وعلیٰ اصحابه نجوم الهدیٰ من اقتدیٰ
بهم اهتدیٰ ومن خالفهم حار فی ورطات البدع والعصیان
وعلیٰ اٰله الذین هم کسفینة نوح من تخلف عنهم غرق
فی لجج الضلالة ومن رکبها نجی ووصل علی الساحل التصدیق
وعمران الاذعان۔ کتبه ابن انام محمد عبد الحق عفا عنا وعن اٰبائنا الرب الخلاق

سرسید احمد خان صاحب مرحوم مغفور کی بعض تصنیفات کی

فہرست

مجموعہ لکچرز سرسید احمد خان صاحب مرحوم مغفور

اس مجموعہ میں سرسید مرحوم مغفور کے کل لکچرز اور اسپیچیں مجنکے زمانہ سے لیکر آج تک یعنی سرسید کی رحلت تک جتنے ہیں سب جمع کئے گئے ہیں۔ اس مجموعہ کے شروع میں سرسید مرحوم کی وہ مقبول اور دلوں کو ہلا دینے والی دعائیں جو سید صاحب نے وقتاً فوقتاً خداوند تعالیٰ کی جناب میں مانگی ہیں اس مجموعہ کے شروع درج کردیگئی ہیں۔ دعائیں بہت ہی پُراثر اور مقبول ہیں۔ ان دعاؤں کے پڑھنے سے طبیعت فوراً اپنے مالک حقیقی واحد مطلق کی طرف نہایت انکساری سے رجوع ہوجاتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قیمت ۸ر

مرحوم سرسید کے ہفت سالہ اخلاقی و تمدنی و مذہبی مضامین متعلقہ تہذیب الاخلاق

سرسید مرحوم مغفور کے گذشتہ ہفت سالہ تہذیب الاخلاق کے مضامین جن کی قوم کو ازحد ضرورت تھی یعنی از ابتدائے ۱۲۸۷ ہجری لغایت ۱۲۹۳ ہجری چھپ کر تیار ہوگئے ہیں۔ اس میں سرسید کے وہ پرزور اور دلچسپ مضامین ہیں جن کے پڑھنے سے ایک قسم کی روشنی پیدا ہوتی ہے۔ تعداد میں یہ مضامین ایک کم سو ہیں۔ اخلاقی اور تمدنی مضامین کا مخزن ہیں۔ اسلامی مسائل سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے ایک کورس ہیں۔ مضامین نگاری کے لئے اتالیق۔ اردو لٹریچر کی جان۔ یہ وہی مضامین ہیں جنہوں نے سرسید کا بول بالا کیا۔ مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگایا۔ اسلام اور اسلامی ہمدردی کا سبق پڑھایا۔ ان مضامین کے مطالعہ سے آپ کو سرسید مرحوم کی محنت شاقہ کا نشان ملیگا کہ اس مرحوم نے قوم کی اصلاح کے لئے کیا کیا تکو دو کئے اور کس قدر مشکلات کا سامنا ہؤا۔ یہ تو پڑھنے سے روشن ہوجائیگا کہ قوم کو اس کتاب کی کہاں تک ضرورت ہے ۶۳۲ صفحے کی کتاب ہے ۔ ۔ ۔ قیمت لے

تفسیر القرآن جلد اول

یعنی تفسیر اردو سورۃ الفاتحہ و سورۃ البقر مصنفہ سرسید مرحوم مغفور۔ سرسید مرحوم تو ہم سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوگئے۔ لیکن یہ زندہ یادگار ہمیشہ کے لئے چھوڑ گئے جس سے قوم ہمیشہ مستفیض ہوتی رہیگی قیمت لے

احکام طعام اہل کتاب

مسلمانوں کو یہود اور نصاریٰ کے ساتھ کھانا کھانے کے واسطے اسلام کے احکام۔ اس میں سرسید مرحوم نے نہایت معتبر حدیثیں اور قرآن کریم کی پاک آیتیں جمع کرکے اسپر بحث کی ہے اور نہایت خوبی سے اس بات کو ثابت کیا ہے۔ قرآن پاک اور نبی عرب صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم نے ہمیں کیا تعلیم دی ہے ۔ قیمت ۶ر

طویل مضمون گورکھپور کے اخبار آلوقت مطبوعہ ۵ - فروری سنہ ۱۸۹۶ء میں طبع کرایا جس میں توریت سے صرف اس امر کے اثبات میں بہت زور دیا کہ طوفان نوحؑ کا عالمگیر ہونا بالکل سچّا واقعہ ہے اور حضرت مسیحؑ سے ۳۵۵۲ برس پیشتر یہ طوفان آیا تھا اس مضمون کے آخر میں مولنا نے ایک جدول بھی سنین طوفانی کا کتاب المقدس اور ملاخیم سے تحریر فرمایا ہے جس کو غلط کہنا تو گستاخی ہے لیکن اتنا عرض کئے بغیر میں نہیں رہ سکتا کہ جو شخص تھوڑی غور اور تحقیقات سے کام لیگا اُس پر خود اُس جدول کی صحت ظاہر ہو جاویگی اور اگر یہ سلسلہ قائم رہا تو انشاء اللہ تعالےٰ میں بھی کسی اپنی دوسری تحریر میں اُس کے پوست کندہ حالات کو دکھا دونگا - بالجملہ چونکہ واقعہ طوفان ایک تاریخی واقعہ ہے - اس لئے ہمارے قابل اور محقق عزیز مسٹر مظہر الحق اسکوائر بیرسٹر ایٹ لا سابق منصف صفی پور نے اس کی جانچ مورخانہ اصول پر کی اور ایک بسوط تحریر کی بنا ڈالی جو نہایت تحقیق اور غایت قابلیت و تہذیب سے مملو تھی اور جس کے کئی حصے کرکے پہلا حصہ آلوقت مطبوعہ ۱۹ - فروری سنہ ۱۸۹۶ء - اور دوسرا ۲۵ - مارچ سنہ ۱۸۹۶ء میں طبع کرایا - اس ناتمام تحریر کے ان دونو مطبوعہ حصّوں میں لائق بیرسٹر نے نہایت متانت و سنجیدگی سے بحث کی اور اس بات کو بکمال عمدگی پہلے ثابت کیا کہ حضرت مسیحؑ سے پانچ ہزار سال قبل تک کسی عالمگیر طوفان کا دنیا میں آنا تاریخ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا - بعدہ سائنس یعنی فزکس جیولوجی ذوولوجی اور انتھولوجی سے بھی اس کو ثابت کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا اور یہ بھی لکھا کہ توریت کا محرف ہونا خدا و رسول کے کلام سے بخوبی ظاہر ہے یہ تحریر ابھی ناتمام ہے اور تاریخ کے بعد صرف علم فزکس سے بحث ہوئی ہے - اس مضمون کے چھپنے کے بعد مولنا عنایت رسول صاحب تو انصاف پسندی کو راہ دیکر دم کھا رہے لیکن یہ تو معلوم ہے کہ ہمارے متعصب مسلمان بھائی بغیر مذہب کے ٹکر اٹھائے نوٹ ناگوارا نہیں کرتے اور ہر بات میں مذہب کو لے دوڑتے ہیں - پھر جبکہ ایک ایسا شخص جو ولایت کا تعلیم یافتہ ہو کچھ لکھے تو کیونکر ممکن تھا کہ وہ لوگ جنھوں نے تعصب بیجا کو جزو ایمان سمجھ رکھا ہے وہم بخود رہتے اور مذہب کی تیغ نہ لگاتے - لہذا مولنا کے ایک عزیز نے جن کا اسم مبارک مع لقب شریف قاضی محمود الحق ہے

ناظرین رسالۂ ہٰذا کی خدمات میں عرض کرتا ہے کہ میں نے اس رسالہ میں جناب مولٰنا مولوی عنایت رسول صاحب عباسی چریاکوٹی اور اُن کے معزز شاگردوں کے اُن مضامین کو جو اُن لوگوں نے طوفان نوح کے عالمگیر ہونے کے ثبوت میں (اِس بنیاد پر کہ یہ واقعہ توریت میں درج ہے اور توریت موجودہ غیر محرف ہے) چھپوائے ہیں اور عالیجناب مسٹر مظہرالحق اسکوائر بیرسٹر ایٹ لا اور حقیر الانام نے جو مضامین اُن لوگوں کے جواب میں لکھے ہیں اُن سب کو جمع کیا ہے۔ کیفیت اس کی یہ ہے کہ چند سال ہوئے جو شہر **نینوا** کے کھنڈر اور ٹیلے کھودے گئے تھے منجملہ اُن کے ایک ٹیلہ کے کھودنے سے اشیریانیپل کا (جو بادشاہ سنجریب کا پوتا اور اشیریا کے بہت بڑے بادشاہوں میں تھا اور جس کا عہد سلطنت حضرت مسیح ؑ سے چھ سو پچاس برس پیشتر تھا) ایک شاہی محل نکلا جس میں منجملہ اور قدیم چیزوں کے ایک کتب خانہ بھی تھا۔ اس میں جتنی کتابیں تھیں وہ مٹی کی پتلی پتلی اینٹوں پر مرقوم تھیں شاید اُس زمانہ میں ایسا ہی رواج رہا ہو۔ الغرض جہاں اس کتب خانہ میں بہت سی کتابیں ملیں وہاں گیارہ اینٹیں ایسی بھی پائی گئیں جن پر مسلسل ایک نظم کالڈیا زبان اور کالڈیا حروف یعنی کالڈیا کی تیسری زبان اکڈین میں کندہ ہے۔ جب یہ اینٹیں لنڈن میں لاکر پڑھی گئیں تو معلوم ہوا کہ ان پر ایک بہت بڑے طوفان کا قصہ درج ہے جس کو طوفان نوح تو نہیں کہہ سکتے لیکن قصہ بجنسہٖ وہی ہے صرف نام دوسرے ہیں۔ لنڈن کے اخبارات میں اس نظم کا ترجمہ انگریزی میں چھپا علماء یورپ نے اس پر اپنا یہ محققانہ خیال ظاہر کیا کہ یہ اینٹیں کم سے کم حضرت مسیح ؑ سے دو ہزار سال قبل کی ہیں۔ اور نظم اُس سے بھی پیشتر کی اور جس طرح طوفان نوح ؑ کا قصہ توریت میں درج ہے وہ محض ایک افسانہ ہے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ کبھی کوئی ایسا طوفان نہ آیا جس نے ساری دنیا و مافیہا کو غرق کر دیا ہو اور نہ ایسے طوفان کا آنا ممکن ہے ٭

ہمارے محقق اور مرحوم و مغفور ریفارمر یعنی آنریبل سر سید احمد خان بہادر کے تہذیب الاخلاق میں اُس کا بجنسہٖ اردو ترجمہ طبع ہوا۔ مولٰنا عنایت رسول صاحب نے جو ایک مقدس عالم اور زبان عبرانی کے اچھے ماہر ہیں اُس پر ایک

جو تتمہ سوالات کے طبع نہ ہونے کے حال سے آگاہ تھے مجھے مانع ہوئے اور کہا کہ
آزمودہ را آزمودن جہل است لیکن میں نے یہ خیال کر کے کہ جب اڈیٹر الوقت
ایک لائق اور آزاد خیال شخص کہا جاتا ہے اور ہمارے چند مضامین وہ طبع بھی
کر چکا ہے اور اُس کو دعوےٰ ہے کہ ہمارے اخبار کے کالم ہر علمی مضامین کے لئے
وقف ہیں تو کیونکر ممکن ہے کہ میرے مضامین طبع نہ ہوں) اُن لوگوں کی ایک نہ
مانی اور لالہ بنائک پرشاد کی تحریر کے جواب میں پھر ایک مضمون لکھا جس میں اُن کی
مذہبی کتابوں کے دلائل کے آٹھ لگے پڑے تھے۔ چونکہ یہ مضمون بہت بڑا تھا۔ لہذا
چار حصے کر کے ۲ - و ۷ - و ۱۴ و ۱۵ - نومبر ۱۸۹۶ء کو اور دوسرا مضمون جو
محمد ادریس کے جواب میں تھا اُس کے دو حصے کر کے ۱۷ و ۱۹ نومبر ۱۸۹۶ء کو مطبع
الوقت میں بھیجا۔ مگر افسوس ہے کہ طبع نہ ہوا۔ جب ان مضامین کے طبع ہونے میں زیادہ
دیر لگی تو میں نے ایک جوابی کارڈ اڈیٹر الوقت کو لکھا جس میں درخواست کی تھی کہ میرے
دونو مضامین ضرور چھاپے جاویں لیکن نہ تو جواب آیا نہ وہ مضامین چھپے۔ تب
مجبور ہو کر ۳ - جنوری ۱۸۹۷ء کو ایک اور کارڈ بطور ریمائنڈر کے لکھا۔ مگر ہماں آش
ورکاسہ تھوڑے دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ الوقت کی اشاعت بند ہو گئی ✦

چونکہ ہمارے اکثر معزز احباب نے عموماً اور برادر مکرم جناب مولوی عبدالاحد صاحب
متخلص بہ قدس تعلقہ دار پھرسا تار ضلع بلیا نے خصوصاً ان تمام مضامین کو بھیجا
کر کے ایک رسالہ ترتیب دینے پر مجبور کیا اور بار بار اصرار فرمایا لہذا امتثالاً للامر
میں نے یہ رسالہ مرتب کر کے **احسن البیان فی تحقیق مسئلۃ الطوفان**
نام رکھا خداوند عالم سے امید ہے کہ وہ اس کو مقبول انام و موجب نفع خواص عام
فرماوے گا ✦

مجھے نہایت افسوس ہے کہ پیرس صاحب کی عدیم الفرصتی نے ان کو اپنی
بیش بہا تحریر کے پورا کرنے کی اجازت نہ دی۔ لیکن میں ناظرین کو یقین دلاتا ہوں
کہ میں کوشش کر کے ضرور اُن سے اس ناتمام تحریر کو پوری کراؤنگا اور بوقت
سکنڈ اڈیشن کے اسی رسالہ یا کسی اور رسالہ میں جو اسی بیان میں ہوگا درج
کرونگا۔ انشاءاللہ تعالیٰ ✦

طوفان نوح بالکل خشک سالی ہے" میں نے اس کا بھی جواب دیا اس جواب میں جو کچھ میں نے لکھا تھا وہ لالہ صاحب کی مذہبی کتابوں سے تھا۔ اس اثنا میں ہیرسٹر صاحب کی تحریر کا دوسرا حصہ ۲۵۔ مارچ کے آلوقت میں طبع ہُوا قاضی صاحب نے اپنی عادت کے مطابق اس کا بھی ویسا ہی خلاف بحث جواب دیا اور اکثر باتیں ایسی لکھیں جو قرآن و حدیث و تفسیر و جمیع علما اسلام اور اُن کے اُستاد مولوی عنایت رسول صاحب بلکہ خود اُن کی تحریر سابق کے بھی بالکل خلاف تھیں پہلے تو میرا ارادہ ہُوا کہ اس تحریر کا بھی ایک مُدلل جواب دوں۔ مگر پھر سوچا کہ پہلے قاضی صاحب کو پابند کرلینا چاہیئے۔ لہٰذا میں نے اُن سے ۱۵۔ سوالات کیئے جو ۲۱۔ اکتوبر ۱۸۹۶ء کے الوقت میں طبع ہو گئے ہیں لیکن اُنہوں نے اُن کا جواب نہ دیا۔ جب یہ سوالات طبع ہو گئے اور میں نے غور کیا تو معلوم ہُوا کہ چند ضروری سوالات سہوًا معرض تحریر میں نہ آسکے۔ لہٰذا میں نے اُن کا تتمہ ۲۷۔ اکتوبر ۱۸۹۶ء کو مطبع آلوقت میں بھیجا جس کو اڈیٹر اخبار الوقت نے شاید کسی سفارش کے اثر سے طبع نہ کیا۔ میں اپنے اس رسالہ میں جہاں اُن آٹھ سوالات کو نقل کرونگا وہاں سوالات تتمہ کو بھی اُنہیں نمبروں کے سلسلہ میں لکھ دونگا۔ جب قاضی صاحب نے دیکھا کہ نہ تو الفاظ قرآنی سے طوفان نوح کا عالمگیر ہونا ثابت ہو سکتا نہ تمام علماء اسلام کا اتفاق اس پر ثابت کیا جا سکتا اور نہ دلائل تحریف لفظی توریت کا کوئی معقول جواب دیا جا سکتا تو اُنہوں نے بھی اپنے مقدس اُستاد کی پیروی کی اور طرفا ہرا۔ من سکت نجی پر عمل کیا۔ مگر ایک اور شخص نے جن کا نام محمد تمد ادریس ہے اور جو اپنے کو مولوی عنایت رسول صاحب کا شاگرد بھی لکھتے ہیں۔ از خود یا قاضی صاحب وغیرہ کے مشورہ سے ۱۱۔ نومبر ۱۸۹۶ء کے الوقت میں ایک مضمون بجواب میری پہلی تحریر کے طبع کرایا۔ یہ مضمون میری اُس پوری تحریر کے (جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) جواب میں نہ تھا۔ بلکہ تحریف توریت پر جو کچھ میں نے لکھا تھا اُس میں سے فقط تین دلائل کے رد میں تھا۔ اور دوسرا مضمون لالہ نانک پرشاد کا بجواب میری تحریر مذکورہ بالا کے پھر طبع ہُوا۔ اگرچہ میرے احباب میں وہ حضرات

پہلا باب

کالڈیا کی نظم میں طوفان کا ذکر

کالڈیا کے کھنڈرات جب کھودے گئے تو اُس میں سے قدیم چیزیں بہت سے بُت اور مکانات وغیرہ نکلے ہیں۔ انہیں کھنڈرات میں سے بہت سی اینٹیں نکلی ہیں جن پر کالڈی حرفوں اور کالڈی زبان میں بہت کچھ لکھا ہوا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے وہ اینٹیں بنائی گئیں اور اُن پر جو لکھنا تھا وہ لکھا۔ اور پھر اُن کو آگ میں پکا لیا۔ یہ اینٹیں نینوا کے کھنڈرات میں سے ملی ہیں اور لنڈن کے برٹش میوزیم میں موجود ہیں ان اینٹوں پر ایک نظم کندہ ہے اور گیارہ اینٹیں جو نکلی ہیں اُن پر مسلسل وہ نظم چلی جاتی ہے مگر نظم کے سلسلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بارہ اینٹیں تھیں اُن میں سے ایک اینٹ نہیں ملی۔ مسٹر جارج اسمتھ نے ۱۸۷۲ء میں اُن اینٹوں پر جو کچھ لکھا ہوا تھا اُس کو پڑھا اور مطابق سلسلہ نظم کے جو گیارھویں اینٹ ہے اُس پر طوفان کا قصہ اس طرح لکھا ہے:۔

مضمون طوفان نظم میں جو گیارھویں اینٹ پر کندہ ہے

ہسی سادرا (صبح کا سورج) اپنی اولاد کے سوال کے جواب میں اس طرح اپنا بیان شروع کرتا ہے۔ اے ازدوبارا (آگ کا ڈھیر) میں تجھ کو بتلاؤں گا کہ میں طوفان سے کس طرح بچایا گیا تھا اور نیز بڑے خداؤں کا حکم ہے تجھ کو بتلاؤں گا۔ تو شہر سُیرپاک کو جو دریائے فرات کے پاس ہے جانتا ہے۔ یہ شہر بہت قدیم تھا۔ جب کہ خداؤں کے دلوں میں اس بات کی تحریک ہوئی کہ ایک بڑے طوفان کا حکم دیں اُن سب کے دلوں میں اُن کے باپ آنو کے دل میں اُن کے مشیر بِل جنگجو کے دل میں

اس رسالہ میں تین باب ہیں اور خاتمہ

پہلے باب میں جناب مولوی عنایت رسول صاحب کا مضمون بعدازاں بیرسٹر صاحب کی تحریر کا حصۂ اوّل۔ اُس کے بعد قاضی محمود الحق کا مضمون پھر اُس کے جواب میں جو آرٹیکل میں نے لکھا وہ۔ بعدہٗ اُس کے بعض دلائل کے رد میں محمد ادریس نے جو کچھ لکھا وہ۔ پھر اس کا جواب جو میں نے لکھا وہ سب نقل ہوگا*

دوسرے باب میں اول بیرسٹر صاحب کی تحریر کا دوسرا حصہ۔ بعدہٗ قاضی محمود الحق کا مضمون پھر اُس پر جو سوالات میں نے کئے ہیں وہ نقل کرونگا*

تیسرے باب میں پہلے لالہ بنائک پرشاد کا مضمون زاں بعد میں نے جو مضمون اُس کے جواب میں لکھا وہ۔ پھر اُس کے رد میں لالہ صاحب کی جو تحریر چھپی وہ۔ اُس کے بعد پھر میں نے اُس کی تردید میں جو ایک مدلل اور مبسوط آرٹکل لکھا وہ نقل کرونگا

خاتمہ میں ایک سوال اور اُس کے جواب کی نقل ہوگی*

کو تھا میں بہت ہی خوف زدہ تھا۔ تاہم میں جہاز میں داخل ہوا اور اپنے پیچھے دروازہ بند کر لیا تاکہ جہاز بند ہو جائے
اور میں نے بڑے جہاز کو مع اُس کے لدے ہوئے تمام اسباب کے پتواری کے
سپرد کیا۔ تب ایک بڑا سیاہ بادل آسمان کی گہرائی سے اُٹھتا ہے۔ اور رمّان اُس کے
بیچ میں گرجتا ہے اور اس اثنا میں نی بو (عطارد) اور نرگال (مریخ) ایک دوسرے
کے مقابل میں آتے ہیں۔ اور تخت بردار پہاڑوں گھاٹیوں پر پھرتے ہیں زبردست
خدا آتا کا آندھیوں کو کھول دیتا ہے۔ ننیب نہروں میں طغیانیوں کو برابر جاری کر دیتا ہے
اور انگی زمین کی گہرائی سے سیلابوں کو اوپر لاتی ہے اور اُن کی شدت سے زمین
لرزتی ہے۔ رمّان کے پانیوں کا مجمع آسمان تک بلند ہوتا ہے روشنی تاریکی سے بدل جاتی
ہے۔ ابتری اور تباہی سے زمین بھر جاتی ہے۔ بھائی بھائی کا خیال نہیں کرتا۔ اور
آدمی ایک دوسرے کا خیال نہیں کرتے آسمانوں میں خدایان بھی ڈرے
ہوئے ہیں اور آنو کے سب سے اعلےٰ آسمان میں پناہ لیتے ہیں اور جس طرح کُتا
اپنے بھٹ میں اُسی طرح خدایان آسمان کے کٹہرے کے پاس دبک جاتے
ہیں۔ اشتر (زہرہ) رنج میں چلاتی ہے۔ دیکھو سب کچھ کیچڑ ہو گیا جیسا کہ میں نے
خداؤں سے پیشین گوئی کی تھی۔ میں نے اس تباہی اور اپنی انسان مخلوقات کی
بربادی کی پیشین گوئی کر دی تھی۔ لیکن میں اُن کو اس لئے نہیں پیدا کرتی۔ کہ
وہ سمندروں کو مچھلیوں کی جھول طرح بھر دیں تب خدایان اُس کے
ساتھ روئے اور ایک جگہ پر روتے پیٹتے بیٹھے چھ دن اور سات راتوں تک
ہوا اور طغیانی اور طوفان نہایت زور شور پر رہا۔ لیکن ساتویں دن کے طلوع
ہونے پر طوفان کم ہوا۔ اور پانیوں نے جو مثل عظیم الشان فوج کے لڑ رہے تھے
اپنا زور کم کیا۔ سمندر پسپا ہوا اور طوفان اور طغیانی دونو بند ہوئے۔ میں سمندر
میں اِدھر اُدھر جہاز کو چلاتا رہا۔ اس بات پر زاری کرتا ہوا کہ آدمیوں کے گھر
کیچڑ ہو گئے۔ لاشیں لکڑیوں کے ٹکڑوں کی طرح اِدھر اُدھر بہہ رہی تھیں میں نے
ایک سوراخ کو کھولا اور جب دن کی روشنی میرے چہرے پر پڑی تو میں کانپنے لگا
اور بیٹھ گیا اور رونے لگا۔ جہاز زمین نزیر کی طرف چلا اور نزیر کے پہاڑ نے جہاز
کو مضبوط پکڑ لیا۔ اور اُس کو جانے نہیں دیا۔ اسی طرح پہلا دن اور دوسرا دن اور تیسرا دن

اُنکو تخت پر از نیب اور اُن کے پیشوا اتوگی کے دل میں لا انتہا عقل کا مالک یعنی خدا ایا آ
اُن کے ساتھ تھا اور اُسی نے مجھ کو خداؤں کا فیصلہ بتایا اُسی نے یعنی ایآ نے کہا کہ
سُن اور تو جو کہ شُرپاک کے آدمی اوبار لو توکے بیٹے اپنے گھر کے باہر جا۔ اور اپنے
لئے ایک جہاز بنا۔ اُنہوں نے یعنی خداؤں نے ارادہ کرلیا ہے زندگی کے بیج
کے تباہ کرنے پر لیکن تو اس کو بچا اور ہر قسم کی جان کا بیج جہاز میں لا جو جہاز تو
بنائیگا اُس کو اتنا طول میں ہونا چاہئے اور اتنا عرض و بلندی میں (ہندسہ طول و عرض
و بلندی کے مٹ گئے) اور اُس کو تختوں سے ڈھانک دے۔ جب میں نے یہ سُنا
تو میں نے اپنے خداوند ایا سے کہا کہ اگر میں جہاز بناؤں جیسا کہ تو مجھ کو حکم دیتا ہے
تو اے خداوند لوگ اور اُن کے بڑے بوڑھے مجھ پر ہنسینگے۔ لیکن ایا نے اپنے ہونٹ ایک
دفعہ اور کھولے اور مجھ اپنے نوکر سے بولا آدمیوں نے میرے خلاف بغاوت کی ہے
اور میں اُن کا انصاف کرونگا۔ اعلےٰ و ادنےٰ سب کا۔ لیکن تو جہاز کا دروازہ
بند کر دیجیو۔ جب وقت آئے اور میں تجھ کو بتلا دونگا۔ تب جہاز میں داخل ہو اور
اُس میں اناج کا ذخیرہ لا۔ اپنا تمام اسباب گھر بار کے لوگ اپنے مرد نوکر اور عورت
نوکر اور اپنے قریب کے رشتہ دار میدان کے مویشی اور میدان کے جنگلی جانوروں
کو میں خود تیرے پاس بھیجدونگا تاکہ وہ تیرے دروازہ کے پیچھے محفوظ رہیں۔
تب میں نے جہاز بنایا اور کھانے پینے کی چیزوں کو اس میں ذخیرہ کیا۔ اور میں نے
اندر کے حصہ کو (کمروں کی تعداد کے ہندسہ مٹ گئے) کمروں میں تقسیم کیا اور
دروازوں کو دیکھا اور اُن کو بھر دیا۔ میں نے اُس کی بیرونی سطح پر اور اُس کے
اندر کی طرف روغن قیر ملدیا۔ اور جو کچھ کہ میرے پاس تھا وہ میں نے فراہم کیا۔
اور اس کو جہاز میں بھر دیا۔ جو کچھ میرے پاس لانے کا تھا یا چاندی کا تھا۔ اور
قسم کے جانور کا بیج تمام اپنے مرد نوکر اور عورت نوکر اور میدان کے مویشی اور میدان
جنگلی جانور اور اپنے نہایت قریب کے دوست۔ اور جبکہ شمش (آفتاب)
مقررہ وقت کو لایا تو ایک آواز نے مجھ سے کہا کہ آج شام کو آسمان تباہی برسا وینگے اسلئے تو جہاز میں
چلا جا اور اپنا دروازہ بند کر لے مقررہ آگیا ہے۔ آواز نے کہا آج شام کو آسمان تباہی برسائینگے۔
پھر اُس دن کے سورج کے غروب ہونے سے مجھ کو بہت ہی ڈر لگا جس دن کہ میں اپنا سفر دریائی شروع کرنے

اچھا خیال رکھے۔ تاکہ وہ حفاظت سے رہے۔ اور بجائے ایک اور طوفان لانے کے شیر تکو اور بھیڑیوں کو آنے دے اور اُن آدمیوں کی تعداد میں سے لیجانے دے۔ قحط بھیج زمین کے ویران کرنے کے لیئے۔ یا وبا کے خدا کو اجازت دے کہ آدمیونکو گرا دے میں نے ہسی ساور اکو بڑے خداؤں کا فیصلہ بتلایا نہیں تھا۔ میں نے تو صرف ایک خواب اُس پاس بھیجا تھا اور وہ اُس خواب کو سمجھ کر خبردار ہو گیا۔ تب بیل اپنی ہوش میں آیا اور وہ جہاز میں داخل ہُوا۔ میرا ہاتھ پکڑا اور مجھ کو اوپر اُٹھایا۔ اُس نے میری بی بی کو بھی اُٹھایا۔ اور اُس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں رکھا۔ پھر وہ ہماری طرف مُڑا۔ اور ہم دونو کے بیچ میں کھڑا ہو گیا۔ اور یہ دعا ہم کو دی۔ اب تک تو ہسی ساور اصرف انسان تھا۔ لیکن اب وہ مع اپنی بی بی کے خداؤں کے برابر بلند رتبہ کر دیا جائیگا۔ وہ یعنی ہسی ساور اُدور دراز زمین میں دریاؤں کے دہانے کے پاس رہیگا۔ پھر انہوں نے یعنی خداؤں نے مجھ کو لیا۔ اور مجھ کو ایک دُور دراز زمین میں دریاؤں کے دہانے کے پاس منتقل کر دیا۔ انتہٰے +

اِس قصہ پر یورپ کے عالموں کے خیالات

یورپ کے عالموں کا خیال ہے کہ یہ نظم کم سے کم دو ہزار برس پیشتر حضرت مسیح کے ہے یعنی ۲۰۰۰ء دنیوی کے۔ وہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ قصہ کوئی اصلی قصہ نہیں ہے۔ بلکہ صرف فرضی قصہ ہے۔ منطقۃ البروج کے بارہ برجوں میں جب آفتاب دورہ کرتا ہے اور ہر ایک برج میں آفتاب کے جانے سے موسم کا جو حال ہوتا ہے اُسی کے مناسب استعارہ میں اُس برج کا نام رکھا گیا ہے۔ اور اُسی کے مناسب اُس برج کی صورت قرار دی ہے۔ پس یہ فرضی قصہ ہے آفتاب کی گردش کا۔ اور اُسی موسم میں تغیر ہونے کا۔ جب کہ وہ گیارھویں برج یعنی دلو میں ہوتا ہے۔ انتہیٰ +

واضح ہو کہ برج دلو کی صورت آسمان پر بلحاظ اُن ستاروں کو جو اُس مقام پر ہیں اس طرح پر قرار دی ہے کہ ایک آدمی گھٹنے جھکائے کھڑا ہے اُسکو ایک ہاتھ میں اوندھا ڈول ہے اور بہت سا پانی اونڈیل رہا ہے۔ جس سے

اور چوتھا دن اور پانچواں دن اور چھٹا دن بھی گذرا۔ ساتویں دن کے طلوع ہونے پر میں نے ایک فاختہ لی اور اُس کو باہر بھیجا۔ فاختہ اِدھر اُدھر باہر گئی لیکن کوئی قیام کی جگہ اُس کو نہیں ملی اور واپس آئی۔ پھر میں نے ایک ابابیل لی اور اُس کو باہر بھیجا۔ ابابیل اِدھر اُدھر باہر گئی۔ لیکن کوئی قیام کی جگہ نہیں پائی اور واپس آئی۔ پھر میں نے ایک کوّا لیا اور اُس کو باہر بھیجا۔ کوّا باہر گیا اور جب اُس نے دیکھا کہ پانی کم ہوگیا ہے تو پھر قریب آیا پانی میں احتیاط سے تیرتا ہوا۔ لیکن واپس نہیں آیا۔ تب میں نے تمام جانوروں کو باہر چھوڑ دیا۔ آسمان کی ہواؤں کی چاروں طرف۔ اور قربانی چڑھائی۔ پہاڑ کی سب سے اونچی چوٹی پر میں نے قربان گاہ بنایا اور پاک برتنوں کو سات سات کرکے اس پر رکھا اور نرسل بچھایا اور سدر درخت کی لکڑی اور میٹھی نباتات نرسل کے نیچے رکھی۔ خداؤں نے بُو سونگھی۔ خداؤں نے میٹھی خوشبو سونگھی اور مکھیوں کی طرح قربانی کے گرد جمع ہوگئے۔ جب خدائی اشتر۔ آئی تو اُس نے بلندی پر اپنے باپ آنو کی بڑی کمانیں پھیلا دیں اور کہا کہ مجھ کو اپنی گردن کی ہیکل کی قسم ہے کہ میں ان دنوں کا خیال رکھوں گی اور اُن کی یاد کو کبھی نہ بھلاؤں گی۔ تمام خدایان قربان گاہ پر آویں۔ صرف بیل نہیں آئیگا۔ کیونکہ اُس نے اپنے غصہ کو ضبط نہیں کیا اور طوفان برپا کیا اور میرے آدمیوں کو تباہی کے سپرد کیا اس کے بعد جب بیل قریب آیا اور جہاز کو دیکھا تو بہت ہی بے چین ہوا اور خداؤں اور آسمان کے روحوں کے خلاف بیل کے دل میں غصہ بھر گیا۔ اور وہ چلایا کہ ایک جان بھی نہیں بچیگی۔ ایک آدمی بھی تباہی سے زندہ بچ کر نہیں نکلیگا۔ تب خدا نینب نے اپنے ہونٹ کھولے اور جنگجو بیل سے مخاطب ہوکر کہا کہ سوا ہے اِیاؔ کے اور کون کر سکتا تھا۔ اِیاؔ کو معلوم تھا اور اُس نے اس کو یعنی ہسیساورا کو ہر ایک چیز بتلا دی تھی تب اِیاؔ نے اپنے ہونٹ کھولے اور جنگجو بیل سے مخاطب ہوکر کہا۔ تو خداؤں کا زبردست سردار ہے۔ لیکن اس طرح بھی بے سمجھے بُوجھے تو نے کیوں کام کیا اور طوفان برپا کیا۔ گناہگار اپنے گناہ کی سزا پاوے اور بدکار اپنی بدکاری کی۔ لیکن اس آدمی پر مہربان ہو کہ وہ تباہ نہ کیا جاوے اور اُس کی طرف

اور ملاحیم یعنی سلاطین سے مرتب کرکے نقل کردیتے ہیں جس سے اہل نظر حساب کرلینگے
فقط۔ اب رہا یہ امر کہ طوفان کا قصہ واقعی نہیں ہے اور اینٹ پر جو کندہ ہے اُس میں
بیان اُن تغیرات موسم کا ہے جو آفتاب کے بُرج دلو میں ہونے سے عراق میں
حادث ہوتا ہے۔ یعنی جب آفتاب بُرج دلو میں ہوتا ہے تو کالڈیا میں بکثرت بارش
ہوتی ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں اور بکثرت بارش اور ہے اور طوفان اور جو کندہ
ہے اُسے اس تاویل سے کوئی مناسبت نہیں یہ تحقیق ہے کبار علماء یورپ کی۔
جو اس زمانہ میں فلاسفہ شمار ہوتے ہیں۔ اب ہم ایک بات اور باختصار تمام لکھدیتے
ہیں علم النجوم میں یہ مقرر ہے کہ اگر قرانِ اعظم علویین اول حمل میں ہو اور جملہ کواکب
سیارہ وہاں مجتمع ہوں اور ہو مدبر قمر یا مشتری تو بڑا طوفان ہوتا ہے جس سے اکثر معمورات
غرق ہوجاتے ہیں اور اگر انتہاے نیر اعظم کسی بُرج آبی میں زحل یا مریخ کی حد میں ہوتا
ہے اور سبعہ سیارہ اُس میں جمع ہوتے ہیں اُس وقت بھی ایسا ہی طوفان ہوتا ہے
جب یہ معلوم ہوا تو کہتے ہیں کہ اینٹ پر جو کتبہ ہے اُس میں فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ اُس میں بیان ہے اُس وضع فلکی کا جو طوفان نوح کے وقت میں تھی لیکن جو کندہ
کرنے والے کواکب پرست تھے تو سیارات کو دیوتا کرکے لکھا ہے اور چونکہ یہ روایت
حام بن نوح تک منتہی ہوتی ہے جو طوفان کے وقت کشتی میں موجود تھے لہذا در بارہ
وضع فلکی معتبر ہوگی۔ ہاں قصہ طوفان میں کسی قدر فرق ہوگیا ہے۔ اس سے بھی قصہ طوفان
صحیح و ثابت ٹھیرتا ہے۔ نہ افسانہ و اسماء اللیل۔ دیکھو بیل کلدی میں نام ہے مشتری کا
چونکہ یہ کواکب سعد ہے اس لئے بیل شہر اخیر سلاطین عراق کا نام اس سے مصدر رہے
دانیال نبی کو اسی کے وقت میں خواب ہوا تھا۔ نبیو نام ہے عطارد کا نبیو خذ نصار نام
بخت نصر اسی کوکب سے شروع ہے یعنی خادم عطارد اس کوکب کی پرستش عراق میں بہت
ہوتی ہے۔ چنانچہ تابی خادم عطارد کو کہتے تھے اور سمجھتے تھے کہ عطارد اُس خادم کی طرف
الہام کرتا ہے۔ منجمین حکمت و تفکر کو اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ہنود اسکی
روحانیت کو سرو ستی کہتے ہیں۔ عِشتَر نام ہے زہرہ کا۔ نیرگل نام ہے مریخ کا عبرانی
و سُریانی میں جو انگریزی تصرفات سے نرگال ہوگیا۔ اور شمش شمس کو کہتے ہیں۔ اُنو
نام ہے زحل کا وہ انگریزی تصرفات سے آنو ہوگیا۔ آنو اور شنیب دو دیوتاؤں میں

روایت طوفان کو اُن بُت پرستوں نے اپنے ڈھنگ پر بنائی۔ شدہ شدہ کسی شاعر نے اسے اُس طور پر نظم کر دیا۔ جو اینٹوں پر کندہ ہے۔ پس اُس نظم سے جس کا نہ سر ہے نہ پاؤں توریت پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ علماء یورپ جو تجویز کرتے ہیں کہ یہ تحریر دو ہزار برس پہلے حضرت مسیح کے ہے۔ اس پر کوئی دلیل نہیں۔ یورپ کی بے دلیل تجویز کو کون مانتا ہے۔ سنہ طوفانی اولادِ نوح میں بخوبی جاری تھا اور اکثر بلاد میں شائع۔ لیکن اُس کی دو روایتیں تھیں۔ ایک روایت طوفان کی اولاد سام میں اور دوسری اولاد حام میں۔ اولاد حام روحانیات کی پرستش کرتے تھے اس لئے ان میں ریاضی و نجوم خوب مروج تھا۔ حام کی اولاد میں جو روایت طوفان کی تھی۔ اہل زیچ نے اُسے اختیار کی چنانچہ تقاویم میں وہ سنہ لکھا جاتا ہے۔ اُس حساب سے سنہ ۲۸۰۴ طوفانی میں جلوس بخت نصر ہے۔ جلوس بخت نصر سے سنہ اس کا جاری ہؤا۔ جو سنہ قبطی کہلاتا ہے سنہ ۴۳۶ قبطی مطابق سنہ ۳۲۲۴ طوفانی میں جلوس اسکندر رومی ہؤا۔ اُس وقت تحویل آفتاب بُرج میزان میں تھی۔ سنہ ۳۱۲ رومی مطابق سنہ ۸۴۷ قبطی مطابق سنہ ۳۵۵۲ طوفانی میں تولد حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا ہے اُس وقت تحویل آفتاب بُرج جدی میں تھی۔ اِس سے معلوم ہؤا کہ حضرت عیسےٰ ع کا تولد ۳ ہزار ۵ سو ۵۲ برس بعد طوفان کے ہے اور یہ نظم دو ہزار برس پیشتر حضرت مسیح کی ہے۔ تو یہ تحریر سنہ ۱۵۵۲ طوفانی ہو گی دوسری روایت طوفان کی سام کی اولاد میں تھی۔ اُس روایت بموجب تولد حضرت عیسےٰ ع سنہ ۳۱۲ رومی مطابق سنہ ۸۴۷ قبطیہ مطابق سنہ ۲۷۲۴ طوفانی میں ہؤا۔ اس سے دو ہزار برس پہلے سنہ ۷۲۴ طوفانی تھا کہ وہ زمانہ بنی اسرائیل کے مصریوں کی قید میں ہونے کا ہے۔ تب اُن کو نینوے کے لوگوں سے خلط کا کوئی موقع نہ تھا۔ کہ انہوں نے طوفان کی روایت اُن سے اخذ کی سنہ ۵۰۱ طوفانی میں بنی اسرائیل مصر سے فرعون کی قید سے نکلے اور ۴۰ برس ارض لبنان میں رہے اس وقت میں بھی کوئی صورت خلط و اختلاط عراقیوں سے نہ تھی۔ اگر خلط ہؤا ہو گا تو بعد موسےٰ علیہ السلام کے ہؤا ہو گا۔ جب توریت پورا ہو چکا تھا جس میں طوفان کا بیان بصراحت ہے۔ لہذا یہ خیال کہ یہودیوں نے طوفان کا افسانہ کلدانیوں سے لیا ہے بالکل غلط ہے۔ ایک نقشہ سنہ طوفانی کا ہم توریت

اسامی	سنہ ولادت	سنہ وفات	ہجرت	نکاح	خروج	کیفیت
اسحٰق علیہ السلام	۳۹۳ طوفانی	۵۷۳ طوفانی	×	۴۳۳	×	×
یعقوب علیہ السلام	۴۵۳ "	۶۰۰ "	بمصر ۵۸۳	×	×	سلہ قیام یعقوب ع بمصر ۱۷ سال
یوسف علیہ السلام	۵۴۷ "	۶۵۷ "	×	×	×	×
موسیٰ علیہ السلام	۹۷۸ "	۱۰۹۸ "	×	×	×	سلہ نبوت حضرت موسیٰ علیہ السلام ۱۰۵۸ طوفانی
سلیمان بن داؤد علیہ السلام	×	۱۵۹۳ "	×	×	×	×
عیسیٰ علیہ السلام	۳۱۲ رومی مطابق ۸۴۷ قبطیہ مطابق ۲۷۲۴ طوفانی		×	×	×	×
آغاز تعمیر بیت المقدس	۱۵۲۷ طوفانی	×	×	×	×	×
اتمام تعمیر بیت المقدس	۱۵۴۴ "	×	×	×	×	×
جلوس بخت نصر	۱۹۷۸ "	×	×	×	×	×
جلوس اسکندر رومی	۴۰۶ قبطیہ مطابق ۲۴۱۲ طوفانی		×	×	×	×

الجھول الآسی عنایت رسول عباسی

نوٹ۔ ناظرین پر واضح ہو کہ میں نے مولنا عنایت رسول صاحب کا مضمون مندرجہ بالا ۵۔ فروری ۱۸۹۹ء کے اخبار الوقت بجنسہٖ نقل کر دیا ہے اگر کوئی لفظ یا جملہ اس میں پڑھا نجا سکے یا غلط معلوم ہو تو مجھے معذور تصور فرماویں ۔ محمد عبد الحق ۔

میں ایک قمر ہوگا اور ایک برج آبی۔ پس نتیجہ یہ ہوا کہ سبعہ سیارہ برج آبی میں جمع تھے اور مدبر مشتری تھا۔ چونکہ یہ وضع مقتضی طوفان تھی۔ اس لئے کہتا ہے کہ سب دیوتاؤں کے دل میں تحریک بڑے طوفان کی ہوئی۔ چونکہ زحل جملہ سیارات کے اوپر ہے اور اس کا فلک اُن کے افلاک کو محیط ہے اس لئے اُسے اُن سب کا باپ کہتا ہے الغرض حاصل اس کتبہ کا یہی ہے کہ جب سبعہ سیارہ برج آبی میں جمع ہوئے اور یہی وضع مقتضی طوفان ہے تو خدا نے کشتی بنا کے جاندار کے بچانے کی تدبیر الہام کی اس سے نوح کے قصہ کا افسانہ ہونا کیونکر نکلتا ہے۔ منجمین بالاتفاق کہتے ہیں کہ طوفان کے وقت ہیں سبعہ سیارہ برج آبی میں تھے فقط۔ ذنب برج ہوائی ہے آبی نہیں ہے۔ فقط اگر وہ اینٹیں ہمارے سامنے ہوتیں تو ہم زیادہ بیان کرتے ❊

جدول سنین از کتاب مقدس و ملاخیم یعنی سلاطین

اسامی	سنہ ولادت	سنہ وفات	ہجرت	نکاح	خروج	کیفیت
ارفکشد	۳ طوفانی	۴۴۱ طوفانی	×	×	×	×
شیلح	۳۸ ”	۴۷۱ ”	×	×	×	×
عیبر	۶۸ ”	۵۳۲ ”	×	×	×	×
فلنج	۱۰۲ ”	۳۴۱ ”	×	×	×	×
رعو	۱۳۲ ”	۳۷۱ ”	×	×	×	×
سیروغ	۱۶۴ ”	۳۹۴ ”	×	×	×	×
ناحور	۱۹۴ ”	۳۴۲ ”	×	×	×	×
تیرح	۲۲۳ ”	۴۲۸ ”	×	×	×	×
ابراہیم علیہ السلام[1]	۲۹۳ ”	۴۶۸ ”	از خاران ۳۶۸ طوفانی	از ہاجرہ ۳۷۸ طوفانی	×	×
اسمٰعیل علیہ السلام	۳۷۹ ”	۵۱۶ ”	×	×	×	×

[1] حضرت ابراہیم سے خدا نے وعدہ کیا تھا کہ تمہاری اولاد مصریوں کی غلامی میں چار سو برس رہیگی بعد اس کے نکلیگی اس حساب سے خروج بنی اسرائیل مصر سے ایک طوفانی میں ہوا کیونکہ غلامی بعد وفات یوسف کے ہوئی تا حیات یوسف ان کو کچھ تکلیف نہ تھی ۲۷ طوفانی میں بنی اسرائیل نے مصر میں سکونت اختیار کی گو اس سے قبل اس کے مسافرانہ رہتے تھے ۱۲

شروع کرونگا۔ اور اس کے بعد ہر سائنس کی تحقیقات کے نتیجوں پر غور کرونگا۔ مگر قبل اس کے کہ میں شروع کروں۔ طوفان نوح اور ترتیب توریت کے سالوں کا تصفیہ کرلینا چاہئیے۔ ایسی تاریخیں جو ہماری تحقیقات میں مدد دے سکیں نہایت ضروری ہیں۔ طوفان نوح کے بارہ میں ہمارے مولٰنا دو روایتیں بیان کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ اولاد حام کی روایت کے مطابق ۳۵۰۲ سنہ طوفانی میں حضرت مسیح عم کی ولادت ہے۔ اور دوسری یہ کہ اولاد سام کی روایت کے مطابق ۲۷۲۴ سنہ طوفانی میں حضرت مسیح ع پیدا ہوئے۔ واللہ اعلم۔ ان دونو روایتوں میں سے کونسی روایت صحیح ہے۔ ایسی مختلف فیہ روایتوں کے اعتبار کرنے میں ہر ذی عقل شبہ کریگا۔ ہر روز ہم عدالتوں میں دیکھتے ہیں۔ کہ چھوٹی چھوٹی سی باتوں پر اگر گواہوں میں دو چار گھنٹوں کا بھی اختلاف ہو جاتا ہے۔ تو اُن کی شہادت قابل اعتبار نہیں سمجھی جاتی مگر ایک ایسے امر عظیم میں کہ جس کی وجہ سے سیکڑوں برس کی جانفشانیوں کے نتائج پر پانی پھرا جاتا ہے۔ اور کل علوم موجودہ (جن کی وجہ سے لاکھوں چیزیں انسان کے آرام اور نفع کی ایجاد کی گئی ہیں) غلط ٹھیری جاتی ہیں۔ ایسی دو روایتوں کا اختلاف کہ جن کے راویوں میں دس برس بیس برس سو برس دو سو برس کا اختلاف نہیں بلکہ آٹھ سو برس کا اختلاف ہے کوئی اختلاف نہیں سمجھا جاتا ہے۔ تو میں نہیں سمجھتا کہ پھر اختلاف کتنے کس کو ہیں۔ جب یہ امر مسلمہ ہے کہ طوفان نوح ایک تاریخی واقعہ ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کو تاریخی اصول سے جانچیں اس کے سوا ہمارے پاس کوئی دوسرا ذریعہ راست اور دروغ کے دریافت کرنے کا نہیں ہے۔ توریت میں لکھا ہے کہ نوح علیہ السلام کے ساتھ اُن کے تینوں لڑکے حام سام۔ یافث مع اپنی بی بیوں کے کشتی میں تھے۔ ایسی حالت میں حام اور سام دونو چشم دیدگواہ تھے۔ اور اگر واقع طوفان کے راوی یہی دونو تھے۔ تو اُن کی اولاد میں اس قدر اختلاف ہو جانے کی کوئی وجہ معقول معلوم نہیں ہوتی۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ اور کوئی دوسرا نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ کہ طوفان کے راوی حام اور سام نہ تھے۔ بلکہ اس قصہ کا ماخذ کوئی دوسرا ذریعہ ہے۔ وہ کون ذریعہ اس کو ہم آگے چل کر بیان کرینگے۔ مگر اس وقت ہم مولٰنا کی دو تاریخوں میں سے کسی تاریخ کو فرض کرلینگے۔ غالباً حام کی

طوفان نوح

بیرسٹر صاحب کی تحریر کا پہلا حصہ

جناب اڈیٹر صاحب ! آپ کے معزز اخبار مورخہ ۵۔ فروری ۱۸۹۶ء میں مولنا مولوی عنایت رسول صاحب عباسی نے ایک تحریر طوفان نوح پر پُرزور اور دلچسپ لکھی ہے نہایت خوشی کی بات ہے کہ ہمارے علما نے بھی یورپ کی تحقیقات پر نکتہ چینیاں اور رائے زنی شروع کردی - جب تک کہ ہمارے علما کو تحقیقات کا شوق نہ ہوگا - اُس وقت تک عام لوگوں کے خیالات کی ترقی ناممکن ہے - مولنا صاحب نے اپنی تحریر میں دو باتوں کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے - ایک یہ کہ طوفان ایک فرضی قصہ نہیں ہے - بلکہ ایک سچا واقع ہے دوسرے یہ کہ طوفان نوح کا واقع جس طرح پر توریت میں لکھا گیا ہے اُس کا ماخذ اُس طوفان کا قصہ نہیں ہے جس کا ذکر کالڈیا کی اینٹوں کی نظم میں پایا جاتا ہے - یورپ کی تحقیقات کا یہ دعوے ہے کہ طوفان نوح جس طرح پر توریت میں درج ہے کبھی نہیں ہوا اور اس کا ہونا ناممکن ہے - اس دعوے کی دلیل میں موجودہ زمانہ کی اکثر سائنس مثل جیولوجی - زوولوجی - اتھنولوجی - ھسٹری - ایجپٹولوجی - اسریولوجی - وغیرہ کی تحقیقات کو پیش کرتے ہیں - اس میں شک نہیں کہ اگر طوفان نوح کا قصہ صحیح ہے تو ان سائنسوں کی تحقیقات بالکل غلط ہے اور اگر یہ تحقیقات صحیح ہیں - تو طوفان نوح کا قصہ فرضی ہے - امر تنقیح طلب اس قدر عظیم ہے کہ اس پر ہر شخص کو پورا غور کرنا چاہیئے - میں اس تحریر میں دکھانا چاہتا ہوں کہ واقعی یورپ کی تحقیقات کس حد تک پہنچی ہے اور اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے - ان تحقیقاتوں کو بالتفصیل بیان کرنا نہ تو میرے امکان میں ہے - نہ اُس کے لئے آپ کے بیش بہا اخبار میں گنجائش ہے اور نہ غالباً اس کے پڑھنے کے لئے آپ کے ناظرین کو صبر ہے - اس لئے میں نہایت اختصار کو راہ دونگا - پہلے میں کالڈیا کی اینٹوں کی تاریخ سے

کہ توریت ۲۰۵۰ برس قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لکھی گئی تھی۔ مگر ہمارے مولانا اس تاریخ پر سوا پانچ سو (۵۲۵) برس کا اضافہ کرتے ہیں۔ تحقیقات کے لئے یہ بھی مان لینا ہوگا کہ اس حساب سے ۲۵۷۴ برس قبل تولد مسیحؑ کے توریت کی تاریخ مقرر ہوتی ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہیں کہ ۹۷۸ برس بعد طوفان کے یہ واقع توریت میں درج کیا گیا۔ اس زمانہ دراز کا فصل خود شاہد ہے کہ کہاں تک واقع طوفان (جیساکہ توریت میں درج ہے) پایۂ صحت کو پہنچ سکتا ہے جب طوفان اور ترتیب توریت کی تاریخیں منقح ہوگئیں۔ تب میں کالڈیا کی اینٹوں کی نظم پر تحقیقات شروع کرتا ہوں۔ مگر یہاں پر کچھ تھوڑی سی تاریخ بھی ان اینٹوں کی لکھ دینی ضرور ہے۔ کوئی ساٹھ برس ابھی نہیں گذری ہیں۔ کہ بوتا اور لائبرڈ شہر نینوئے کے کھنڈروں سے چند کتبے یورپ میں لائے گئے۔ ان کتبوں میں اصلی حروف تین قسم کے تھے جن کی علامتیں یہ ہیں (➤ — ▼ — >) اور حروف انہیں علامتوں کی ترکیب سے بنے تھے۔ ایک معمولی مثال سے یہ حروف ہر شخص کے ذہن میں آسکتے ہیں۔ تارآفس میں اگر کسی شخص نے خبر آنے وقت تار برقی کی سوئی کو ہلتے ہوئے دیکھا ہو۔ اور یہ جانتا ہو کہ اُس کی سیدھی اُلٹی حرکتوں سے کس قسم کے حروف بن جاتے ہیں۔ تب وہ فوراً سمجھ جائیگا کہ ان کتبوں پر کس قسم کے حروف تھے بہت قدیم زمانہ کے ہر ملکوں میں جو کتبے پائے جاتے ہیں۔ اُن میں اکثر الفاظ مثل تصویر کے بنے ہوئے ہیں۔ مثلاً اگر شیر لکھنا منظور رہا تو شیر کی تصویر بنا دی۔ مچھلی لکھنی منظور رہی تو مچھلی کی تصویر بنا دی۔ علےٰ ہذا القیاس۔ مگر جب انسان میں تہذیب کا مادہ شروع ہوا۔ اور اپنے خیالات دوڑانے لگا۔ اس وقت اس قسم کی تحریریں بالکل ناکافی ٹھیریں۔ مثلاً۔ افعال۔ ضمائر۔ صفتوں وغیرہ کا لکھنا ناممکن ہوگیا۔ تب انسان نے ہر آواز کے واسطے ایک خاص علامت قائم کی اور اس علامت کا ایک نام رکھا۔ مثلاً۔ (آ) کی آواز کے واسطے (ا) علامت رکھی گئی اور اس کا نام الف رکھا (ج) کی آواز کے واسطے (ج) علامت رکھی اور اس کا نام جیم رکھا علےٰ ہذا القیاس +

مختصر یہ کہ حروف تہجی کی ایجاد ہوئی۔ یہ علامات جو پہلے میں لکھ چکا ہوں کالڈیا

اولاد کی روایت جس میں سنہ طوفانی ۲۵۰۲ برس قبل تولد مسیح عہ کے مقرر کیا
جاتا ہے ۔طوفان کے معینوں کے لئے زیادہ مفید ہوگی ۔کیونکہ جس قدر یہ تاریخ
پیچھلے زمانہ میں پھینک دی جاویگی اُسی قدر سائنس کو اس قصہ پر حملہ کرنے میں وقت
زیادہ ہوگی ۔شاید اُسی اُصول پر مولٰنا نے اس روایت کو دوسری روایت
پر ترجیح دی ہے ۔اس لئے ہم فرض کر لینگے کہ ۲۵۰۲ برس قبل تولد حضرت عیسٰی ع
طوفان آیا تھا ۔اب توریت کی ترتیب کی تاریخ بھی مقرر کر لینی چاہئے ۔اول اس امر کا
کوئی ثبوت نہیں ہے کہ توریت کی ترتیب حضرت موسٰے علیہ السلام کے وقت
میں ہوئی تھی ۔خود توریت کے اندرونی ثبوت سے ظاہر ہے ۔کہ متفرق وقتوں
میں متفرق باب اس کے لکھے گئے ہیں ۔پہلا نسخہ توریت کا جو انسان کے ہاتھ آیا
وہ جوزایا کے عہد سلطنت میں ایک معبد میں ملا تھا ۔یورپ کے جتنے محققین ہیں وہ
سب متفق الراے ہیں کہ آٹھ سو یا نو سو برس قبل تولد مسیح کے جب کہ عبرانی زبان اعلٰے
درجہ کی ترقی پر تھی ۔توریت لکھی گئی خیالات ۔طرز تحریر معاشرت اور تمدن وغیرہ کا
بیان ان صدیوں سے بہت کچھ پتا جلتا ہے ۔ایسے محققین جیسے کیونین ۔ڈاہیوسن ۔
ڈلمن ۔ڈرایور وغیرہ جن کو ہم کسی فریق کا جنبہ دار نہیں کہہ سکتے ۔بلکہ متعصب نکتہ چین
ہیں ۔اس تاریخ پر متفق ہیں ۔مگر فرض کر لیجئے کہ موجودہ توریت وہی توریت ہے
جو حضرت موسٰی علیہ السلام کے اوپر نازل ہوئی تھی اور بلا تحریف و تبدیل ہنوز موجود ہے
تو بھی حضرت موسٰی علیہ السلام کی پیدائش ۱۳۵۰ برس قبل تولد حضرت عیسٰی علیہ السلام
کے ہوئی تھی ۔اور اس میں اگر سات سو برس سپٹواجنٹ کے جوڑ لئے جاویں ۔
۲۰۵۰ برس قبل حضرت عیسٰی علیہ السلام کے توریت کے نزول کی تاریخ مقرر ہوتی
ہے ۔یہاں اس امر کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے ۔کہ اُس زمانہ کے لوگوں کی
عمریں خلاف قیاس اور خلاف عقل توریت کے مطابق زیادہ ہوتی تھیں اس کا
کوئی ثبوت سوائے یہودیوں کے قصوں کے نہیں ہے ۔جہاں تک ہم کو تاریخ سے
معلوم ہے قدیم زمانہ کے لوگوں کی عمریں کچھ ہم لوگوں سے زیادہ نہیں ہوتی تھیں ۔
چار سو اور پانچسو برس کی عمر تک زندہ رہنے کا بار ثبوت اس شخص پر ہے ۔جو ایسی
خلاف فطرت باتیں کہتا ہے ۔خیر ان سب امور سے قطع کر کے ہم فرض کر لیتے ہیں کہ

پڑھا۔ اس کتبہ میں بڑے ایرانی بادشاہ نے اپنے عہد سلطنت کے مشہور واقعات لکھے ہیں۔ بعد ازیں برنوف لیسن اور اوپرٹ وغیرہ نے بڑی بڑی تحقیقاتیں کیں۔ مگر لا ئیرڈ نے ان تحقیقاتوں کو درجہ کمال پر پہنچا دیا۔ دریائے دجلہ کے کنارہ پر شہر موصل کے قریب جہاں پر پہلے شہر نینوے آباد تھا ایک بہت بڑا ٹیلہ جس کا نام کو ینجک ہے تھا۔ اس ٹیلہ کے کھودنے سے اشیر یا نیپل سنحیریب کے پوتے کا شاہی محل نکلا۔ یہ بادشاہ اشیریا کے بہت بڑے بادشاہوں میں سے تھا اور اس کا عہد سلطنت ۶۰۰ برس قبل حضرت مسیح علیہ السلام کے تھا۔ اس محل میں ایک بہت بڑا شاہی کتبخانہ ملا جس میں پرانی زبانوں کی کتابیں بڑی احتیاط سے جمع کیگئی تھیں۔ یہاں پر یہ ظاہر کر دینا چاہیئے کہ یہ کتابیں تا پائدار کاغذ وں پر لکھی نہ تھیں بلکہ مٹی کی اینٹوں پر۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گیلی اینٹوں پر لکھ کر دھیمی آگ میں پکا لیا کرتے تھے۔ جس وقت شہر نینوے ویران ہوا۔ اس کے مکان جو کچی اینٹوں کے تھے مسمار ہو گئے۔ وہاں کی زمین میں بالو زیادہ ہے۔ اس وجہ سے جو تختہ جنریں اس بالو بھری مٹی کے نیچے دب گئیں وہ نہایت محفوظ رہیں۔ اس کتبخانہ کے علاوہ اور بھی بہت سے کتبخانے کھود کھود کر نکالے گئے ہیں۔ خاصکر سارگن دوم کے مذہبی کالج کا شہر ایرک میں جو بڑا مشہور کتب خانہ تھا۔ اس بادشاہ کا عہد سلطنت ۲۰۰۰ برس قبل تولد حضرت مسیح علیہ السلام کے تھا۔ اس کتب خانہ میں بہت سی کتابیں لغات اور گرامر کی بھی پائی گئیں جس سے کالڈیا کی تیسری زبان اکیڈین کے سیکھنے میں بہت کچھ مدد ملی۔ اکثر کتابیں ایسی ملیں جس میں ہر سطروں کے نیچے ان کا لفظی ترجمہ یا آرین یا سمیٹک زبان میں تھا۔ ان کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قدیم زبان مثل لاطینی یا سنسکرت کے مردہ زبان ہو گئی تھی۔ اور اس کا استعمال صرف مذہبی ضروریات تاریخی واقعات۔ یا نجومی قاعدوں کے سیکھنے پر منحصر رہگیا تھا۔ اب یہ کتبے اور اینٹیں اس قدر نکلتی آتی ہیں کہ صرف شہر نینوے کے کتب خانہ سے اس وقت یورپ کے عجائب خانوں میں دس بارہ ہزار کتبوں سے زیادہ موجود ہیں۔ ان کتبوں کے پڑھنے سے اس وقت ہم کو کلدانیہ کی تاریخ کم سے کم حضرت عیسٰے علیہ السلام کے تولد سے چار ہزار برس قبل کی معلوم ہے۔ مگر یہاں پر بالتصریح یہ لکھ دینا ضرور ہے

کے حروف تہجی ہیں ۔

جب مسبوق الذکر کتبے یورپ میں لائے گئے تب محققین نے اپنے ذہن دوڑانے شروع کر دیئے ۔ نیا علم تھا ۔ اور نئی زبان تھی ۔ دقتیں بہت واقع ہوئیں ۔ مگر مصر کے کتبوں میں بھی یہی دقتیں جھیلنی پڑی تھیں اور صبر و استقلال کے ساتھ حل ہو گئیں ۔ یورپ والے نا اُمید ہونا تو جانتے ہی نہیں سخت استقلال سے کام لیا ۔ بحث یہ آن پڑی کہ یہ علامتیں کن آوازوں کی ہیں ۔ اور ان آوازوں کی ترکیب سے کون لفظ پیدا ہوتا ہے ۔ اور وہ کس زبان کا ہے ۔ ایران کے بادشاہ متفرق ملکوں پر جن میں متفرق زبانیں بولی جاتی تھیں ۔ حکمراں تھے ۔ تین اصلی قومیں جو ان کی رعایا تھیں اُن کے نام یہ ہیں :-

(۱) پارسی ایک آرین قوم تھی جن کی زبان کے اکثر الفاظ پہلوی اور ژند زبانوں میں پائے جاتے ہیں ۔

(۲) سیمائٹ ۔ جن کی زبان آرامک عبرانی زبان سے بہت مشابہ تھی ۔

(۳) قدیم اکیڈین قوموں کی نسل جن کی زبان تورانی تھی ۔ جیسا کہ اکثر ہمارے ہندوستان میں آج کل قاعدہ ہے کہ اکثر اشتہارات وغیرہ ۔ انگریزی ۔ اُردو ۔ ہندی ۔ تینوں زبانوں میں شائع کئے جاتے ہیں تاکہ ہر قوم بآسانی اُن کے مضامین سے واقف ہو جائیں ۔ ویسا ہی ایران کے شاہان قدیم کے فرامین وغیرہ انہیں متذکرہ بالا تین زبانوں میں ہوا کرتے تھے ۔ یہی فرامین وغیرہ اکثر یورپ میں لائے گئے ۔ مگر دقت یہ تھی کہ یہ تینوں زبانیں ایک قسم کے حروف تہجی سے لکھی جاتی تھیں جرمنی کے ایک محقق گروٹن فنڈ نامی نے اپنی عقل رسا سے ان علامتوں کی آوازوں کو نکال ہی چھوڑا ۔ اُس نے غور کیا تو ان کتبوں میں چند لفظ متفرق جگہ پر ایک ہی صورت کے پائے ۔ اپنی عقل سے پہچانا کہ غالباً یہ ایرانی بادشاہوں کے نام ہیں ۔ اتنا اشارہ کافی تھا ۔ جب بادشاہوں کے نام پڑھ لئے تب حروف کا دریافت کرنا کچھ مشکل نہ تھا ۔ انہیں حرفوں کی ترکیب سے دوسرے لفظوں کو بھی پڑھ لیا ۔ یہاں تک کہ دو معلومہ زبانیں پارسی اور سمیٹک بے تکلف پڑھ لی گئیں چند برسوں کے بعد سر ہنری رالنس نے ایک پورا اور مشہور کتبہ دارا اول کا باہستان میں

تھا سنہ ۵ قبل مسیحی میں اس کا عہد سلطنت تھا۔ اس بادشاہ کو ان اینٹوں کے جمع کرنیکا بڑا ذوق تھا۔ شہر لارسم کے آفتاب کے مندر کی جب یہ بادشاہ مرمت کر رہا تھا تب اس کو بادشاہ ہمورابی کی ایک اینٹ ملی تھی۔ جس پر یہ کندہ تھا کہ اس مندر کی بنا آریا کے وقت میں پڑی تھی۔ جس کو اس کے بیٹے ڈنگی نے اتمام کو پہنچایا۔ ہمورابی کہتا ہے کہ آریا کا زمانہ اُس کے زمانہ سے ۷۰۰ برس قبل تھا۔ ہمورابی ایک مشہور بادشاہ تھا۔ جس نے ایلمیوں کو نکال کر بابلیوں کو قریب دو ہزار برس قبل مسیحی کے پہلی مرتبہ کلدانیہ کا دار السلطنت بنایا۔ اِن وجوہ سے آریا کے عہد سلطنت کی تاریخ ۲۷۰۰ برس قبل مسیح ہوئی ہے اسی نبیونیڈس نے شہر سپیر کے عظیم الشان شمسی مندر کی مرمت کی تھی۔ وہ کہتا ہے کہ "جب کہ میں نے بنیادوں کو پانی کی زہتوں کے لئے بہت گہرا کھودا۔ تب آفتاب کے خدا نے مجھ کو نارم سن سارگن اول کے بیٹے کی بنیادی اینٹ دکھلائی۔ جس کو ۳۲۰۰ برس تک میرے قبل کسی بادشاہ نے نہیں دیکھا تھا"۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سارگن اول ایک اصلی اور واقعی شخص تھا۔ شہر اکیڈین میں جو اس بادشاہ کا دار السلطنت تھا۔ اُس کی ایک مورت پائی گئی ہے اور اُس کے ساتھ ایک اینٹ بھی ہے۔ جس پر یہ کندہ ہے۔ "میں بادشاہ اعظم سارگن ہوں۔ میں نے ۴۵ برس ملک کی سلطنت کی ہے پیتل کی گاڑیوں پر ناہموار زمین میں سوار ہوا ہوں۔ تین مرتبہ سمندر کے کنارے تک گیا ہوں" اب حساب لگائیں تو سارگن اول کا زمانہ تین ہزار آٹھ سو برس قبل مسیح کے ہوتا ہے۔ اس تاریخ کے لئے اور بھی بہت سے ثبوت ہیں۔ ایک کتبہ ملا ہے۔ جس پر اُن بادشاہوں کے نام جنہوں نے بابلیوں پر سلطنت کی تھی نام بنام عہد بعہد مع قید زمانہ سلطنت اور بلافصل کے دو ہزار چار سو قبل مسیحی تک لکھے ہیں اور دوسرے کتبے جو بالکل ناتمام ہیں ایسے ساٹھ بادشاہوں کے نام بتلاتے ہیں جو اول کتبہ میں نہیں ہیں۔ غالباً یہ نام انہیں بادشاہوں کے ہیں جو درمیان سنہ ۳۸۰ اور سنہ ۲۴ قبل مسیحی کے گذرے ہیں۔ افسوس ہے کہ طوالت تحریر کا خوف ہم کو روکتا اور اختصار پر مجبور کرتا ہے ورنہ یہاں پر سارگن اول کے کتب خانہ کا ذکر اور وہ ثبوت جو غیر قوموں کی تاریخ سے کالڈیا کی قدامت اور سارگن اول کے تاریخی شخص ہونے کی پائی جاتی

کہ ان چار ہزار برسوں کی تاریخ کا کیا ثبوت ہے۔ پہلا یقینی سال جس پر ہم پورے طور پر اعتبار کر سکتے ہیں ۶۴۵ برس پیشتر حضرت مسیح کے ہے اس سنہ میں سنحریب کے پوتے اشیر بانیپل نے ملک ایلم کو فتح کر کے اس کے دار السلطنت سوزا کو غارت کیا۔ یہ بادشاہ کہتا ہے کہ اس نے سوزا کی بڑے مندر سے وہ کل مورتیں جس میں کلدانی دیبی۔ نانا کی بھی مورت تھی اور جن کو ۱۶۳۵ برس قبل ایک ایلم کا بادشاہ اکیڈیا کو فتح کرتے وقت شہر ایرک سے لے گیا تھا لے آیا۔ یہ ایلمی فتح ایک نہایت مشہور تاریخی واقع ہے جس میں شک و شبہ کی ذرہ بھی گنجائش نہیں ہے۔ ایلم درمیان کردستان کے پہاڑوں اور دریائے دجلہ کے ایک چھوٹا سا صوبہ تھا۔ شہر سوزا اس کا قدیم اور نامی دار السلطنت تھا جو بعد کو ایرانی بادشاہوں کے رہنے کا ایک خاص مقام تھا۔ کالڈیا کی فتح کے بعد اس ملک پر ایلمیوں نے تین سو برس تک سلطنت کی اور اس فتح کی تاریخ بلا شبہ ۲۲۸۰ برس قبل حضرت مسیح علیہ السلام کے قرار پاتی ہے ٭ دوسری یقینی تاریخ بادشاہ اُرْیا کی سلطنت کے دو ہزار سات سو برس قبل حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے پائی جاتی ہے۔ اُریا اور اس کا بیٹا ڈنگی قدیم اکیڈین قوم کے دو بڑے بادشاہ گذرے ہیں اُن کا دار السلطنت شہر آر تھا۔ اور سومیر اور اکیڈ کی متحدہ سلطنتوں پر ان کی حکومت تھی۔ ان کو مکانات کی تعمیر اور پرانے معبدگاہوں کی مرمت کا بڑا شوق تھا بہت سی نشانیاں اپنی آر۔ لارسم۔ سرگالہ۔ ایرک اور دوسرے شہروں میں چھوڑی ہیں۔ جو ابھی تک موجود ہیں۔ علاوہ اور نشانیوں کے اس وقت لنڈن کے برٹش میوزیم میں خود اُریا کی ایک مہر موجود ہے جس پر چاند کی خدا کی تصویر کندہ ہے۔ اور بادشاہ اور مذہبی علما اس کی پرستش کر رہے ہیں۔ شہر آر کا محافظ بھی خدا تھا اُریا کے عہد سلطنت کی تاریخ کی صحت یوں معلوم ہوتی ہے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں ہے ویسا ہی قدیم زمانوں میں بھی یہ رسم تھی کہ جب عمارتیں یا معبدگاہیں بنتی تھیں تب بادشاہ وغیرہ اپنے ہاتھ سے بنیاد کا پتھر رکھتے تھے اس زمانہ کی رسم کے موافق بنیاد کے نیچے ایک محفوظ کوٹھڑی میں ایک اینٹ جس پر تعمیر کا واقع مع بانی کے نام کے کندہ ہوتا تھا رکھ دی جاتی تھی۔ بیبلیوں کے آخری بادشاہ کا نام نبونیڈس

طوفان نوح کی تحقیقات

آپکے اخبار الوقت مطبوعہ ۱۹ - فروری ۱۸۹۶ء میں ایک مضمون جناب مولوی محمد مظہر الحق صاحب بیرسٹر نے جناب حاوی فروع و اصول حضرت مولنا عنایت رسول صاحب کے مضمون پر جو بیبولے کی اینٹوں کے بارہ میں شائع ہوا تھا چھپوایا ہے اُس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام تر توجہ بیرسٹر صاحب کی اہل یورپ کے خطایا پر پردہ ڈالنی کی طرف ہے - قولہ - یورپ کی تحقیقات کا یہ دعوے ہے کہ طوفان نوح جس طرح پر توریت میں مندرج ہے کبھی نہیں ہوا - اور نہ اُس کا ہونا ممکن ہے اقول یہ مغالطہ ہے یہ نہیں فرماتے کہ محققین یورپ دعوے کرتے ہیں نہ دعوے کی نسبت اپنی طرف کرتے بلکہ فرماتے ہیں کہ تحقیقات یورپ بزبان حال دعوے کرتی ہے - زبان حال سے جو نکلتا ہے وہ بیرسٹر صاحب سمجھتے تو ضرور ہونگے - لہذا اب وہی مدعے قرار پاتے ہیں - اس دعوے میں اصل طوفان سے تو اقرار ہے - لیکن مجہول ہے کہ وہ جو آیا تھا کیسا تھا - شاید مقصود مطلق بارش ہو یا کچھ بوندیاں پڑی ہوں - توریت میں بھی حال طوفان لکھا ہے کہ اتنی مدت تک پانی برسا کہ جس سے بڑی طغیانی ہوئی کہ اکثر بلاد زیر آب ہو گئے - اس سے انکار ہے اور اس کے استحالہ کا بھی دعوے ہے - جی جی واہسٹری کا وعدہ ہے جب پیش کرینگے تو دیکھی جائیگی - جملہ مورخین کہتے ہیں کہ تمام زمین پر طوفان تھا مورخین مصر و عرب و عراق و شام و فارس ایسا ہی کہتے ہیں - اس میں اختلاف نہیں کرتے - سوائے ابن خلدون کے وہ کہتا ہے کہ پانی عقبۂ حلوان تک گیا تھا - اس سے بھی نکلتا ہے کہ اکثر بلاد زیر آب ہو گئے تھے - بیرسٹر صاحب کے نزدیک معتبر تاریخ وہ ہے جو انگریزی میں ہو - گو وہ کیسی ہی جھوٹ ہو - انگریزی تواریخ بیشتر غلط اختراعی ہیں اپنے مطلب کے موافق تواریخ بنا لیتے ہیں - اور اُسے مشتہر کرتے ہیں - روایات کے صالح کا کوئی اصول اُن کے پاس نہیں - قولہ - طوفان کے بارہ میں ہمارے مولٰنا دو روایتیں بیان کرتے ہیں ایک یہ کہ اولاد حام کی روایت کے مطابق ۳۵۰۰ء طوفانی ہیں تولد حضرت مسیح علیہ السلام کا ہے - اور دوسری روایت

ہیں لکھنا ضرور تھی ۔

خیر اتنا کہہ دینا لازمی ہے کہ جس قدر نئے ثبوت ہم پہنچتے جاتے ہیں ان سب سے بلا اختلاف سارگن اول کا عہد سلطنت سنہ ۳۸۰۰ قبل مسیح ثابت ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ پروفیسر سیس جیسا عالم اور محقق جو عرصہ دراز تک اس تاریخ سے انکار کرتا رہا اب اس کا مقر ہے۔ سارگن اول کے قبل کلدانیہ کی سلطنت متفرق چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھی اور ہر کا ایک رئیس تھا جسے پاتیسی خطاب دیتے تھے۔ ایک پاتیسی کا زمانہ جس کا نام گوڈایا تھا۔ اور جس کی پوری مورت پتھر کی اس وقت موجود ہے جو بڑے بڑے محققوں کے نزدیک سنہ ۴۰۰۰ قبل مسیح سے کم نہیں ہو سکتا یعنی سارگن اول کے عہد کے صرف دو سو برس قبل۔ چونکہ اس زمانہ سے پہلے کی تاریخ بیان کرنی ہمارے موجودہ مقصد سے زائد ہے اس لئے ہم یہاں پر چھوڑ جاتے ہیں ۔

باقی آئندہ

راقم

مظہر الحق۔ بیرسٹر ایٹ لا

منصف صفی پور

نوٹ۔ یہ مضمون ۱۹۔ فروری سنہ ۱۸۹۶ء کے الوقت میں طبع ہوا تھا۔ لیکن چونکہ اڈیٹر الوقت نے اس کو پورا اور بجنسہ نہیں چھاپا تھا اس لئے میں نے اس رسالہ میں اس کو اصل مسودے سے جو بیرسٹر صاحب کے دست خاص کا لکھا ہوا موجود ہے نقل کیا ہے ۱۲ محمد حمید الحق

لیکن اب توراۃ سے پہلے کی کتاب کوئی نہیں ملتی جس پر طمانیت ہو۔ لہذا اب یہ واقع الہامی شمار کیا جاتا ہے۔ اب ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ واقع طوفان تاریخی واقع ہے پھر اُس کی جانچ کا کیا طریق ہے۔ ہم لوگ الہام وحی کے ماننے والے ہیں۔ جب کسی واقع کو محال عقلی نہ سمجھینگے اور بلسان وحی اُس کی خبر ملی ہوگی تو ضرور اُسے سچا مانینگے۔ گو وہ محال عادی بھی ہو۔ لیکن ملحدان یورپ کے نزدیک چونکہ وحی والہام کوئی چیز نہیں ہے تو اُنہوں نے ایسے واقعات کی جانچ کا کوئی طریق مقرر کیا ہوگا۔ جب وہ ہم سنیں تو اُس میں نظر کریں یہ گروہ محسوسات کا عادی ہے جیسے زمانہ دیکھتے ہیں اُس کو مانتے ہیں۔ پس جو واقعات جو ہزار سال کے بعد ہوتے ہیں۔ اُسے استہزا سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ سمجھ اُن کی ناکافی و ناتجربہ کاری ہے۔ توریت میں لکھا ہے کہ نوح علیہ السلام کے تینوں لڑکے حام۔ سام۔ یافث مع اپنی بیبیوں کے کشتی میں بیٹھے تھے۔ ایسی حالت میں حام سام دونو چشم دید گواہ تھے اگر طوفان کے واقع کے راوی یہی دونو تھے تو اُن کی اولاد میں اس قدر اختلاف ہو جانے کی کوئی وجہ معقول نہیں معلوم ہوتی۔ اس سے صاف ظاہر ہے اور کوئی دوسرا نتیجہ نکل نہیں سکتا۔ کہ طوفان کے راوی حام۔ سام نہ تھے۔ بلکہ اُس واقعہ کا ماخذ کوئی دوسرا ذریعہ ہے۔ جیسے آگے چلکر ہم بیان کرینگے۔ انتہی۔ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ کہ طوفان کی روایت ہم کو بذریعہ وحی ملی ہے۔ اُس پر ہم کو تکیہ ہے۔ ہم اُسے سچا سمجھتے ہیں جب اُس کا استحالہ عقلی نہیں۔ لہذا ہم کو حام۔ سام کی روایات اور اُن کے اختلاف کے جستجو کی چنداں ضرورت نہیں تاہم کہتے ہیں کہ بلاشبہ حام۔ سام چشم دید گواہ ہیں اور اُن میں بیان واقع طوفان میں کچھ بھی اختلاف نہیں حام۔ سام دونو کہتے ہیں کہ طوفان آیا۔ اور اکثر بلاد تہ آب ہو گئے۔ ان کی اولاد کے بیان میں یہ اختلاف ملتا ہے کہ ابتدائے طوفان سے تا ولادت مسیح علیہ السلام کس قدر مدت تھی۔ وہ بیچارے اس مدت کے کیوں گواہ ہونے لگے۔ اور یہ اختلاف بسبب اہمال امرائے زمانی اور اس کے خوب نہ محفوظ رکھنے سے پیدا ہوا۔ عمال حسابیہ میں بیشتر ایسا ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ تو بہت معقول ہے۔ اگر بیرسٹر صاحب توجہ فرمائیں اور اس اختلاف سے یہ نتیجہ نکالنا کہ واقع طوفان کے

یہ کہ اولاد حام کی روایت کے مطابق ۲۷۴۴ طوفانی ہیں حضرت مسیح پیدا ہوئے واللہ اعلم ۔ ان روایتوں میں سے کونسی روایت صحیح ہے ۔ ایسی مختلف فیہ روایتوں کے اعتبار کرنے میں ہر ذی عقل شبہ کریگا ۔ انتہیٰ ۔ جناب منصف صاحب اگر تھوڑا آپ انصاف بھی کرتے تو اس مقولہ کو پیش نہ کرتے ۔ مولویصاحب نے ان روایات کے صحت و سقم سے کچھ تعرض نہیں کیا ہے ۔ وے کچھ بھی ہوں ۔ لیکن خیال اہل یورپ کسی روایت کے بموجب پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتا ہے ۔ مولوی صاحب کو صرف یہی دکھانا تھا ۔ اور اُس پر طرّہ یہ ہے کہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ مولویصاحب اولاد حام کو ترجیح دیتے ہیں ۔ آپ نشان تو دیں کہ کس لفظ سے آپ ترجیح نکالتے ہیں مولوی صاحب تو لکھتے ہیں کہ حام اور اُس کی اولاد پر نوح علیہ السلام نے لعنت کی ہے اور اُن کی بت پرستی بھی مولویصاحب بیان کرتے ہیں ۔ باینہمہ اُس روایت کو آپ ترجیح سمجھتے ۔ مولویصاحب لکھتے ہیں کہ اولاد سام کی روایت کا استنباط میں توریت سے کرتا ہوں ۔ تو بھی آپ اُسے مرجوح سمجھتے ہیں ۔ آپ جو چاہیں وہ لکھیں ناظرین کا قدم استوار رہیگا ۔ اب التماس یہ ہے کہ اگر دونو روایات مختلف ہیں تو اس سے دونو کیوں جھوٹ ہو جائینگی ۔ جو جانچنے سے سچ ٹھیریگی وہ سچ ہو گی ۔ فیثا غورث اور اسکے پیرو زمین کو متحرک کہتے ہیں ۔ غالباً آپ بھی اس کی تقلید کرتے ہوں اور بطلیموس وغیرہ کہتے ہیں کہ زمین ساکن ہے ۔ چنانچہ میں بھی کہتا ہوں کہ زمین ساکن ہے ۔ تو کیا آپ کے نزدیک یہ دونو باطل ہیں ۔ شاید آپ ارتفاع نقیضین کو محال نہ سمجھتے ہوں ۔

قولہ جبکہ یہ امر مسلّم ہے کہ طوفان نوح ایک تاریخی واقع ہے ۔ تو ہمارا فرض ہے کہ اُس کو تاریخی اصول سے جانچیں اُس کے سوا کوئی دوسرا ذریعہ راستی و دروغ کے دریافت کرنے کا نہیں ہے ۔ انتہیٰ ۔ تاریخ کے معنی لغت میں توقیت کے ہیں ۔ چونکہ حوادث زمانی ہر ایک زمانہ میں وجود پذیر ہوتے ہیں ۔ لہذا جملہ واقعات تاریخی ہوتے ہیں ۔ طوفان کی کیا خصوصیت ہے ۔ لیکن ہم لوگوں کی عرف میں تاریخی واقع ان واقعات کو کہتے ہیں ۔ جسے انسان اپنے کام میں لانے کے لیئے قلمبند کرے اس معنی سے طوفان نوح اور جملہ واقعات الہامی تاریخی واقع نہیں ہیں تو قبل نزول توریت واقع طوفان قلمبند ہوا ۔ جیسا اجرائے سنہ طوفانی سے معلوم ہوتا ہے ۔

وقت میں لکھی گئی اور یہ سخن کہ اوقات مختلفہ میں لکھی گئی مغالطہ ہے۔ بلاشک اوقات مختلفہ میں لکھی گئی۔ لیکن حضرت موسٰے علیہ السلام ہی کے زمانہ میں اس کا بار ثبوت کہ کچھ موسٰے کے وقت میں لکھی گئی اور کچھ بعد اُن کے پیرسٹر صاحب کے ذمہ ہے اور یہ سخن کہ جو توریت حضرت موسٰے علیہ السلام کے وقت میں لکھی گئی وہ یہ نہیں ہے سراسر بناوٹ بیدلیل ہے۔ اب میں فرض کر لیتا ہوں کہ وہ توریت نہیں ہے۔ اس سے نینوے کی اینٹیں کیونکر ثابت ہو جائینگی۔ برٹش میوزیم میں رکھنے سے وہ اصلی نہیں ہو سکتیں غالباً وہ اینٹیں مصنوعی ہوں کسی مطلب سے بنائی گئیں۔ ایسا اس قوم نے بہت کیا ہے۔ امریکا کے جانوروں کی ہڈیاں ہمالہ کی چوٹی پر رکھ آئے۔ ان کو گیارہ اینٹ بنا لینا کیا دشوار ہے۔ اور یہ سخن کہ پہلے نسخہ توریت کا جو عزرا یا کے وقت میں کسی معبد میں ملا تھا۔ اُس کا پورا قصہ پیرسٹر صاحب لکھیں۔ مَیں جو عزرا یا نہیں سمجھا اس کا نام کچھ اور ہوگا۔ انگریزی لہجہ سے جو عزرا یا ہوگیا۔ اس سے کشود کار نہ ہوگا + قولہ۔ یورپ کے جتنے محققین ہیں سب متفق الرائے ہیں کہ آٹھ سو یا نو سو برس قبل تولد مسیح علیہ السلام کے جب کہ عبرانی زبان اعلیٰ درجہ کی ترقی پر تھی توریت لکھی گئی۔ خیالات۔ طرز تحریر۔ معاشرت و تمدن وغیرہ کا بیان ان صدیوں سے بہت ملتا جلتا ہے۔ ایسے محققین جیسے کیونین وغیرہ جن کو ہم کسی فریق کا طرفدار نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ متعصب نکتہ چین ہیں۔ اس تاریخ پر متفق ہیں۔ انتہٰے۔ جناب من توریت تو حضرت موسٰے علیہ السلام کے وقت ہی لکھی گئی۔ اہل یورپ کا قول جو آپ پیش کرتے ہیں وہ ان کا خیالی تراشش ہے۔ جسے کسی غرض سے اختراع کیا ہے اگر اس کا وقوع فرض کیا جاوے تو یہ زمانہ قبل بخت نصر کے پڑتا ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد کیونکہ ۳۶ء بخت نصر میں سنہ رومی مقرر ہوا تھا۔ اور سنہ ۳۱۲ رومی میں سنہ عیسوی مقرر ہوا ہے۔ اس حساب سے جلوس بخت نصر ۲۷۶ برس قبل پیدائش مسیح علیہ السلام کے ہے اور توریت کی تحریر ۸۰۰ یا ۹۰۰ برس پہلے بتاتے ہیں۔ اس لئے زمانہ بخت نصر سے تو پہلے لکھی گئی اس میں شبہ نہیں کہ زمانہ مفروضہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد ہے اور اس وقت بیت المقدس آباد تھا۔ توریت اس میں رکھی تھی علماء یورپ ایسی ہی تحقیق کرتے ہیں جو واقع کے خلاف ہو۔ اگر توریت سے وہ مراد ہو جسے عزرا سوفر نے بروح القدس

یہ وہ تو راوی ہی نہیں شاید انگریزی ملاجک سے حاصل ہوتا ہو۔ پھر اُس کا ماخذ دوسرا بستانا بنا ئے فاسد علیٰ الفاسد ہے۔ قولہ۔ اس امر کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ توریت کی ترتیب حضرت موسےٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوئی تھی۔ خود توریت کے اندرونی ثبوت سے صاف ظاہر ہے کہ متفرق وقتوں میں متفرق بآ اس کے لکھے گئے ہیں۔ پہلا نسخہ توریت کا جو انسان کو ملا تھا وہ جوزیا کے عہد سلطنت میں ایک معبد میں ملا تھا۔ انتہٰے۔ اس بات کا انکار کہ توریت حضرت موسےٰ علیہ السلام کے وقت میں نہیں لکھا گیا۔ اُس کا ثبوت نہیں ہے ناواقفی یا تعصب یا بغرض تلبیس ہے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے ساتھ میں چھ لاکھ آدمی تھے۔ اور وے سب پہاڑ کے گرد کھڑے تھے۔ اُس وقت عشر کلمات باٰواز غیبی نازل ہوئے جسے تمامی لشکریان موسےٰ علیہ السلام نے سُنا اور تسلیم کیا پھر وہی کلمات کندہ پتھر پر ملے۔ اگر اس میں فرق ہوتا تو یہ قوم سخت ضرور انکار کرتی۔ چھ لاکھ آدمیوں کی شہادت تو نا معتبر ہو۔ اور ایک جارج اسمتھ کی روایت موثق نہایت اچمبھا ہے۔ توریت اولاً چھ لاکھ آدمیوں کے روبرو لکھا گیا ہاں ایک وقت میں نہیں لکھا گیا۔ بلکہ جب جب نازل ہوا قوم کو سُنایا گیا اور قلمبند ہوا اور مرتب ہوا۔ ایک صندوق میں رکھا گیا۔ بنی اسرائیل بوقت جنگ اُسے لشکر کے سامنے رکھ کے لڑتے تھے۔ اس طرح اعلان کے ساتھ کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ بیرسٹر صاحب نے یوشع بن نون کی کتاب نہیں دیکھی۔ انگریزوں کے بیانات پر اعتماد کلی رکھتے ہیں۔ بنی اسرائیل صندوق کتاب ہیکل میں رکھتے تھے یہ لوازمات ہیکل سے تھا۔ خواہ ہیکل خیمہ کا ہو یا اینٹ و پتھر کا توریت کچھ لوگوں کو یاد بھی رہتا تھا۔ جب عزرا اور دانیال کے وقت میں بیت المقدس پھر آباد ہوا۔ اُس وقت کتاب مقدس وہاں موجود نہ تھی۔ تو عزرا نے بذریعہ روح القدس خواہ اپنی یاد سے لکھا دیا۔ جب نسخہ توریت کے ملے تو اُس کے مطابق تھے۔ اُس کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام آئے۔ تو انہوں نے توریت موجودہ کو تسلیم کیا اُس کے بعد دو گروہ ہو گئے ایک یہودی دوسرے نصاریٰ دونو گروہ میں نسخے توریت کے متداول تھے۔ الغرض یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ توریت حضرت موسیٰؑ کے

ترکیب عناصر خواہ اجزاے لاتتجزی اگر اسی نمط پر ہو جو چار سو پانچ سو برس زندہ رہنے کا مقتضی ہو تو ضرور اس قدر عمر حاصل ہوگی۔ بیرسٹر صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ہم کو تاریخ سے معلوم ہے کہ قدیم زمانہ کے لوگوں کی عمریں ایک سو بیس برس کی ہوتی ہیں۔ اُن آثار کی تاریخ جن میں اعمار زیادہ ہوتی تھیں اُن کے پاس ایک نہیں۔ تجربہ یہاں چلتا نہیں۔ تجربہ جو کچھ اس وقت ہے وہ اسی دَور کا ہے۔ وہ اس دَور کے اعمار کے لئے ناکافی ہے۔ اگر کوئی کوکب ذوذنب نمودار ہوا اور وہ لکھا جاے اور وہ پھر ہزار سال تک نہ نکلے تو اگر پچھلے کہیں کہ ہمارے تجربہ کے خلاف ہے وہ کوکب کبھی نہیں نکلا تو کیا نکلنا اُس کوکب کا جھوٹ ہو جائیگا تجربہ میں کسی شے کے بار بار پانے سے اُس کے وجود پر استدلال کرتے ہیں نہ کسی چیز کے نہ پانے سے اُس کے عدم پر۔ ہنود زمانہ کو چار دَور پر تقسیم کرتے ہیں اور ہر دَور کو اپنی زبان میں جُگ کہتے ہیں۔ ست جُگ ۔ دواپر ۔ ترییتا۔ کلجگ۔ دواپر میں انہا سے عمر ہزار برس بتاتے ہیں۔ پس حضرت آدم علیہ السلام وغیرہ جن کی اعمار زیادہ مرقوم ہیں دواپر میں تھے۔ پس اگر تواریخ سے اس مطلب پر استدلال صحیح ہو تو ہندوؤں کی تواریخ سے کثرت اعمار پر استدلال صحیح ہو جائیگا۔ فارس کے مورخین بھی اعمار زیادہ بیان کرتے ہیں۔ بیرسٹر صاحب قلت اعمار پر تواریخ سے دلیل نہ لائیں ورنہ کثرت اعمار تاریخ سے ثابت ہو جائیگی۔ کثرت اعمار کے ماننے والے دلیل امکان اور وحی سے لاتے ہیں نہ تجربہ سے نہ قیاس سے۔ ایسا میں پوچھتا ہوں کہ پانچ سو برس جینا جو آپ خلاف فطرت سمجھتے ہیں تو خلاف نوع انسانی ہے یا خلاف فطرت اشخاص۔ شق اول باطل ہے کیونکہ نوع انسانی دائم الوجود ہے۔ اور اشخاص کی حالت یہ ہے کہ ہر شخص کی فطرت جداگانہ ہے۔ جس کی فطرت دس برس جینے کی ہے۔ وہ دس برس جیتا ہے اور جس کی فطرت مقتضی سو برس جینے کی ہوتی ہے وہ سو برس وعلیٰ ہذا القیاس۔ اس کے بعد جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ۹۰۰ برس بعد واقعہ طوفان درج توریت ہوا اس قدر زمانہ دراز کا فصل ہی دلالت کرتا ہے کہ یہ واقعہ جس طرح درج توریت ہو صحیح ہو۔ انتہی ۔ یہ سخن لاجواب ہے لیکن شاید حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوئی ایلیٹ کندہ مل گئی ہو۔ یہود تو کہتے

سے لکھا یا تھا۔ تو وہ زمانہ بخت نصر سے بہت بعد ہے۔ بیرسٹر صاحب مجبور ہیں
دوسری تواریخ کو غلط و ناتحقیق سمجھتے ہیں۔ سوائے انگریزی کے جو سلسلہ پا
یہ اصل ہوتی ہے۔ اب یہاں ایک بات میں اور پوچھتا ہوں کہ تحریر توریت ۸۰۰
یا ۹۰۰ برس قبل مسیح علیہ السلام کے محقق ہے ان میں تفاوت سو برس کا ہے
اس کو آپ کیونکر تسلیم کرتے ہیں۔ باوجودیکہ آپ کی اگلی تحریر کے خلاف ہے
جب یہ اتفاق اہل یورپ نے اصل ٹھیرایا تو اُس پر جو متفرع ہے کالعدم ہے
قولہ۔ یہاں اس امر کا لحاظ بھی ضرور ہے کہ اُس زمانہ کے لوگوں کی عمریں کچھ ہم لوگوں
سے زیادہ نہیں ہوتی تھیں۔ چار سو پانچ سو برس کی عمروں تک کے زندہ رہنے کا
بار ثبوت اُس شخص پر ہے جو ایسی خلاف فطرت باتیں کہتا ہو انتہےٰ۔ قلت و کثرت
اعمار بنی آدم کا بحث نہایت دلچسپ و لطیف ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ بیجل
ہے۔ نہ اُس کو طوفان میں دخل نہ تختہ اُلٹنے میں مداخلت ایراد اُس کا یہاں
صرف بغرض الزام کتب مقدسہ ہے ع

گوشت خاک ماہم برباد رفتہ باشد

مولوی عنایت رسول صاحب نے اس کی بحث بسط تفصیل سے کتاب الصلوٰۃ میں
کی ہے۔ افسوس ہے کہ وہ کتاب ہنوز چھپی نہیں ہے ورنہ پیش کرتا۔ اب میں
گذارش کرتا ہوں کہ ہم لوگ دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص ایک گھنٹہ زندہ رہتا ہے اور
کوئی اس سے بھی کم اور کوئی اس سے بھی کم اور کوئی دس برس اور کوئی پچاس یا
ساٹھ کوئی سو برس کوئی ایک سو بیس برس کوئی پانچ سات سال اسسے زیادہ جیتا
ہے۔ اس قدر مشاہدہ تو عیاں ہے۔ ہاں پانچ سو برس چار سو برس کی عمر کا آدمی
اس دور میں نظر نہیں آتا۔ پس یہ دعوےٰ کہ عمر طبعی انسان کی ایک سو برس ہے
یہی اُس کی فطرت کا اقتضا ہے دعوےٰ ظنی ہے۔ البتہ جو ایسا کہتے ہیں محض ظن و
قیاس سے کہتے ہیں بلکہ اکثر دعاوی مظنون ہیں اس بات کا بار ثبوت کہ فطرت
انسانی مقتضی ہے کہ وہ صرف ایک سو برس زندہ رہے اُس کے مدعی کے ذمہ
ہے۔ جب اختلاف اعمار ایک گھنٹہ سے ایک سو بیس برس تک اس دور
میں مسلم ہے تو اُس سے زیادہ عمر ہونے میں بادی النظر میں کوئی استحالہ نہیں ہے۔

طوفان نوح کی تحقیقات پر ایک مختصر ریمارک

جناب اڈیٹر صاحب الوقت! تسلیم۔ آپ کے معزز اخبار نمبر ۱۰۔ مطبوعہ ۱۱۔ مارچ ۱۸۹۰ء میں ایک آرٹیکل قاضی محمود الحق صاحب کے جو انہوں نے ہمارے قابل محقق اور ذی علم بیرسٹر مولوی مظہر الحق صاحب کی تحریر کے جواب میں لکھی ہے میری نظر سے گذری۔ میری رائے میں قاضی صاحب کے آرٹیکل کا پیرایہ منصفانہ اور محققانہ نہیں ہے۔ بلکہ بالکل طرف دارانہ محض متعصبانہ اور سراسر عامیانہ ہے۔ انسان جبتک کسی علم اور فن میں آگاہی نہ رکھتا ہو اُس وقت تک ضرور ہے کہ اُس میں دخل نہ دے اور اظہار قابلیت کے لئے میدان مناظرہ میں قدم نہ رکھے ورنہ اُس کا نتیجہ سوائے ناکامی کے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ اور پھر یہ بھی لازم ہے کہ تعصب کو بالائے طاق رکھ کر کلام کرے۔ مگر افسوس ہے کہ اس زمانہ میں حق پوشی زیادہ رائج ہو رہی ہے اور اکثر وہ لوگ جو پرانی لکیر کے فقیر ہیں ہٹ دھرمی کی دلدل میں بُرے پھنسے ہیں۔ ہم کو جناب مولٰنا عنایت رسول صاحب کے علم و فضل و تبحر و کمال کا اقرار ہے اور ہم اُن کو نگاہِ ادب سے دیکھتے ہیں۔ مگر ساتھ اس کے اُن کو انسان جائز الخطا اور غیر معصوم یقین کرتے ہیں جس سے غالباً مولٰنا کو بھی انکار نہ ہوگا۔ اور جب کہ مولانائے ممدوح کو زبان انگریزی یا دیگر یوروپین زبانوں کے نہ جاننے کی وجہ سے علوم جدیدہ میں کامل مہارت نہ ہو۔ تو ایسی حالت میں اگر اُن سے کسی ایسے امر کی تحقیقات میں جو انہیں علوم اور انہیں زبانوں سے متعلق ہیں لغزش ہو جاوے تو یہ کوئی تعجب خیز امر اور بگڑ بیٹھنے کی بات نہیں ہے اور اس سے اُن کے اُن فضائل و کمالات میں جو منقولات میں حاصل ہیں کسی طرح کا نقص نہیں پیدا ہوسکتا۔ میں خوش ہوں کہ جناب ممدوح نے انصاف پسندی کو راہ دے کر خاموشی اختیار کی لیکن نہایت افسوس ہے کہ قاضی محمود الحق صاحب اپنے برگزیدہ اُستاد کی پیروی کرتے بغیر سوچے سمجھے اس معرکہ میں کود پڑے۔ جب اُن کو یہ بھی خبر نہیں کہ زبان انگریزی میں "جی جی" نہ تو کوئی لفظ ہے اور نہ کسی علم کا نام ہے (جو یہ لکھدیا کہ "جی جی و ہسٹری کا

کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت پتھر پر کندہ ملی تھی۔ شاید واقعہ طوفان بھی اُس پر
کندہ ہو۔ ہاں یہ نہیں معلوم کہ وہ کندہ کس وقت کا تھا۔ اخبار الدول میں لکھا ہے جب کاہنان
اور منجمان مصر کو معلوم ہوا کہ ایک طوفان ایسا آئیگا۔ تو اُن کی تحریک سے ہرمان بنائے گئے
اور اُن میں اشیا گرانبہا اور علوم و فنون کی کتابیں کندہ کر کے بنظر حفاظت رکھی
گئیں شاید وہاں سے کوئی پتھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مل گیا ہو۔ اُن کی سوتٹی میں
بڑی قوت تھی۔ طوفان کے ماننے والے وحی کے پیرو ہیں اور ان کو ایسی تلاش کی ضرورت
نہیں اگر یہ شبہ صحیح ہو تو تاریخ عیسوی جو اس وقت جاری ہے غیر ثابت اور نا محقق
ہو جائیگی کیونکہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے وقت میں نہیں قائم ہوئی بہت دنوں کے
بعد حدوث اس تاریخ کا ہے پھر اسکی بنا پر تاریخ یورپ جو مرقوم ہوئیں مشتبہ ہو جائینگی فقط
اسکے بعد ائینٹوں کی کہانیاں ہیں۔ اُن ائینٹوں کے کتبہ پڑھنے کا جو طریق لکھا ہے اُس سے
ظاہر ہے کہ وے کتبے پڑھے نہیں گئے قیاسی طور پر اُن کتبوں کا حاصل بنا لیا گیا ہے عراق
میں دو زبانیں۔ کالڈی۔ سُریانی جاری تھیں انہیں زبانوں میں علوم و فنون تھے۔ جس کے
جاننے والے یہودی۔ عیسائی۔ صابی مذہب کے لوگ اب تک موجود ہیں ان فنون
کی جو لکھی ہے ضرورت نہ تھی یہ دلیل ہے کہ کتابہ مذکورہ صحت پڑھے نہ گئے اس لئے مجھ کو
ان میں اوقات ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔ جو کچھ بحث تھی اُن ائینٹوں میں تھی جس کا تذکرہ
سید احمد خاں نے تہذیب الاخلاق میں چھاپا تھا۔ یہ ائینٹیں جس کا ذکر بیرسٹر صاحب کر رہے
ہیں دوسری ائینٹیں معلوم ہوتی ہیں ؛

راقــــــم

قاضی محمد محمود الحق انصاری یوسف پوری تلمیذ مولانا مولوی عنایت رسول صاحب عباسی چریاکوٹی

نوٹ۔ یہ مضمون میں نے اخبار الوقت مطبوعہ ۱۱۔ مارچ سنہ ۱۸۹۶ء سے بجنسہ نقل کیا ہے اگر کہیں اس میں عبارت
خبط یا کوئی جملہ بے ربط معلوم ہو تو ناظرین مجھے معاف فرماوینگے کیونکہ دوسرے کی تحریر میں مجھے
اپنی طرف سے اصلاح دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور نہ میں دوسرے کی غلطیوں کی وجہ سے
ملزم ہو سکتا ہوں۔ محمد عبد الحق

نہیں جانتا۔ اُس کو دین میں ضعیف و سُست اور ملحد قصود کرتا ہے۔ شیطان اُس کے دل میں یہ وہم پیدا کر دیتا ہے کہ جو کچھ میں جانتا اور سمجھتا ہوں وہی اصل دین اور عین حق ہے اور اس سے اُس کے دل میں ایک حلاوت اور چاشنی پہنچتی ہے جس کو وہ کبھی کسی کے کہنے سے نہیں چھوڑ سکتا اور اپنی اس حماقت پر بہت ہی خوش رہتا ہے

کما قال رحمہ اللہ۔ فاذا خیل الیہ الشیطان ان ذلک ھو الحق و کان موافقاً لطبعہ غذت حلاوتہ علی قلبہ فاشتغل بہ بکل ھمۃ وھو بذالک فرحان مسرور ویظن انہ یسعیٰ فی الدین وھو ساع فی اتباع الشیاطین الخ ✤

برخلاف اس کے جو شخص سچا دیندار ہوگا وہ ہمیشہ اپنے دل کو لوگوں کی باتوں کے سُننے کے لئے کھلا رکھیگا۔ ہر ایک بات پر غور کریگا۔ ہر چیز کی حقیقت اور ماہیت دریافت کرنے کی فکر میں رہیگا۔ ہر شئے کی وجوہات اور اسباب کو تحقیق کریگا مذہب اور شریعت کو اپنے مطالب کی تحصیل کا ذریعہ نہ قرار دیگا ✤

میں اس وقت قاضی صاحب کے مضمون پر ایک مختصر ریمارک کر دیتا ہوں تاکہ وہ اپنی اغلاط پر متنبہ ہو جاویں۔ مجھے مولٰنا عنایت رسول صاحب کی انصاف پسندی سے امید ہے کہ وہ قاضی صاحب کو (جو اُن کی شاگرد ہیں) ہرگز ایسے لچر مضامین کے لکھنے کی اجازت نہ دینگے ✤

قبل اس کے کہ میں اس ریمارک کو شروع کروں یہ تحقیق کر لینا کہ آیا جس طرح طوفان نوح کا قصہ توریت میں درج ہے۔ اسی طرح قرآن میں بھی ہے یا نہیں بہت ضرور ہے۔ کیونکہ قاضی جی اس کو زبان وحی جانتے ہیں۔ پس جہاں تک الفاظ قرآنی سے معلوم ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ ہرگز تمام روئے زمین پر طوفان نہیں آیا تھا بلکہ خاص قوم نوح تک منحصر تھا۔ اور تمام آیات قرآنی صاف کہہ رہی ہیں کہ اُنہیں کی قوم کے لوگ غرق ہوئے۔ کتب احادیث و تفاسیر میں جہاں خصائص نبوی کا بیان ہے وہاں یہ حدیث بھی منقول ہے کہ۔ میں تمام عالم پر بھیجا گیا اور دیگر انبیاء صرف اپنی ہی قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے۔ چنانچہ صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۲۰۲ باب جُعِلَتْ لِی الْاَرْضُ مَسْجِدًا میں اس قسم کی حدیث موجود ہے جس کو میں یہاں بقدر ضرورت

وعدہ ہے جب پیش کرینگے تو دیکھی جاویگی) تو پھر جواب کیا لکھنے بیٹھے تھے۔ یہ خیال کی شان ہے۔ کہ باوجودیکہ آپ زبان انگریزی سے محض بے بہرہ اور علوم جدیدہ سے بالکل ناواقف ہیں۔ اُس پر یہ حوصلہ کہ بیرسٹر صاحب جیسے قابل اور جامع شخص سے (جو نہ صرف زبان عربی و فارسی میں پوری لیاقت رکھتے ہیں بلکہ انگریزی و گریک و فرنچ وغیرہ کئی یوروپین زبانوں میں بھی ماہر کامل ہیں اور جنہوں نے اپنی عمر مبارک کا بہت بڑا حصہ علوم کے حاصل کرنے میں صرف کر دیا ہے اور اب بھی بوقت فرصت کتب بینی ان کی عادت میں داخل ہے) مقابلہ کو کھڑے ہوں۔ اں اگر بیرسٹر صاحب کے مضامین کا جواب لکھنے کی ایسی ہی جیب ٹک لگی ہے تو پہلے کچھ دنوں تک یوروپین زبانوں کو سیکھیں۔ پھر علوم جدیدہ کی کتابوں کو جی لگا کر پڑھیں بعدہٗ شوق سے خامہ فرسائی کریں فقط ٹیم کہدینا کہ "میں جوزا یا نہیں سمجھتا اس کا نام کچھ اور ہوگا انگریزی لہجہ سے جوزا یا ہوگیا"۔ یا یہ لکھ دینا کہ "برٹش میوزیم میں رکھنے سے وہ اینٹیں اصلی نہیں ہوسکتیں غالباً وہ اینٹیں مصنوعی ہوں کسی مطلب سے بنائی گئیں۔ ایسا اس قوم نے بہت کیا ان کو گیارہ اینٹیں بنا لینا کیا دشوار ہے"۔ کافی نہیں ہوسکتا اور نہ اس کو کوئی شخص جواب کہہ سکتا ہے۔ بلکہ جس کو اللہ تعالےٰ نے عقل و علم عطا فرمایا ہو وہ یہی کہیگا کہ قاضی صاحب لاجواب ہوگئے۔ وانتوں پسینا آگیا۔ جوش تعصب میں اوّل فوّل بکنے لگے۔

امام غزالی علیہ الرحمۃ نے ایسے ہی لوگوں کے باب میں فرمایا ہے کہ:۔

متعصب کا یہ حال ہے کہ وہ جانتا ہے کہ میں اپنے دین میں کامل اپنے مذہب میں مضبوط اور شریعت پر قائم ہوں۔ حالانکہ جس طور سے وہ دین اور مذہب پر چلتا ہے اور جس طرح پر وہ شریعت کو لیتا ہے اُس میں وہ برسر خطا ہے۔ ایسا شخص اپنے توہمات اور خیالات کو یقینیات سمجھتا ہے۔ جس قدر جھوٹے تخیلات دینی خود اُس کے دل میں پیدا ہوتے ہیں وہ بوجہ تعصب اُس کی نظروں میں سچے عقاید کی صورت پر دکھلائی دیتے ہیں۔ اور تعصب نے اُس کے دل پر ایسا استحکام قبضہ کرلیا ہے کہ انصاف اور غور اور فہم کی رسائی بھی اُس تک نہیں ہوتی اُس کی آنکھوں کے سامنے تعصب مثل ایک کثیف غبار کے چھایا رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ کسی شئے کی حقیقت سے واقف نہیں ہوسکتا۔ اور جس کسی کو اپنے جیسا سخت اور متعصب

پہلا آیہ۔ ولقد ارسلنا نوحًا الیٰ قومہ فلبث فیھم الف سنة الا خمسین عاما فاخذھم الطوفان وھم ظالمون ○

ظاہر ہے کہ اس آیت میں ھُم کی ضمیر اُن لوگوں کی طرف راجع ہے۔ جو قوم نوح ؑ سے تھے۔ پس صاف ثابت ہو گیا کہ فاخذھم الطوفان سے بجز قوم نوح ؑ کے آدمیوں کے دوسرے کسی پر بھی طوفان کا آنا ثابت نہیں ہو سکتا ✦

دوسرا آیہ۔ سورۂ ھُود میں ہے۔ واوحی الیٰ نوح انہ لن یؤمن من قومك الا من امن فلا تبتئس بما کانوا یفعلون ○ واصنع الفلك باعیننا ووحینا ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انھم مغرقون ○

جو شخص کچھ بھی عربی عبارت سمجھ سکتا ہو وہ ضرور اس بات کا اقرار کریگا کہ انھم مغرقون سے بھی قوم نوح ؑ کے لوگ مراد ہیں۔ اگر اس کو بھی نہ مانئے تو اس کے بعد کا آیہ سُنئے ✦

تیسرا آیہ۔ ویصنع الفلك وکلما مر علیہ ملاء من قومہ سخروا منہ قال ان تسخروا منا فانا نسخر منکم کما تسخرون ○

اس آیہ میں صاف یہ بات موجود ہے کہ جب کشتی بنانے میں حضرت نوح علیہ السلام مشغول تھے تو ان کی قوم کے لوگ جو اُن کی نبوت کے منکر تھے جب اُس راستہ سے ہو کر گذرتے تو نوح ؑ سے تمسخر کرتے۔ جس کے جواب میں نوح ؑ نے کہا کہ اگر تم لوگ مجھ پر ہنستے ہو تو میں بھی تم پر اُسی طرح (جب طوفان سے غرق ہونے لگو گے تو) ہنسونگا۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی عقل اور انصاف عطا کیا ہوگا۔ وہ بالضرور یہی سمجھیگا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے کشتی بنانے پر اُنہیں کی قوم کے لوگ ہنستے تھے اور حضرت نوح علیہ السلام نے صرف انھیں لوگوں کو یہ جواب دیا تھا۔ اور یہ ہنسنے والے ایک یا دس یا سو شہروں یا ایک ملک کے لوگ تھے کہ جب کوئی اُن میں کا اُس طرف سے گذرتا تو تمسخر کرتا۔ کچھ ساری دنیا کے لوگ تو اُن کی قوم سے تھے نہیں اور نہ تمام دنیا کے لوگ اُس راستہ سے گذرتے ہونگے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم محققین یورپ کے قول کو نہ مانیں اور

نقل کرتا ہوں ۔ عن عبد اللہ الانصاری قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اعطیت خمسًا لم یعطھن احد قبلی کان کل نبی یبعث الی قومہ خاصۃ وبعثت الی کل احمر واسود ۔ الحدیث ۔ پس جبکہ اور انبیا خاص اپنی ہی قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے تو یقیناً وحتماً حضرت نوح بھی اسی طرح بھیجے گئے ۔ اور جب وہ خاص اپنی ہی قوم کی طرف بھیجے گئے تو خاص انہیں کی قوم نے نافرمانی بھی کی اور جب خاص انہیں کی قوم نے نافرمانی کی اور اُن پر ایمان نہ لائے تو عقل بھی اس بات کو ہرگز قبول نہیں کرتی کہ ایسا عذاب طوفانی آیا ہو جس نے تمام دنیا و مافیہا اور کل دیگر اقوام کو (جن پر حضرت نوح نہ تو آئے تھے ۔ اور نہ انہوں نے نوح کی بات نہ مانی) غرق کر کے نیست و نابود کر دیا ہو ۔ یہ امر کہ مثل دیگر انبیا کے حضرت نوح بھی خاص اپنی ہی قوم پر بھیجے گئے قرآن سے بخوبی ثابت ہے ۔ چنانچہ سورہ ہود میں ہے :۔

پہلا آیہ ۔ ولقد ارسلنا نوحًا الی قومہ انی لکم نذیر مبین ۝ الآیہ +

دوسرا آیہ ۔ قال یاقوم ارایتم ان کنت علی بینۃ من ربی ۔ الآیہ +

تیسرا آیہ ۔ ویاقوم لا اسئلکم علیہ مالا ۔ الآیہ +

چوتھا آیہ ۔ ویاقوم من ینصرنی من اللہ ان طردتھم افلا تذکرون ۝ الآیہ +

پانچواں آیہ ۔ سورہ نوح میں ہے ۔ انا ارسلنا نوحًا الی قومہ ان انذر قومک من قبل ان یاتیھم عذاب الیم ۝ قال یاقوم انی لکم نذیر مبین ۝ الآیہ +

اِن آیات پر جو شخص کچھ بھی غور کریگا وہ بخوبی سمجھ جاویگا کہ حضرت نوح خاص اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے اور خاص اپنی ہی قوم کو عذاب الٰہی سے ڈراتے تھے ۔ سورہ ہود میں دو رکوع خاص انہیں حضرت کے بیان میں ہے ۔ جن میں اُن کی قوم اور اُن سے جو گفتگو ہوئی ہے اس کو اللہ تعالےٰ نے بہ تفصیل بیان فرمایا ہے ۔ جن میں سے چند آیتیں اوپر نقل ہو چکیں باقی آگے آویگی ۔ اب رہی یہ بات کہ طوفان کس پر آیا ۔ اور کون قوم غرق ہوئی ۔ تو وہ بھی قرآن سے ثابت ہے ۔ چنانچہ سورہ عنکبوت میں ہے :۔

بعضی تعجب ہے تو اب اُس کے اقسام سے بھی آگاہ ہوجانا ضرور ہے۔ پس جاننا چاہئے کہ جمیع اہل اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ تحریف کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تحریف لفظی جیسے اگر کسی جگہ لفظ محبوب لکھا ہُوا ہو اور اُس کو کوئی مجوُب بنا دے وغیرہ وغیرہ تو اس کو تحریف کہینگے دوسری تحریف معنوی جس کو تاویل باطل بھی کہتے ہیں تحریف کی یہ دو قسمیں جو میں نے بیان کیں اگرچہ یہ اس قدر مشہور ہیں کہ ان پر دلیل قائم کرنے کی کوئی حاجت نہیں مگر چونکہ خطاب ایسے شخص سے ہے۔ جس کو ان اقسام سے خبر نہیں ہے۔ لہذا میں یہ کہتا ہوں کہ میرے بیان کی تصدیق کتابوں سے ہوتی ہے۔ چنانچہ تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۱۰۴ میں ہے۔ ان التحریف اما ان یکون فی اللفظ او فی المعنیٰ و حمل التحریف علی تغیر اللفظ اولیٰ من حملہ علی تغیر المعنیٰ۔ انتہیٰ۔ اور شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اپنی تفسیر فتح العزیز۔ صفحہ ۲۹۸۔ آیت۔ یسمعون کلام اللہ ثم یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ ثم یحرفونہ۔ یعنی باز تحریف می کردند آں کلام را گاہے بتغیر لفظی چنانچہ بجاے ابیض کہ در بیان شمائل پیغمبر ما بود آدم ساختند بجاے ربعہ تا ملا الی الطول طوالاً نوشتند و گاہے بتاویل فاسد چنانچہ فضائل و کرامات امت مصطفوی را و صلاح و خوبی او صلاح ایشاں را کہ در توریت و زبور منصوص است حمل بر انتظام دنیوی و موافقت تدبیر ایشاں با تقدیر و تسلط و غلبہ و اقبال ظاہری نمودند۔ من بعد ما عقلوہ۔ یعنی بعد از انکہ فہمیدہ بودند لفظ و معنی آں کلام را زیرا کہ اگر ایشاں را در شنیدن لفظ آنکلام شبہ می افتاد و بجاے لفظے لفظ دیگر فہمیدند یا در معنی آں خطا می شد کہ معنی غیر مراد از اں لفظ می فہمند۔ البتہ معذور می شدند۔ لیکن اینہا بعد از فہمیدن و سنجیدن لفظے دیگر آوردند کہ اصلاً آں لفظ شبیہ بلفظ توریت نبود یا معنی دیگر تراشیدند کہ اصلاً آں لفظ براں دلالت نداشت۔ وھم یعلمون۔ یعنی و ایشاں می دانستند در وقت تحریف نیز کہ ایں لفظ غیر لفظ توریت است یا ایں معنی اصلا مراد الہٰی نیست۔ پس ہیچ وجہ دریں تحریف معذور نبودند زیرا کہ عذر در تحریف کلام ہمیں دو وجہ میتواند شُد

قرآن کی آیات کے معنی کو سائنس کے خلاف کہیں اور ایک محرف کتاب یعنی توریت کے (جس کا محرف ہونا ہم بسط کے ساتھ آگے ثابت کرینگے) قصہ کو سچ بنانے کے لئے تمام علوم جدیدہ کو باطل قرار دیکر آیات بینات کے انکار پر کمر باندھیں۔ علاوہ بریں ہمارے اس دعوے کی (کہ تمام روئے زمین پر طوفان نہیں آیا) تصدیق خود قاضی جی کے قول سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ "توریت میں لکھا ہے کہ اکثر بلاد تہ آب ہو گئے تھے"۔ ساری دنیا اور "اکثر بلاد" ان دو الفاظ میں جس قدر فرق ہے اُس کو ایک انشاء خلیفہ کا پڑھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے۔ مگر افسوس کہ قاضی جی نہیں سمجھتے۔ اور جب کہ بقول اُن کے خود توریت سے اکثر بلاد کا تہ آب ہونا ثابت ہوا تو یہ دعوے کہ "جملہ مورخین کہتے ہیں کہ تمام زمین پر طوفان آیا"۔ مدعی سست و گواہ چست کا مصداق ہے۔ اگر محققین یورپ بقول اُن کے ملحد اور جھوٹے ہیں تو اُنہیں جانے دیں۔ اور قرآن کا ماننا اُن کے نزدیک مقتضائے ایمان نہیں ہے تو اُس کو بیرسٹر صاحب کے لئے چھوڑ دیں۔ مگر اپنی مقبولہ۔ مستندہ۔ صحیحہ۔ غیر محرفہ اور چھ لاکھ آدمیوں کے سامنے کی لکھی ہوئی توریت کو تو مانیں اور دیکھیں کہ وہ کیا کہتی ہے ؂

میرا ارادہ تھا کہ قاضی صاحب کے پورے مضمون پر ریمارک کروں۔ لیکن چونکہ ۲۵- مارچ کے الوقت میں بیرسٹر صاحب نے ارقام فرمایا ہے کہ اُس کا جواب ہم اپنے مضمون کے آخر میں دینگے۔ لہذا میں نے اپنے ارادہ کو فسخ کر دیا۔ ہاں چونکہ میں نے اس تحریر میں کچھ دُور اوپر وعدہ کیا ہے کہ توریت کا محرف ہونا ہم بسط کے ساتھ آگے ثابت کرینگے۔ اس لئے اس کو ایفا کرنا ضرور ہے۔ مگر قبل اس سے کہ میں اس امر کو ثابت کروں پہلے یہ ضرور ہے کہ تحریف کے معنی اور اقسام کو بیان کر دوں ؂

قاموس اور صراح میں تحریف کو بمعنی تغیر لکھا ہے۔ اور تفسیر ابن عباس کے صفحہ ۱۰ و ۸۶ و ۸۹ میں یُحَرِّفُونَ کو بمعنی یُغَیِّرُوْنَ لکھا ہے۔ اور تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۱۰۴ میں ہے التحریف التغیر والتبدیل واصلہ من الانحراف عن الشئ والتحرف عنہ۔ جب یہ امر منقح ہو گیا کہ تحریف

کتاب الخلائق اور سفر الخلیقہ اور عبرانی میں برآشیت اور انگریزی میں جینیسیس کہتے ہیں + دوم - کتاب خروج جسے سفر الخروج اور عبرانی میں سموت اور انگریزی میں اکسودس کہتے ہیں + سوم - کتاب احبار جسے کتاب قوانین اور سفر اللاویین اور عبرانی میں ویقرا اور انگریزی میں لوٹیکس کہتے ہیں + چہارم - کتاب شمار جسے سفر العدد اور عبرانی میں بمدبر اور انگریزی میں نمبرس کہتے ہیں + پنجم کتاب تکرار جسے تثنیۃ الاشتراع اور سفر الاستثنا اور عبرانی میں دبریم اور انگریزی میں ڈیوٹرانمی کہتے ہیں - ان کتب خمسہ کے مجموعہ کو پنٹاٹیوک[1] بھی کہتے ہیں - باقی رسائل کے صرف وہی نام لکھتا ہوں جو اکثر تراجم میں لکھے ہیں + ششم کتاب یوشع + ہفتم - کتاب القضاۃ + ہشتم - کتاب راعوث + نہم - کتاب اول صموئیل + دہم - کتاب دوم صموئیل + یازدہم - کتاب اول ملوک دوازدہم - کتاب دوم ملوک + سیزدہم - کتاب اول اخبار الایام + چہاردہم - کتاب دوم اخبار الایام + پانزدہم کتاب اول عسزرا + شانزدہم - کتاب دوم عزرا - جسے کتاب نحمیا بھی کہتے ہیں + ہفدہم - کتاب استیر + ہیژدہم - کتاب ایوب + نوزدہم زبور + بستم - امثال سلیمان + بست و یکم - کتاب جامع + بست و دوم نشید الانشاد + بست و سوم - کتاب اشعیا + بست و چہارم - کتاب ارمیا + بست و پنجم مراثی ارمیا + بست و ششم - کتاب حزقیل + بست و ہفتم - کتاب دانیال + بست و ہشتم - کتاب ہوشع + بست و نہم - کتاب یوئیل + سیم - کتاب عاموص + سی و یکم - کتاب عوبدیا + سی و دوم - کتاب یونان + سی و سوم - کتاب میخا + سی و چہارم - کتاب ناحوم + سی و پنجم - کتاب حبقوق + سی و ششم - کتاب صفونیا + سی و ہفتم حجی + سی و ہشتم - کتاب زکریا + سی و نہم - ملاخیا +

اس مجموعہ کا نام **توریت** ہے بطور تسمیۃ الکل باسم الجزء - یہ مجموعہ

[1] یہ یونانی لفظ ہے دیکھو ہارن صاحب کا انٹروڈکشن جلد ۲ صفحہ ۱ + محمد عبدالحق ۱۲

یا در وقت شنیدن کلام لفظ و معنی را نیک نفہمد یا در وقت نقل آں کلام لفظ و معنی از خاطر میرود و ایشاں را ازیں دو عذر یکے ہم نبود پس ایشاں مورد ہماں مثل شدند کہ شخصے در ہجو نویسندہ گفتہ است کہ یسمع غیر ما یقال لہ - ویفہم غیر مایسمع - ویکتب غیر ما یفہم - ویقرء غیر ما یکتب - ویترجم غیر ما یقرء (الٰی ان قال) و در روایات آمدہ کہ چوں حضرت موسٰی علیہ السّلام برائے تصدیق احکام توریت جماعہ را از بنی اسرائیل کہ ہفتاد کس بودند ہمراہ خود بردند و آنہا بے واسطہ امر و نہی آلہی را شنیدند و باز در لشکر و قوم خود آمدند گفتند کہ ما در آخر کلام انہم شنیدہ بودیم - کہ ان استطعتم ان تفعلوا ہذہ الاشیاء فافعلوا و ان لم تفعلوا فلا باس - پس ایں الفاظ را از طرف خود افزودند و کلامے را کہ شنیدہ بودند از ایجاب بتخییر محرف ساختند انتہٰے اور تحفہ اثنا عشریہ - صفحہ ۱۱۸ - میں فرماتے ہیں - کید پنجاہ و چہارم آنکہ جمعے از علماء ایشاں در کتب کلامیہ باب مطاعن صحابہ را جدا نویسند و از احادیث صحاح و حسان و ضعاف اہلسنت در اثبات آں مطاعن تمسک جویند با دنے تحریف در لفظ یا در معنی انتہٰے - اور مولوی حیدر علی صاحب مرحوم نے بھی ازالۃ الغین میں ایسا ہی لکھا ہے ؛

عبارات منقولہ بالا سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ تحریف کی دو قسمیں ہیں - بلکہ شاہ عبدالعزیز صاحب کی عبارت نے اس امر کی بھی بہت اچھی طرح توضیح کر دی ہے کہ یہود نے دو نو قسم کی تحریفیں توریت میں کیں - اب اس امر پر بھی واقف ہو جانا واجبات سے ہے کہ توریت و انجیل کے مجموعہ کو ببیل کہتے ہیں یعنی ببیل دو مجموعوں کے مجموع کا نام ہے - اس مجموعہ کی دو قسمیں ہیں - قسم اول وہ ہے جو کہ تمام فرقہا ئے مختلفہ نصاریٰ کے نزدیک مسلّم اور مفترض التسلیم ہے اس کو عہد عتیق یا عہد قدیم کہتے ہیں - اور قسم دوم وہ ہے جو کہ فقط تمام فرقہائے مختلفہ نصاریٰ کے نزدیک مسلّم اور مفترض التسلیم ہے اور یہود اُس کو نہیں مانتے ؛ قسم اول کے مجموعہ کے رسائل کی فہرست یہ ہے :-

اول کتاب موسٰے ؑ جس میں پانچ کتابیں ہیں - اول کتاب پیدائش جسے

نمبر ۱۔ کتاب خروج باب ۱۶۔ ورس ۳۵ میں ہے کہ "کنعان میں پہنچنے تک من کھاتے رہے"۔ حالانکہ اسی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ موسٰے علیہ السلام کنعان میں پہنچنے سے قبل انتقال فرما چکے تھے +

نمبر ۲۔ ارمیا نبی کی کتاب کے باب ۵۔ ورس ۱۱ نسخہ مطبوعہ ۱۸۱۱ء میں ہے کہ "بنی اسرائیل نے میری نافرمانی کی اور یہودیوں نے خدا پر جھوٹ باندھا"۔ اور نسخہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں یہی ورس یوں ہے کہ "خاندان اسرائیل اور خاندان یہودا نے میرے ساتھ بیوفائی کی"۔ دیکھو دو نسخوں میں کتنا بڑا فرق ہو گیا۔ تحریف اسی کا نام ہے +

نمبر ۳۔ اسی کتاب کے باب ۶۔ ورس ۱۳۔ نسخہ مطبوعہ ۱۸۱۱ء میں ہے کہ "تمام بنی اسرائیل نے چھوٹے سے بڑے تک پورے گناہ گئے اور امام سے نبی تک سب نے جھوٹی باتیں بنائیں"۔ یہ ورس باشارۃ النص گواہی دیتا ہے کہ خدا کی شریعت میں جھوٹ کی آمیزش ہوئی ورنہ کاہن اور نبی کے ذکر کی حاجت کیا تھی اور یہ بھی متحقق ہوا کہ سب کے سب ضلالت پر متفق ہو گئے تھے +

نمبر ۴۔ اور اسی باب کے ورس ۳۶ میں ہے کہ "میرے خدا کے کلام کو بدل دیا"۔ اس سے بڑھ کر اور کونسا ثبوت تحریف کا درکار ہے۔ اس جگہ پر نسخہ مطبوعہ ۱۸۱۱ء کو بھی ذری دیکھنا چاہئے کہ اس میں تحریف کی کیسی داد دی ہے اور سارا مضمون ہی بدل ڈالا ہے +

نمبر ۵۔ اشعیا کی کتاب باب ۲۴۔ ورس ۵ نسخہ مطبوعہ ۱۸۱۱ء میں ہے کہ "بنی اسرائیل نے خدا کی شریعت سے تجاوز کر کے توریت کی باتیں بدل ڈالیں"۔ ظاہر ہے کہ مطلق کسی گنہگار مسلمان یا گنہگار عیسائی کو یہ کہنا کہ تو نے قرآن یا انجیل کے احکام کو بدل ڈالا۔ اس وقت تک جب تک کہ وہ قرآن یا انجیل کی آیات اس کی اصلی وضع سے پھیر کر اپنے مطلب کے مطابق نہ لکھے ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا۔ دیکھو قرآن کا وہ دوسرا آیہ جو میں اپنے دوسری قسم کے دلائل میں آگے نقل کرونگا۔ اسی کی تصدیق کرتا ہے یا کسی اور امر کی

سوائے ایک رسالہ کے جو اصل دوسری زبان میں ہے۔ باقی کل زبان عبرانی میں ہیں۔ اور یہودیوں میں متداول اور بطلیموس کے وقت کا یونانی ترجمہ بھی متداول ہے۔ میں نے جو اس مجموعہ کے تمام رسالوں کے نام لکھ ڈالے ہیں۔ وہ اس لئے تاکہ ناظرین یا تمکین جب اُن کے اسماء سے واقف ہو جاوینگے تو آیندہ جہاں جہاں اس تحریر میں ان رسائل سے میں اپنے دعوے پر دلیل لاؤنگا اُن کو دیکھ کر زیادہ لطف اُٹھائینگے۔ ان اسفار خمسہ کا مجموعہ جو حضرت موسےٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہے اگرچہ قاضی صاحب (باوجود شہادت قرآن) اس کو غیر محرف جانتے ہیں۔ لیکن عیسائیوں نے جو بہ نسبت مسلمانوں کے اس کے زیادہ معتقد ہیں۔ اس بات پر اتفاق کر لیا ہے کہ سب کا سب وہ بجنسہ نہیں ہے جو حضرت موسےٰ علیہ السلام کو تختیوں پر لکھا ہؤا خدا نے عنایت فرمایا تھا ۔

جب تمام مذکورہ بالا امور ناظرین کے ذہن نشین ہو چکے۔ تو اب میں اپنے اصل مطلب کی جانب رجوع ہوتا ہوں اور تحریف توریت کو تین قسم کے دلائل سے ثابت کرتا ہوں :۔

ایک[۱] وہ دلائل ہیں جو توریت میں پائے جاتے ہیں دوسرے[۲] آیات قرآنی ۔ تیسرے[۳] ثقات علماء اسلام اور نصاریٰ کے اقوال ۔ اور چونکہ قاضی صاحب توریت کی تحریف معنوی کو خود تسلیم کرتے ہیں ۔ لہٰذا اُس کا ثابت کرنا فضول ہے۔ ہاں تحریف لفظی کو (جس کے وہ شدت کے ساتھ منکر ہیں) ثابت کرتا ہوں ۔ واللہ المستعان ۔

پہلی قسم کے دلائل

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف جو کتابیں منسوب ہیں اُن میں بشر کے کلام کا خدا کے کلام میں مخلوط ہونا بخوبی ثابت ہے اور میرے اس دعوے کی خود وہی کتابیں شاہد ہیں اور جو کوئی اس کے خلاف حکم کرے یعنی توریت موجودہ کو خدا کا اصلی اور غیر محرف کلام مانے ۔ اس کو لازم ہے کہ کوئی قطعی اور غیر محتمل دلیل پیش کرے ۔

یعنی التورٰیۃ - ثم یحرفونہ × کنعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم و آیۃ الرجم - او یاولونہ ویفسرونہ بما یشتہون - انتہی - علامہ بیضاوی کی اس عبارت میں جو جملہ - او یاولونہ الخ ہے اُس نے اس بات کو بخوبی ظاہر کردیا کہ تحریف بمعنی تغیر لفظی ہے - اور یہود نے تحریف لفظی کی - یعنی جو الفاظ نعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں تھے - بجاے اُن کے دوسرے الفاظ لکھ دیئے - اور تفسیر مسعودی صفحہ ۵۰۷ میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے - ھم الذین غیروا نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فے عصرہ و بدلوا آیۃ الرجم انتہی - جملہ - بدلوا آیۃ الرجم سے یہ امر بہت وضاحت کے ساتھ ثابت ہے کہ یہودیوں نے توریت میں لفظی تحریفیں کیں ❊

اور تفسیر ابن عباس صفحہ ۱۰ میں ہے - یسمعون کلام اللہ × قرأۃ موسی کلام اللہ - ثم یحرفونہ × یغیرونہ - انتہی - اور جب کہ ہم قبل ازیں ثابت کرچکے ہیں کہ تحریف کی دو قسمیں ہیں اور توریت میں دونو قسم کی تحریفیں ہوئیں تو جملہ یغیرونہ دو قسموں پر حاوی مانا جاویگا ❊

دوسرا آیہ - پارہ ۶ - سورہ مائدہ - وجعلنا قلوبھم قاسیۃ یحرفون الکلم عن مواضعہ - تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۶۱۰ میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے - یحرفون الکلم عن مواضعہ + وھذا التحریف یحتمل التاویل بالباطل ویحتمل التغیر اللفظ - انتہی - اور تفسیر ابن عباس صفحہ ۸۶ میں اسی آیت کی تفسیر میں مرقوم ہے - یغیرون صفۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ونعتہ الخ ❊

تیسرا آیہ - پارہ ۶ - سورہ مائدہ - یحرفون الکلم من بعد مواضعہ - تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۶۳۳ میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے ای وضعوا الجلد مکان الرجم - اور تفسیر بیضاوی قلمی جلد اول میں ہے ای یمیلونہ عن مواضعہ التی وضعہ اللہ اما لفظاً باھمالہ او تغییر وضعہ واما معنی بحملہ علی غیر المراد واجرائہ فی غیر موردہ - انتہی ❊

اور اس آیہ کے یہی معنی ہیں یا کچھ دوسرے ۔

نمبر ۶ - کتاب پیدائش باب ۲ - ورس ۸ - نسخہ مطبوعہ ۱۸۱۱ء میں یوں ہے کہ "عدن میں پورب طرف خدا نے باغ لگایا"۔ اور یہی ورس نسخہ مطبوعہ ۱۸۲۵ء میں ہے کہ "خدا نے آبادی سے باہر نعمت کا باغ لگایا"۔ یہ تحریف نہیں تو کیا ہے ۔

نمبر ۷ - اسی کتاب کے باب ۳ - ورس ۵ - نسخہ مطبوعہ ۱۸۲۵ء میں ہے کہ "تم دونو مثل خداؤں کی ہو جاؤ گے"۔ اور یہی ورس نسخہ مطبوعہ ۱۸۱۱ء اس طرح پر ہے کہ "تم دونو مثل فرشتوں کی ہو جاؤ گے"۔ یہ تحریف نہیں تو کیا ہے ۔

نمبر ۸ - کتاب خروج باب ۶ - ورس ۲۰ - نسخہ مطبوعہ ۱۸۲۵ء میں ہے کہ "عمران نے یوخابد اپنے چچا کی بیٹی سے بیاہ کیا"۔ اور نسخہ مطبوعہ ۱۸۱۱ء و ۱۸۲۵ء و ۱۸۳۹ء میں یہی ورس یوں ہے کہ "عمرام نے اپنے باپ کی بہن یوخابد سے بیاہ کیا" دیکھو کہاں چچازاد بہن اور کہاں پھوپھی یہ تحریف نہیں تو کیا ہے ۔ علیٰ ہذالقیاس ایسے سینکڑوں دلائل خود توریت میں موجود ہیں جن سے تحریف لفظی اچھی طرح ثابت ہوتی ہے ۔ چونکہ اُن کل کے نقل کرنے بہت طوالت ہے لہذا میں نے اتنے ہی پر اکتفا کیا جو ایک حق پسند اور منصف مزاج کی تشفی خاطر کے لئے کافی ہیں ۔

دوسری قسم کے دلائل

پہلا آیہ - پارۂ اوّل سورۂ بقر - یسمعون کلام اللہ ثم یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون - امام فخر الدین رازی اور شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے جو کچھ اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے - ان کو میں قبل ازیں نقل کر چکا ہوں - اور اگرچہ توریت میں لفظی و معنوی تحریف ہونے کے ثبوت میں وہ دو شہادتیں کافی ہیں مگر ہم فقط اُن پر اکتفا نہ کر کے اور بھی چند تفاسیر معتبرہ سے اس کو ثابت کرتے ہیں ۔

تفسیر بیضاوی قلمی نسخہ ۱۱۰۲ ہجری جلد اوّل میں ہے - یسمعون کلام اللہ ×

نمبر ۲ - اور شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تفسیر فتح العزیز۔ جلد اول صفحہ ۳۰۱ میں اسی آیت کے تحت میں لکھتے ہیں۔ زیرا کہ ایشاں را ازیں تحریف خاطرداری رئیسان ودنیاداران خود منظور می شد یا گرفتن رشوت از جہال کہ موافق مطلب آنہا از کتاب روایات نوشتہ می دارند۔ انتہیٰ *

نمبر ۳ - اور پھر صفحہ ۳۰۳ میں ارقام فرماتے ہیں۔ نوشتن کلام محرف در کتاب محض برائے ہمیں بود۔ کہ نزد جاہلان بگویند۔ ھذا من عند اللہ۔ انتھیٰ *

نمبر ۴ - اور پھر تحریر کرتے ہیں۔ چوں کتابت ایشاں یکبار شد برفت وآں کلام محرف را در یک نسخہ نوشتہ گذاشتند۔ الی ان قال۔ ہر بار کہ طالب آں مضمون پیش ایشاں می آمد از ہماں نسخہ محرفہ نشان مے دادند انتہیٰ *

نمبر ۵ - مولوی حیدر علی صاحب مرحوم نے اپنی کتاب ازالۃ الغین کی جلد دوم صفحہ ۸۲۰ میں جہاں قرآن شریف کی صحت و تواتر اور غیر محرف تحریف لفظی ہونے کا دعوے کیا ہے اس کے آخر میں ارقام فرمایا ہے کہ۔ اصل قرآن مجید مجرد گشتہ وہر کس بلا اختلاف دانست کہ کلام باری عزوجل است کہ برآنحضرت نازل شدہ بود ومعنی انا لہ لحافظون مثل آفتاب رابغہ النہار عیاں شد۔ بخلاف کتب آسمانی دیگر کہ ایں محافظت برائے آں کجاست کہ ہرگاہ پرسیدہ شود نتواند بالیقین اصل کلام را نشان دادن وانہ اینجاست کہ بوقوع تحریف دراں قرآن مجید ناطق است۔ انتہٰے۔ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی ذی علم (سوائے جاہل مطلق کے) توریت میں وقوع تحریف لفظی سے کیونکر انکار کرسکتا ہے *

فصل دوم علماء نصاریٰ کے اقوال

نمبر ۱ - اربانوس ہشتم صاحب کلیسیائے روم قدیم نے ۱۶۲۵ء میں بہت سے علماء مسیحی حقانی اور زبان دان کو جمع کر کے جو بیبل عربی اور لاطینی

اور تفسیر مسعودی صفحہ ۵۷۶ میں ہے۔ ای ٹیپلونہ ویزیلونہ عن مواضعہ بعد ان وضعہ اللہ تعالیٰ فیہا اما لفظاً باھمالہ او تغیر وضعہ واما معنی بحملہ علی غیر المراد واجرائہ فی غیر موردہ۔ انتھٰی۔ اور ایسا ہی تفسیر مدارک صفحہ ۱۶۳ میں ہے۔ جس شخص کو اللہ تعالےٰ نے کچھ بھی عقل اور فہم عطا فرمائی ہوگی۔ وہ ان آیات کو دیکھ کر توریت کی تحریف لفظی اور معنوی میں کسی قسم کا کچھ بھی شبہ نہ کریگا۔ ہاں آنکھوں پر دیوار اُٹھانیکا علاج میرے پاس نہیں ہے ٭ ط

تیسری قسم کے دلائل

اس کی دو فصلیں ہیں ٭

فصل اوّل علماء اسلام کے اقوال

آیات ثلاثہ منقولہ بالا کی تفسیر میں جو عبارتیں میں نے نقل کیں گو وہ بھی علماء اسلام کے اقوال ہیں۔ مگر میں اس جگہ اور بھی خاصکر چند عبارات علماء کی نقل کرتا ہوں ٭

نمبر ۱۔ علامہ ابی سعود اپنی تفسیر مسعودی صفحہ ۵۹۱ میں بذیل آیہ الذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ تحریر فرماتے ہیں۔ فعمدوا الیٰ صفۃ النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم فی التورٰیۃ وکانت ھی فیہا حسن الوجہ حسن الشعر اکحل العینین ربعۃ فغیروھا وکتبوا مکانہا طوال ازرق سبط الشعر انتھٰی جملہ۔ فغیروھا وکتبوا مکانھا۔ الخ بآواز بلند منادی ہے کہ یہود نے اُن الفاظ کو جو صفات آنحضرت صلےاللہ علیہ وسلم میں مندرج توریت تھے تحریف کرکے بجائے اُن کے لیسے دوسرے الفاظ جن سے مذمت اور ہجو ٹپکتی ہو لکھ دئے۔ ناظرین ذری غور کریں کہ اس تغیر کو تحریف لفظی نہیں تو کیا تحریف معنوی (یعنی تاویل) کہینگے ؟ لا واللہ ثم لا واللہ ٭

مستوداً فی بعض نسخ الکتاب المذکورۃ اما عند الروم واما عند غیرهم من الطوایف (الی ان قال) وکذلک فی اصل العبرانی والیونانی نقصٌ یسیرٌ وغلط صغیرٌ وتکاد یوجد کتاب من الکتاب وان کان هو صحیحاً کاملاً الا وفیه غلطٌ او نقصٌ - الی اخر المقدمة *

خلاصہ تمام مقدمہ کا یہ ہے - کہ بیبل کے تراجم جو مشہور ہو رہے ہیں اُن میں کچھ نقصان ہوا ہے اور ایسا ہی اصل عبرانی اور یونانی (یعنی توریت و انجیل) میں بھی نقصان اور غلطیاں ہیں اور یہ باتیں صرف تراجم تک محدود نہیں ہیں بلکہ اصل توریت و انجیل کا بھی (جو عبرانی اور یونانی میں ہیں) یہی حال ہے *

نمبر ۲ - اور ہارن صاحب جلد اول صفحہ ۹۸ میں لکھتے ہیں کہ توریت میں الحاقی فقرات بکثرت ہیں - اور جلد دوم صفحہ ۴۴۵ میں توریت کی بابت لکھتے ہیں کہ عبرانی نسخہ میں کچھ مقامات محرف ہیں *

نمبر ۳ - کینی کاٹ کا قول ہے کہ محققین بیبل کو چاہئے کہ یہودیوں کو تحریف کا الزام دیں - اور سامریوں کی عبارت اصل ہے - چنانچہ اس کا حال ہارن صاحب نے صفحہ ۱۴ میں لکھا ہے *

نمبر ۴ - اسی کینی کاٹ نے کتاب اول صمویل کے باب ۱۷ - ورس ۱۲ تا ۳۱ کو الحاقی اور قابل الاخراج کہا ہے - اور لکھا ہے کہ جب ہمارے ترجمہ کی از سر نو تصحیح کی جاوے تو ان ورسوں کو داخل نہ کرنا چاہئے - چنانچہ بشپ ہارسلی نے جلد اول صفحہ ۳۳۰ میں لکھا ہے *

نمبر ۵ - بشپ ہارسلی نے عہد عتیق کے اکثر نسخوں میں بہت مقامات کو الحاقی قرار دیا ہے - اور بہت جگہ تحریف کا اقرار کیا ہے - جیسے کتاب سفر العدو باب ۲۶ ورس ۳ و ۴ - اور کتاب القضاۃ باب ۱۲ - ورس ۱۴ - اور کتاب یوشع باب ۱۳ - ورس ۷ و ۸ و ۲۵ - اور کتاب اول صمویل باب ۳۰ ورس ۲۰ - اور کتاب دوم صمویل باب ۴ ورس ۶ وغیرہ وغیرہ کو محرف کہا ہے - اور کتاب یوشع - باب ۳ ورس ۱۲ - اور باب ۱۰ ورس ۱۵ - اور باب ۱۳ ورس ۱۴ - اور کتاب القضاۃ باب اول ورس ۱ تا ۶ وغیرہ کو الحاقی لکھا ہے *

زبانوں میں لکھوایا ہے اس پر اُس نے بیبل کے صفات میں ایک مقدمہ بھی لکھا ہے جس میں اس بات کا صاف اقرار کیا ہے کہ بیبل کی اصل کتابوں میں (جو عبرانی یعنی عہد قدیم کی کتابیں اور جو یونانی یعنی اناجیل) کچھ نقصان۔ فساد اور خرابیاں واقع ہو گئی ہیں جب کہ بیبل کا موئد نقصان اور خرابیوں کا مقر ہے تو اب اُس کے محرف ہونے میں کیا شبہ رہا۔ چونکہ وہ مقدمہ بہت طویل ہے لہذا میں اس کو پورا نہیں نقل کر سکتا۔ ہاں تھوڑی سی عبارت بجنسہ درج ذیل کرتا ہوں جس کو زیادہ شوق ہو وہ اصل کتاب میں دیکھ لے ۔

واضح ہو کہ اس مقدمہ کی عبارت میں نحوی اور صرفی اغلاط اور لفظی و معنوی تعقیدات بکثرت ہیں اس لئے میں اہل علم ناظرین کی خدمات میں گذارش کر دیتا ہوں کہ عبارت منقولہ ذیل میں جس قدر اپنی خطائیں پائیں ان کو میری غلطی پر محمول نہ فرمائیں۔ بلکہ سمجھیں کہ اصل کتاب میں یونہیں لکھا تھا جس کو میں نے بجنسہ نقل کر دیا ہے۔ وہ عبارت یہ ہے ۔

مُقدمہ

فاما ذلك الكلام الذي انزله الله سبحانه فكتبته اولا انبياء والرسل بلغاتهم كلواحدٍ منهم بلغة بلدته وقومه ثم من بعدهم نقل الى السنة مختلفة ليعرف جميع الامم ما اوحى به الله لخلاصهم اجمعين وان كان في نسخة المقبولة اختلاف الكلمات كاختلاف اللغات لكثرة المعاني التي لكل واحدة من الكلمات في اصلها لكن لكلهن حكم واحد فيما يلي الحقيقة وليس فيه شيء مضادلها خاصة في هذه النسخة العامة المعروفة التي يستعملها الكنيسة المقدسة الرسولية الجامعة الرومانية فانها لا في المعاني فقط بل وفي اكثر الالفاظ يوافق المتن الاصلي اي العبراني واليوناني ومعذلك كله لعلك تجد شيئاً ناقصاً

لفظی و معنوی تحریفیں کیں۔ وہ بھی اس طرح سے کہ تمیز مشکل ہوگئی۔ تو جب تک یہ التباس رفع اور تمیز اُس میں آشکارا نہ ہو۔ اُس وقت تک کوئی شخص اس کے مرتبہ کو خدا کے کلام کے مرتبہ کے برابر نہیں جان سکتا۔ بلکہ سارے توریت کو اُس اعتبار سے جو خدا کے کلام کے لیئے ہونا چاہئے ساقط جانیگا۔ اور جیسے سند متصل سے قرآن پاک کے ہر ہر لفظ کی صحت و تواتر حتماً و یقیناً ثابت ہے جب تک ویسی ہی سند سے قاضی صاحب اپنی موجودہ توریت کی صحت ثابت نہ کردیں۔ اس وقت تک قصہ طوفان نوح ہم کو جس طرح توریت موجودہ میں درج ہے (عام ازینکہ عبرانی توریت میں ہو۔ یا عربی و انگریزی و فارسی وارد و میں) ہم کیونکر صحیح جان سکتے ہیں اور کیسے اس کو تحریف یا الحاق فی التوریت کا نتیجہ نہیں مان سکتے۔ جب کہ خدا کے فضل سے میں نے توریت کی تحریف لفظی و معنوی کو (ایسے دلائل سے جن سے کوئی منصف مزاج مسلمان انکار نہیں کرسکتا) ثابت کردیا تو اب میں قاضی صاحب کے چند دیگر دعاوی باطلہ کی جانب (جو اسی توریت کے متعلق ہیں) رجوع ہو کر اُن پر بھی ریمارک کرکے اس تحریر کو ختم کئے دیتا ہوں ؎

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ (توریت) جب جب نازل ہوا۔ قوم کو سنایا گیا۔ اور قلمبند ہوا۔ اور مرتب ہوا۔ ایک صندوق میں رکھا گیا۔ یعنی اسرائیل بوقت جنگ اُسے لشکر کے سامنے رکھ کر لڑتے تھے ؎

میں کہتا ہوں کہ بالفرض اگر توریت کی ترتیب خود حضرت موسےٰ علیہ السلام نے کی اور ایک کتاب طیار کرکے صندوق میں رکھ دی تو اس سے یہ کیونکر ثابت ہوگیا کہ موجودہ توریت اسی توریت کی (جو حضرت موسےٰ علیہ السلام نے لکھ کر صندوق میں رکھی تھی) نقل کالاصل ہے۔ خصوصاً جب کہ یہ بات ثابت ہے کہ جب وہ صندوق کھولا گیا تو وہ کتاب اس میں نہیں پائی گئی۔ چنانچہ کتاب اول صموئیل کے باب ۴ و ۵ و ۶ و ۷ سے ظاہر ہے کہ جس صندوق کو حضرت موسےٰ علیہ السلام نے بڑے طمطراق سے بنا کر سونے سے منڈھا تھا اور اس کی مجاورت کے احکام و برکات بیان کئے تھے۔ اب اس کا نشان اور پتہ بھی نہیں ملتا۔ اس صندوق میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لکھی ہوئی کتاب رکھی تھی۔ فلسطانی کافر اس صندوق کو لوٹ میں اُٹھا لے گئے

نمبر ۶ - جسٹن اور اگسٹائن اور کریزاسسٹم وغیرہ نے یہودیوں کو عہد عتیق میں تحریف کرنے کا الزام دیا ہے ❊

نمبر ۷ - پادری فنڈر اپنے خط مرقومہ ۸ - اپریل ۱۸۵۴ء میں لکھتے ہیں کہ کاتبان وغیرہ نے حروف و الفاظ و نقاط اور بعض آیات میں تحریف و تبدیل کیا ہے ❊

نمبر ۸ - مسٹر ریس نے اپنی کتاب انسائکلوپیڈیا کی جلد ۱۹ میں لکھا ہے کہ لوگوں نے کتب مقدسہ تمام و کمال الہامی ہونے کی نسبت کلام کیا ہے - کیونکہ مولفین کے افعال و ملفوظات میں غلطیاں اور اختلافات ہیں ❊

نمبر ۹ - مسٹر ہارن نے جلد اول صفحہ ۲۴۸ میں لکھا ہے کہ جب ہم کہیں کہ کتب مقدسہ خدا کے کلام ہیں - تو ہماری یہ مراد نہیں ہے کہ وہ کل کلام خدا کی زبان سے نکلے یا خدا نے لکھوایا - یا ہر چیز جو ان میں ہے کلام الٰہی ہے (الی ان قال) بلکہ بعض نیک آدمیوں کا کلام ہے - بعض شریر کا اور بعض شیاطین کا ❊

پس اب ناظرین انصاف کریں کہ دلائل منقولہ بالا کے موجب کوئی دقیقہ توریت میں تحریف ہونے کا باقی نہ رہا - کیونکہ تحریف کی جتنی صورتیں وہم و قیاس میں گذر سکتی ہیں - اُن سب کے بیانات ان تینوں قسم کے دلائل میں موجود ہیں - اور ہر طرح یہ امر کافی طور پر علماء نے پایہ ثبوت کو پہنچادیا ہے کہ توریت میں ہر قسم کی تحریفیں ہوئیں اور دین داروں اور بد دینوں اور شیاطین سب نے اس میں قصداً تحریفیں کیں - کبھی تو جو لفظ نعت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم میں تھے اُن کو بدل کر ایسے الفاظ لکھ دئیے جن سے ہجو اور مذمت ظاہر ہوتی ہے - کبھی محققین نے عبارت کو قاعدہ کے خلاف سمجھ کر کچھ کا کچھ بنا دیا کبھی غیر فصیح عبارت کو فصیح بنایا - کبھی دین داروں نے اپنے مطلب کے موافق تحریف کی - اور کبھی بے دینوں اور شیاطین نے کتاب کو بگاڑ کر اس کی مٹی خراب کردی - تو پھر اب کونسی صورت تحریف لفظی اور تحریف معنوی کی (یعنی تاویل باطل) باقی رہگئی جو قاضی صاحب تحریف کو سوائے تاویل کے اور کسی دوسرے معنی میں نہیں مانتے ❊

جب یہ امر متحقق ہوگیا کہ یہودیوں نے توریت میں واہی تباہی باتیں ملادیں اور

کہ قاضی صاحب نے بیبل کے کل رسائل کو بخوبی نہیں دیکھا ہے۔ ورنہ توریت موجودہ کو حضرت موسےٰ علیہ السلام کے وقت کی لکھی ہوئی ہرگز قرار نہ دیتے۔ اگر قاضی صاحب موجودہ توریت کو وہی تورات سمجھتے ہیں جو حضرت موسےٰ علیہ السلام نے لکھی تھی۔ تو بڑی قباحتیں لازم آوینگے۔ اور مہمل روایتیں جو اس میں بھری پڑی ہیں اُن کا کوئی معقول جواب قاضی صاحب سے بنائے نہ بنیگا۔ چنانچہ کتاب خروج باب ۳۲ میں لکھا ہے کہ۔ ہارون نے سونے کا بچھڑا ڈھالکر بنی اسرائیل کے لئے معبود قرار دیا۔ اور اس پر نذریں چڑھانے کے لئے منادی کی۔ چنانچہ سب نے نذریں چڑھائیں۔ بعدہٗ ہارون نے اُن سب کو برہنہ کرایا کہ جس سے دشمنوں کے سامنے بڑی ہنسی ہوئی۔ یہواہ نے اس بات کی خبر موسےٰ علیہ السلام کو دی اور ہارون مورد غضب الٰہی ہوئے قاضی صاحب بتادیں کہ یہ روایت صحیح ہے یا نہیں۔ اگر صحیح ہے تو ان کو حضرت ہارون کے بانئے گوسالہ پرستی اور غیر معصوم ہونے کا اقرار کرنا ہوگا۔ ونعوذ باللہ من ذلک۔ اور اگر نہیں صحیح ہے تو معلوم ہؤا کہ ”جو توریت حضرت موسےٰ علیہ السلام کے وقت میں لکھی گئی وہ یہ نہیں ہے“۔ بلکہ نسخہ محرفہ ہے ؛

اور کتاب پیدائش کے باب ۲۷ میں لکھا ہے کہ۔ اسحٰق نے اپنی نابینائی کے زمانہ میں اپنے بڑے بیٹے عیص کو بلایا تاکہ اس کے حق میں برکت کی دعا کرے یعقوب عیص کے کپڑے پہنکر باپ کے پاس گیا اور کہا کہ میں عیص حاضر ہوں اور یہ بات دو تین بار کہی۔ اسحٰق نے اپنی دانست میں عیص کے لئے خدا سے دعا برکت کی اور وہ دعا یعقوب کے لئے ہوگئی ؛

قاضی صاحب ارشاد فرماویں کہ یہ روایت سچ ہے یا نہیں۔ اگر سچ ہے تو اُن کو قبول کرنا ہوگا کہ خدا کے سامنے بھی جعلسازی اور چالبازی چل جایا کرتی ہے اور انبیاء بنی اسرائیل کے کل معاملات ایسے ہی جھوٹے اور جعلسازی کی طرح پر تھے۔ اور اگر سچ نہیں ہے۔ تو ثابت ہؤا کہ ”جو توریت موسےٰ علیہ السلام کے وقت میں لکھی گئی وہ یہ نہیں ہے“ ؛

اور اُسی کتاب کے باب ۳۲ میں ورس ۲۴ سے ۳۰ تک لکھا ہے کہ

اور اپنے تجنا نہ میں رکھا۔ ایک مدت دراز کے بعد فلسطین کے لوگ اُس کو جبہ میں لے گئے۔ اور رکھا۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں اس صندوق کو لا کر اپنے پاس رکھا۔ اور کتاب اول ملوک میں لکھا ہے کہ جب حضرت سلیمان ع نے اُس صندوق کو کھولا تو اس میں وہ کتاب نہ پائی اور سوائے اُن الواح کے جن پر باعتراف قاضی صاحب کے بھی کل دس احکام کندہ تھے اور کچھ نہ ملا۔ اسی صندوق کو ہمارے یہاں جمہور علما تابوت سکینہ کہتے ہیں۔ پس وہ کتاب جس کو قاضی صاحب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لکھی ہوئی سمجھتے ہیں جب ہی سے غائب ہے اور بعد اُس کے نحمیا کے وقت تک اس کے احکام سے بنی اسرائیل بالکل غافل اور محض لاعلم رہے۔ چنانچہ کتاب نحمیا کی باب ۸ سے ظاہر ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اس کی نقلیں بھی پھیلنے نہ پائی تھیں۔ اور بجز انبیا کے کسی کو اُس کا پورا حال بھی معلوم نہ تھا ✤

قاضی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ جب عزرا اور دانیال کے وقت میں بیت المقدس پھر آباد ہوا اس وقت کتاب مقدس وہاں موجود نہ تھی۔ تو عزرا نے بذریعہ روح القدس خواہ اپنی یاد سے لکھوا دیا۔ جب نسخے توریت کے ملے تو اُس کے مطابق تھے۔ یہ دعوے قاضی صاحب کا محض " بغرض تلبیس " ہے۔ اور جب تک وہ اپنے اس دعوے کو کہ "جب نسخے توریت کے ملے تو اُس کے مطابق تھے" اور اس بات کو کہ وہ نسخے جو ملے وہ وہی اصلی اور غیر محرف نسخہ تھے۔ جو حضرت موسےٰ علیہ السلام نے خود لکھی تھی کسی سند متصل سے ثابت نہ کریں۔ اس وقت تک ہم نہیں مان سکتے ✤

قاضی صاحب ارقام فرماتے ہیں کہ الغرض یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے لکھی گئی ✤

اگر ہم اس بات کو مان لیں تب بھی قاضی صاحب اس سے یہ کیونکر ثابت کرینگے کہ موجودہ توریت وہی اصلی توریت ہے اور اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوا ہے ✤ ۶ ✤

قاضی صاحب رقم طراز ہیں کہ اور یہ سخن کہ جو توریت حضرت موسےٰ علیہ السلام کے وقت میں لکھی گئی وہ یہ نہیں ہے سراسر بناوٹ بات بے دلیل ہے معلوم ہوتا ہے

علمی مباحث

مولوی عبدالحق صاحب کو گو نہیں جانتا۔ لیکن جملہ تحریرات اُن کی مطبوعہ پرچہ اوقت دربارہ طوفان دیکھی۔ جس سے مستنبط ہے کہ مولوی صاحب کو شوق تحریر از حد ہے۔ خیال نہیں رہتا کہ میں کیا لکھتا ہوں اور کون ہوں پہلے مولوی صاحب کے انشاء پردازی نہایت جوش بجنبش سے مثل طوفان نوح کے موجزن تھے۔ اب تو مولوی صاحب سربسجود ہیں تحریف کے بیان میں خامہ سرنگوں دوات لالہ وار خون آلودہ ہے۔ مولوی صاحب تحریف کا مادہ انحراف بتاتے ہیں اشتقاق میں خوب دخل ہے خلیل و سیبویہ کو یہ نہ سوجھی۔ تانت بولے راگ بوجھا۔ مولوی صاحب نے اختلاف نسخ سے تحریف ثابت کی۔ یہ نہ کہ مولوی آل حسن نے لکھا نہ مولوی رحمت اللہ نے خیال کیا۔ منجملہ دلائل کے مولوی صاحب قول بیضاوی نقل کرتے ہیں۔ یسمعون کلام اللہ یعنی ثم یحرفونہ کنعت محمد صلے اللہ علیہ وسلم و آیۃ الرجم او یاولونہ یفسرونہ بمایشتھون انتھیٰ۔ علامہ بیضاوی کی اس عبارت میں جو جملہ او یاولونہ۔ الیٰ آخرہ ہے۔ اس نے اس بات کو بخوبی ثابت کر دیا کہ تحریف بمعنی تغیر لفظی بھی ہے اور یہود نے تحریف لفظی کی یعنی جو الفاظ نعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں تھے۔ بجائے اُن کے دوسرے الفاظ لکھ دئیے۔ انتہیٰ قول المولوی۔ پہلے میں قول بیضاوی کا ترجمہ لکھتا ہوں خدا کا کلام سُنتے ہیں یعنی توریت کو پھر اس کی تحریف کرتے ہیں جیسے پیغمبر کی نعت اور آیت رجم یا اُس کی تاویل و تفسیر اپنے مطلب کے مطابق کرتے ہیں۔ اس کا مطلب تو کھلا ہے۔ اس میں کچھ دقت نہیں۔ تمام احادیث صحاح سے ثابت ہے کہ پیغمبر خدا کے سامنے توریت یہود لائے اور پڑھنے لگے۔ جب آیت رجم تک پُہنچے تو اُس پر ہاتھ رکھدیا۔ اور اِدھر اُدھر پڑھنے لگے۔ جب اُس کا ہاتھ سرکایا گیا تو آیت رجم نکل آئی۔ یہود نے آیت رجم میں کچھ تصرف نہ کیا جز چھپا دینے کے وعلےٰ ہذا القیاس نعت رسول اللہ کو ظاہر نہیں کرتے تھے۔ تو قاضی بیضا تحریف کا عمل بتلاتے ہیں۔ کہ یہود یا آیات توریت کا اخفا کرتے تھے ظاہر نہیں کرتے تھے جیسے آیت رجم کو

ایک شخص رات بھر یعقوب سے کُشتی لڑتا رہا۔ جب وہ یعقوب کو مغلوب نہ کر سکا۔ تو چُپکے سے ہاتھ بڑھا کر ٹانگ کی نس چڑھا دی۔ جس سے یعقوب مغلوب ہو گیا تب اُس شخص سے یعقوب نے برکت کی دعا مانگی۔ اُس نے برکت دی اور کہا کہ آج سے تیرا نام اسرائیل ہوگا۔ یعقوب نے اُس مقام کا نام فنائل رکھا کہ میں نے خدا کو روبرو دیکھا اور میری جان بچ گئی۔ اور اُسی کتاب کے باب ۳۵ ورس ۹ و ۱۰ میں لکھا ہے کہ۔ خدا پھر یعقوب کو دکھائی دیا اور اس کا نام اسرائیل رکھا ٭

ان دونو مقامات کے ملانے سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ کُشتی لڑنے والا خدا تھا۔ قاضی صاحب بیان کریں کہ یہ دونو روایتیں جھوٹ ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں ہیں تو ان کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ خدا آدمی بنکر کُشتی لڑنے آیا تھا۔ سُبحان اللہ خدا نہ ہوا پنجابی پہلوان یا نٹ ٹھیرا۔ جو لوگوں سے کُشتی لڑتا پھرتا تھا۔ اور دھوکا دیکر مغلوب کرتا تھا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور اگر جھوٹ ہیں۔ تو ظاہر ہؤا۔ کہ "جو توریت موسےٰ علیہ السلام کے وقت میں لکھی گئی وہ یہ نہیں ہے"۔ بلکہ توریت موجودہ محرف اور غیر قابل اعتبار ہے۔ اس قسم کے دلائل کی میرے پاس انٹ لگی پڑی ہیں۔ مگر میں نے اس تحریر میں بہت اختصار کیا ہے۔ ممکن ہے کہ کچھ اور بھی دلائل اسی قسم کے کسی دوسری تحریر میں نقل کروں ٭

آخر میں ناظرین کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ انصاف فرمائیں کہ جب توریت کی خرابی اور ساقط الاعتباری اس درجہ عیاں ہے تو اس کا کیا ثبوت ہے کہ توریت موجودہ وہی اصل توریت ہے اور قصہ طوفان نوح جس طرح اُس میں درج ہے وہ صحیح ہے خصوصاً اُس حالت میں جب کہ قرآن سے توریت کا محرف ہونا اور تمام دنیا میں طوفان کا نہ آنا ثابت ہے جیسا کہ قبل ازیں بیان کر چکا ہوں ٭ ؎

راقم

محمد عبدالحق

؎۱ یہ مضمون کئی ٹکڑے کر کے طبع ہوا تھا۔ چنانچہ یہاں تک ۸۔ اپریل سنہ ۱۸۹۶ء کے الوقت میں طبع ہؤا تھا۔ لیکن چونکہ اڈیٹر الوقت نے کچھ عبارت طبع نہ کی اور تھوڑی جگہ سادی اپنے اختیار میں چھوڑ دی اور وجہ اسکی اڈیٹوریل نوٹس میں یہ لکھدی کہ "تمہید بیان مشتعل کرنیوالی ہے"۔ اس لئے میں نے اپنے مضمون کے اس ٹکڑہ کو اصل مسودہ سے پورا نقل کیا ٭

؎۲ منقول از الوقت مطبوعہ ۸۔ جولائی سنہ ۱۸۹۶ء ٭ ؎۳ منقول از الوقت مطبوعہ ۱۵۔ جولائی سنہ ۱۸۹۶ء ٭

؎۴ منقول از اخبار الوقت مطبوعہ ۲۲۔ جولائی سنہ ۱۸۹۶ء ٭ ؎۵ منقول از اخبار الوقت مطبوعہ ۱۹۔ اگست سنہ ۱۸۹۶ء ٭

؎۶ منقول از اخبار الوقت مطبوعہ ۲۶۔ اگست سنہ ۱۸۹۶ء ٭ ؎۷ منقول از اخبار الوقت مطبوعہ ۲۳۔ ستمبر سنہ ۱۸۹۶ء ٭ محمد عبدالحق

کی لکھی ہوئی ہرگز نہ قرار دیتے۔ اگر قاضی صاحب موجودہ توریت کو وہی تورات سمجھتے ہیں جو حضرت موسےٰ علیہ السلام نے لکھی تھی تو بڑی قباحتیں لازم آئینگی۔ اور مہمل روایتیں جو اس میں بھری پڑی ہیں اُن کا کوئی معقول جواب قاضی صاحب کے بنائے نہ بنیگا۔ انتہیٰ

اب میں لکھتا ہوں کہ قاضی صاحب نے تو یہ لکھا کہ توریت موجودہ وہی توریت ہے جو حضرت موسےٰ علیہ السلام کے وقت میں لکھی گئی۔ اس میں بیبل کے کل رسائل دیکھنے کو کیا دخل چاہئے قاضی صاحب نے کل رسائل بیبل کے دیکھے ہوں یا نہ دیکھے ہوں۔ کل رسائل بیبل کا تو یہاں بحث نہ تھا۔ شاید مولوی صاحب کل رسائل بیبل کو توریت سمجھتے ہیں۔ دعوے اور دلیل میں عدم انطباق مولوی صاحب کی تحریر کا خاصہ ہے کل رسائل بیبل کو پیش کرنا بالکل فضول تھا۔ ناحق ناظرین کو ایسی تحریرات سے حیران کرتے ہیں۔ مولوی صاحب نے مکابرہ کا دامن مضبوط پکڑ لیا ہے۔ باقی رہا یہ کہ توریت کو حضرت موسےٰ ع کے وقت کی لکھی ماننے میں قباحتیں لازم ہونگی۔ جو ان کی مہمل روایتوں سے ناشئے ہیں اگر بقول مولوی صاحب اُس کی روایتیں مہمل ہیں تو جس وقت کی وہ کتاب لکھی ہوگی وہ قباحتیں لازم ہونگی۔ موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں لکھے جانے سے کیا خصوصیت پیدا ہوئی۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ کتاب خروج باب ۳۲ میں لکھا ہے۔ کہ ہارون نے سونے کا بچھڑا ڈھالکر بنی اسرائیل کے لئے معبود قرار دیا۔ اور اس پر نذریں چڑھانے کے لئے منادی کی چنانچہ سب نے نذریں چڑھائیں۔ بعدہٗ ہارون نے اُن سب کو برہنہ کرایا کہ جس سے دشمنوں کے سامنے بڑی ہنسی ہوئی یہواہ نے اس بات کی خبر موسیٰ علیہ السلام کو دی اور ہارون مورد غضب الٰہی ہوئے قاضی صاحب بتاویں کہ یہ روایت صحیح ہے یا نہیں۔ اگر صحیح ہے تو اُن کو حضرت ہارون کے بانی گوسالہ پرستی اور غیر معصوم ہونے کا اقرار کرنا ہوگا۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ اور اگر نہیں صحیح ہے تو معلوم ہوا کہ جو توریت حضرت موسےٰ علیہ السلام کے وقت میں لکھی گئی وہ یہ نہیں بلکہ نسخہ محرفہ ہے۔ انتہےٰ۔ میں اب مولوی صاحب کی جناب میں بہت ادب و انکسار سے مودب عرض کرتا ہوں کہ آپ غلط بیانی چھوڑ دیجئے یہ بڑے مضحکہ کی بات ہے۔ توریت باب ۳۲ میں یہ ہرگز نہیں لکھا ہے کہ حضرت ہارون کی طرف نسبت گوسالہ بنانے کی ہے۔ نہ قوم کے برہنہ کرنے کا کچھ ذکر ہے

چھپا دیا۔ یا پیغمبر خدا کی نعت کو یا آیات توریت کے معنی خلاف مراد بار نکالے بیان کرتے تھے۔ الغرض قاضی بیضاوی تحریف کو حصر کرتے ہیں دو چیز میں اخفا اور تاویل باطل اس سے تو تحریف لفظی سے انکار نکلتا ہے جو مولوی صاحب کے مدعا کے خلاف ہے۔ مولوی صاحب نے بیضاوی کا مطلب تو خوب سمجھا۔ بیضاوی۔ ہومر اور شکسپیر کی پوئٹری اور ڈکشنری نہیں ہے۔ دوسری دلیل مولوی صاحب کی تفسیر مسعودی کا قول ہے۔ ھم الذین غیروا نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم و بدلوا آیۃ الرجم انتھی۔ ترجمہ۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے پیغمبر خدا کی نعت میں تغیر کیا اور آیت رجم کو بدلا۔ واضح ہو کہ توریت میں حد زنا رجم لکھا ہے جو اب تک موجود ہے۔ یہود نے رجم کی جگہ منہ کالا کرنا اور کوڑا مارنا قائم کیا۔ جیسا کہ احادیث صحیح سے ثابت ہے۔ پس یہ مفسر لکھتا ہے کہ یہود پیغمبر خدا کی نعت جہاں جہاں توریت میں واقع ہے اس کے معنی خلاف مدعا بیان کرتے تھے۔ اور آیت رجم کے قائم مقام منہ کالا کرنا اور کوڑا مارنا قائم کیا۔ تو آیت رجم کے حکم کو بدل دیا۔ یہی دو صورتیں تحریف کی ہیں جو مفسر کہتا ہے۔ اسے تحریف لفظی کیسے مولوی صاحب سمجھتے ہیں۔ بدلوا کے لفظ نے مولوی صاحب کو ایسا ٹھوکر دیا کہ گر پڑے۔ جب مولوی صاحب کو عربیت میں دخل نہیں تو ناحق اسے استدلال کرتے ہیں وعلے ہذا القیاس جملہ اقوال مفسرین جو مولوی صاحب نے نقل کئے۔ اُس کا مطلب نہیں سمجھا۔ اس لئے میں قلم کو روکتا ہوں۔ فقط۔

یہاں تک تحریر سید عابد حسین نظام آبادی کی ہے کہ اُنہوں نے چھپنے کو بھیجا تھا معلوم نہیں چھپی یا نہیں ✤

اس کے بعد مولوی صاحب پرچہ الوقت مطبوعہ ۲۳ ستمبر ۱۸۹۶ء میں تحریف لفظی دوسرے نمط پر ثابت کرتے ہیں۔ عروض و ضرب کو بدلا ہے اُس کی یہ گت ہے مولوی عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ قاضی صاحب رقم طراز ہیں کہ یہ سخن جو توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں لکھی گئی وہ یہ نہیں ہے سراسر بناوٹ و بات بے دلیل ہے۔ انتہٰے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب نے بیبل کے کل رسائل کو بخوبی نہیں دیکھا ہے۔ ورنہ توریت موجودہ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت

اُس وقت فیضان برکات مبادی عالیہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام کے اوپر ہوا۔
جس کا انتیاز حضرت اسحٰق کو ہوا کہ یہ ہُوا اس دنیا کی نہیں ہے۔ بلکہ عالم مثال کی ہے۔ اس
سے منشار بار تعالے دربابِ دعا معلوم ہوگیا کہ اس لڑکے کے حق میں جو دعا تم کروگے
وہ قبول ہم کرینگے۔ تب حضرت اسحٰق علیہ السلام نے دعا کرنی شروع کی کہ دے تجھ کو
آسمانی حسد اشبہم الخ ہم تمام دعا کی تفسیر نہ کرینگے۔ جتنا ہم نے لکھا ہے وہ مولویصاحب
کی تسکین خاطر کے لئے کافی ہے اگر تعصب کو راہ نہ دیں اور اہل یورپ کے خیالات کو
کالوحی نہ سمجھیں نہ اس میں کوئی جعلسازی ہے نہ خدا سے دغا بازی ہے وحی کے
سوءظن کفر تک پہنچاتا ہے۔ اُس سے احتراز چاہیئے۔ جیسے کہ کوئی شخص عربی زبان سے
خوب واقف نہ ہوگا۔ وہ قرآن کے معنی نہیں سمجھ سکتا۔ توریت کی زبان عبرانی ہے
پہلے مولویصاحب اُس کو پڑھیں اور تعصب اور تقلید اہل یورپ سے باز آئیں۔ تب انوار الٰہی
سے فیضیاب ہونگے۔ فقط۔ اور اسی کتاب کے باب ۳۲ ورس ۲۴ سے ۳۰
تک لکھا ہے کہ ایک شخص یعقوب سے رات بھر لڑتا رہا۔ جب وہ یعقوب کو مغلوب
نہ کرسکا۔ تو چُپکے سے ہاتھ بڑھا کے ٹانگ کی نس چڑھادی جس سے مغلوب ہوگیا
تب اُس شخص سے یعقوب نے برکت مانگی اُس نے برکت دی اور کہا کہ آج سے
تیرا نام اسرائیل ہوگا۔ یعقوب نے اُس مقام نام فنیائیل رکھا کہ میں نے خدا کو روبرو
دیکھا اور میری جان بچ گئی۔ اور اسی کتاب کے باب ۳۵ ورس ۹ و ۱۰ میں لکھا
ہے کہ خدا پھر یعقوب کو دکھائی دیا۔ اور اُن کا نام اسرائیل رکھا۔ ان دونو مقامات
کے ملانے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ کشتی لڑنے والا ہی خدا تھا۔ قاضی
صاحب بیان کریں کہ یہ دونو روایتیں جھوٹ ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں ہیں۔ تو اُن کو
تسلیم کرنا پڑیگا کہ خدا آدمی بن کے کشتی لڑنے آیا تھا۔ سبحان اللہ خدا نہ ہوا پنجابی
پہلوان یا نٹ ٹھیرا۔ جو لوگوں سے کشتی لڑتا پھرتا ہے اور دھوکا دیکر مغلوب کرتا تھا
لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اگر جھوٹ ہے تو ظاہر ہوا کہ جو توریت حضرت موسٰی
علیہ السلام کے وقت میں لکھی گئی وہ یہ نہیں ہے۔ بلکہ توریت موجودہ محرف و غیر قابل
اعتبار ہے۔ انتہٰے۔ اب میں لکھتا ہوں کہ حضرت یعقوب دریا سے یرموک پر پہنچے۔
تو اپنے لڑکے بالے احمال و اثقال دریا پار پہنچادیا۔ اور خود وہیں تنہا اس پار رہے

(انه لبهتان عظیم) مگر شاید انگریزی ترجمہ ایسا ہی ہو۔ تو یہ قصور اُن کے ائمہ اہل یورپ کا ہے۔ توریت پر کیا اعتراض ہے۔ مولوی صاحب کو مناسب ہے کہ تفسیر التوریت جو سید احمد خاں صاحب نے لکھی ہے اُس کا مقدمہ ملاحظہ فرمائیں اس میں تحریف کا بہت طولانی بحث ہے یا استادی حضرت مولٰنا مولوی عنایت رسول صاحب کا رسالہ جو ابطال تحریف لفظی میں ہے اور عنقریب چھپنے والا ہے اُسے بغور دیکھیں تب اس بادیہ میں پاؤں رکھیں فقط۔ قولہ۔ پیدائش باب ۲۷ میں لکھا ہے۔ کہ اسحٰق نے اپنی نابینائی کے زمانہ میں اپنے بڑے بیٹے عیص کو بلایا کہ اُس کے حق میں دعا کرے۔ یعقوب عیص کے کپڑے پہنکر باپ کے پاس گیا اور کہا کہ میں عیص حاضر ہوں۔ اور یہ بات دو تین بار کہی۔ اسحٰق نے اپنی دانست میں عیص کے لئے خدا سے دعاء برکت کی اور وہ دعا یعقوب کے لئے ہو گئی۔ قاضی صاحب ارشاد فرمائیں کہ یہ روایت سچ ہے یا نہیں۔ اگر سچ ہے تو اُن کو قبول کرنا ہوگا۔ کہ خدا کے سامنے بھی دغا بازی اور جعلسازی چل جایا کرتی ہے اور انبیاء بنی اسرائیل کے کل معاملات ایسے ہی جھوٹے اور جعلسازی کے تھے اور اگر یہ سچ نہیں ہے تو ثابت ہؤا کہ جو توریت حضرت موسٰے علیہ السلام کے وقت میں لکھی گئی وہ یہ نہیں ہے۔ انتہٰی۔ اب میں کہتا ہوں کہ یہ شبہ مولوی صاحب کو توریت کے نہ سمجھنے سے ہؤا۔ اور ائمہ اہل یورپ بھی اس مغلطہ میں پڑے ہیں۔ عبرانی توریت میں نشانات قرأت خوب بنے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فقرہ کہاں ختم ہوا۔ وقف و وصل کے قواعد اور اس کے اشتبابات یہود کے پاس عمدہ ہیں۔ جب تک اس سے واقفیت نہ ہو۔ تو توریت کے صحیح معنی سمجھنا نہایت دشوار ہے۔ حضرت اسحٰق نے جو دعا کی تھی اُس میں کسی بیٹے کا نام نہیں لیا تھا۔ قبل دعا کرنے کے کہا کہ میرے نزدیک آؤ اور مجھ کو بوسہ دو۔ تب وہ نزدیک گئے اور چوما۔ تب اسحٰق نے اُن کے کپڑوں کو سونگھا اور برکت دی اور کہا کہ محسوس ہوتی ہے میرے بیٹے کی مہک اس میدان کی مہک کیسی جسے خدا نے برکت دی ہے (یہ بات مجہول رہ گئی کہ خدا نے کس میدان کو برکت دی جس کی مہک حضرت یعقوب کے کپڑوں سے آتی تھی۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مہک عالم مثال کی تھی جس وقت خدا متوجہ ہؤا حضرت اسحٰق کی دعا کی طرف

تصحیح میں توجہ نہ کرینگے۔ سمجھ کے لکھا کریں اناپ شناپ باعتماد تراجم انگریزی نہ لکھا کریں اس کے بعد مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ اس قسم کے دلائل میرے پاس اٹم لگے پڑے ہیں۔ مگر میں نے اس تحریر میں بہت اختصار اختیار کیا۔ آخر میں ناظرین کیخدمات میں التماس ہے کہ وہ انصاف کریں کہ توریت کی خرابی اور ساقط الاعتباری اس درجہ عیاں ہے تو اس کا کیا ثبوت ہے کہ توریت موجودہ وہی اصلی توریت ہے اور قصہ طوفان نوح جس طرح اس میں درج ہے وہی صحیح ہے خصوصاً اس حالت میں جبکہ قرآن سے اُس کا محرف ہونا اور تمام دنیا میں طوفان کا نہ آنا ثابت ہے جیسا کہ قبل اس کے بیان کر چکا ہوں۔ انتہٰے۔ اب میں کہتا ہوں کہ مولوی صاحب کی سابق تحریر کا جواب مَیں نے لکھ کے اخبار زمانہ میں چھپوا دیا ہے۔ شاید وہ ابھی مولوی صاحب کی نظر سے نہیں گذرا۔ اب جس قدر تحریف کے بارہ میں اُنہوں نے لکھا ہے جواب اُس کا جاتا ہے آئندہ جو لکھینگے اُس کا جواب انشاءاللہ جائیگا۔ مگر مولوی صاحب کو سنبھال کے لکھنا چاہیئے ؎

سنبھلکے رکھیو قدم دشت خار میں مجنوں

کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

اس کے قبل مولوی صاحب نے ایک ریمارک چھپوایا ہے۔ اس میں حضرت موسےٰ علیہ السلام کی نسبت گستاخانہ کلام لکھا ہے۔ شاید مولوی صاحب موسےٰ علیہ السلام کو بھی محرف جانتے ہیں[1]

راقم

محمد ادریس چیریا کوٹی

---

[1] منقول از اخبار الوقت مطبوعہ ۱۱۔ نومبر ۱۸۹۶ء ۔ محمد عبد الحق

وہاں ایک شخص آیا۔ اور رات بھر اُن کے پاس رہا۔ اور اُن سے کچھ مباحثہ کرتا رہا جسے مولوی صاحب کشتی لڑنا بیان کرتے ہیں وہاں لفظ الوھیم بھی اُس شخص کے شان میں واقع ہے۔ الوھیم کے معنی عبرانی زبان میں کئی ہیں اسماء الحسنیٰ سے بھی ہے اور غالب استعمال اس کا معنی فرشتہ ہے اور اس کے معنی حاکم بھی ہیں انگریزوں نے اُس کا ترجمہ گاڈ کیا ہے۔ اُسی سے مولوی صاحب سمجھتے ہیں کہ خدا اور کشتی لڑتا رہا۔ یہاں الوھیم کے معنی خدا کے نہیں ہیں۔ یہ غلطی اول مترجم سے ہوئی۔ جس نے یونانی میں ترجمہ کیا۔ یہاں دو معنی مقدم الذکر ہو سکتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب حضرت یعقوب نے اپنے اہل و عیال کو دریا پار اُتار دیا اور خود تنہا رہ گئے تو وہاں کا حاکم اُن کے پاس آیا۔ اور اُن سے محصول مانگا۔ اس کا مباحثہ اُن سے رہا۔ اور وہ شخص عرق النسا ء جھاڑتا تھا صبح کے وقت حضرت یعقوب کے اُس نے عرق النساء جھاڑ دیا۔ اس سے کچھ دیر تک اُن کا پاؤں لنگ کرنے لگا۔ اُسی کو مولوی صاحب کہتے ہیں کہ نس چڑھا دیا۔ یہ معنی اُس وقت کے خیال کے موافق ہیں اور ممکن ہے کہ الوھیم کے معنی یہاں فرشتہ ہوں۔ پس مطلب یہ ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس فرشتہ آیا۔ اور رات بھر اُن کی تعلیم کرتا رہا صبح کو اُن کو برکت دیکے اور نام بدل کے روانہ کر دیا اور عرق النساء کو بھی رفع کر دیا۔ یہ ہم لوگوں کے خیال کے موافق ہے۔ ہم لوگ جنات و ملائکہ کا وجود مانتے ہیں اور یہ بھی سمجھتے ہیں کہ انبیاء کے پاس ملائکہ آتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیل ع آئے اور اُنکو گود میں بہت زور سے دبایا۔ جیسا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اور قرآن میں بھی اُس کی طرف اشارہ ہے۔ کشتی لڑنے کے تو وہاں معنی ہیں نہیں۔ اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جاے کہ فرشتہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے کُشتی لڑا۔ تو یہ کتنا مستبعد ہے۔ شاید مولوی صاحب جبرئیل کا غار میں آنا اور آنحضرت کو دبانا تسلیم نہیں کرتے۔ جب معنی آیات منقح ہو گئے۔ تو حضرات نہ پنجابی پہلوان ہوا نہ نٹ ٹھیرا۔ مولوی صاحب جو کچھ چاہیں سمجھیں توریت میں نقص نہیں ہے۔ مناسب ہے کہ مولوی صاحب چندے توریت پڑھیں۔ اور اُس کے محاورات سے واقفیت حاصل کریں۔ اب اگر مولوی صاحب توریت کے معنی غلط بیان کرینگے تو ہم اُس کی

اسلوب کلامیہ وابحاث دقیقہ علمیہ مقدمات معرکۃ الآراء و مناظرہ مردآزما سے اگر قطع نظر و عفض بصر نہ کروں اور کلام کو وضع آداب مناظرہ پر کما حقہٗ ادا کروں تو غالباً ان حضرات کے نہ شریف میں ایک حرف بھی نہ آوے ۔لہذا باختصار تمام دونوں کا جواب اس تحریر میں دیتا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ اگر عجلت وقت مانع نہ ہوتی تو ان حضرات کی اردو دانی کی بھی دھجیاں بکھر تیں ۔بہرکیف اگر یہ سلسلہ قائم رہا۔ تو کسی دن یہ بھی انشاء اللہ تعالےٰ ہو جاویگا *

قولہ۔ مولوی صاحب تحریف کا مادہ انحراف بتاتے ہیں اشتقاق میں خوب دخل ہے *

اقول۔ زیادہ عرض کرنا تو خلاف تہذیب ہے ۔ہاں اتنا کہنا ضرور ہے کہ اگر آپ سچے ہیں اور راستی آپ کے نزدیک جزو اسلام ہے تو مہربانی فرما کر میری کوئی ایسی عبارت جس میں مَیں نے یہ بیان کیا ہو کہ تحریف کا مادہ انحراف ہے، دکھا دیں مَیں قسمیہ عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ ایسا کریں تو میں اُسی دن سے آپ کی راستی کا معتقد ہو جاؤں گا ۔ہاں جس جگہ میں نے اپنی تحریر سابق میں تحریف کے معنی اور اقسام کو بیان کیا ہے وہاں امام فخر الدین رازی کا یہ قول تفسیر کبیر جلد اول سے نقل کیا ہے کہ التحریف التغیر والتبدیل واصلہ من الانحراف عن الشیئ والتحرف عنہ ۔پس اگر امام کا قول تائیداً نقل کرنے کی وجہ سے آپ نے کسی لفظ سے یہ سمجھا ہو کہ مَیں نے تحریف کا مادہ انحراف بتایا ہے ۔تو یہ آپ کی خوش فہمی اور جودت طبع ہے ۔ہرگز و نہہار امام کے قول میں کوئی لفظ ایسا واقع نہیں ہے جسے آپ قطعاً و یقیناً مادہ تصور کریں۔ اور اگر آپ کو اصلہ کے لفظ نے "ٹھکرایا" ۔تو اس میں میری خطا کیا ہے۔ کیونکہ اصل کے لفظ کا انحصار بمعنی مادہ کسی کتاب لغت یا کتاب صرف سے پہلے آپ کو ثابت کرنا چاہئے بعدہٗ اعتراض کرنا ۔اور اگر آپ کو یہ شبہ ہوا ہو کہ تحریف باب تفعیل سے ہے اور انحراف باب انفعال سے اور تفعیل کا اشتقاق انفعال سے جائز نہیں ۔کیونکہ مزید کا اشتقاق مزید سے روا نہیں ہے ۔بلکہ مجرد میں منحصر ہے تو یہ آپ کا دوسرا علمی کمال اور علم صرف و فنون ادب پر عبور حاصل ہونے کی دلیل ہے

طوفانی مناظرہ

جناب اڈیٹر صاحب الوقت !

تسلیم ! آپ کی اخبار نمبر ۴۲ میں جو مضمون محمد ادریس چھپا کوٹی کا میرے کچھ حصہ تحریر مطبوعہ الوقت ۲۳ ستمبر ۱۸۹۶ء کے جواب میں طبع ہوا ہے میں نے غور سے دیکھا۔ اس مضمون میں جس قدر غیر مہذب الفاظ میرے بارہ میں استعمال کئے گئے ہیں۔ اُن کو پڑھ کر بیساختہ دل چاہا کہ ویسا ہی جواب دوں ۔ مگر اس خیال سے کہ ؎

چوں نگشتہ رہا رسول خدا　　　من لسان الوری فکیف انا

میں نے آیہ کریمہ قولوا للناس حسنا پر عمل کیا اور بایں وجہ کہ حدیث شریف میں من لا ادب لہ لا دین لہ ۔ وارد ہے بیہودہ الفاظ کے استعمال سے پرہیز کرنا ضروری و لازمی اور مقتضائے شیوہ شرافت و دین داری تصور کیا ✤

قبل اس کے کہ میں جواب شروع کروں ناظرین سے یہ عرض کر دینی ضرور ہے کہ میاں ادریس صاحب نے میری پوری تحریر کا (جو اوپر نقل ہو چکی ہے) جواب نہیں دیا ہے۔ بلکہ اُس مبسوط مضمون کے آخر حصہ پر کچھ خامہ فرسائی کی ہے اور اس سے اوپر سید عابد حسین کی کچھ عبارت نقل کر دی ہے ۔ ان دو نو صاحبان کی عبارتوں میں جس قدر اغلاط ہیں ۔ اُن کو دیکھ کر ہر شخص خود اندازہ کر سکتا ہے کہ جب ان بیچاروں کو اردو کی عبارت بھی صحیح نہیں لکھنی آتی اور نہ تذکیر و تانیث کی تمیز ہے ۔ تو مطالب و تیقہ یا کسی علمی معرکۃ الآرا مسئلہ پر کیا لکھ سکینگے ۔ اور جب یہ حالت ہے تو اُن لوگوں کے مقابلہ میں مجھے قلم اُٹھانا اوقات ضائع کرنی ہے ۔ مگر بایں خیال کہ شاید یہ لوگ عدم اعتنا کو عجز پر محمول کریں ۔ جواب دینا ضرور ہو گیا ورنہ باشد خموشی پر عمل کرتا گرچہ جس قدر مضامین دل میں موج زن ہیں اُن کی وجہ سے طبیعت نہیں قبول کرتی ۔ کہ اس تحریر کو مختصر طور پر ختم کروں ۔ لیکن اولاً خوف تطویل مانع ہے ✤ ثانیاً طوفانی سوالات کے جواب کا انتظار زیادہ لکھنے کی اجازت نہیں دیتا ۔ ثالثاً ۔

بالاتفاق تحریف کو دو معنوں میں منحصر کیا ہے ۔تغیر لفظ و تغیر معنی ۔ جیسا کہ پہلے تحریر میں بیان کرچکا ہوں اور بقول آپ کے تحریف بالاخفا بھی ہو سکتی ہے تو بیش بریں نیست کہ یہ ثابت ہو کہ تین قسم کی تحریفیں توریت میں ہوئیں ۔لیکن تحریف لفظی کا بطلان کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا ۔ بلکہ بشہادت کتب تفاسیر و اقعیت اس کی ثابت ہے ۔اگر آپ کو دعوے ہو تو اس کے بطلان پر دلیل قائم کریں ۔ تاکہ اس پر نظر کیجاوے اور یہ بھی ثابت کریں کہ جن آیات کو میں نے نقل کیا ہے اُن کی تفسیر میں ہرگز کسی مصنف نے یہ دعوے نہیں کیا ہے کہ توریت میں لفظی تحریفیں ہوئیں ودونہ خرط القتاد ۔ بلکہ خاص حدیث صحیح مسلم سے (کہ غالباً اُسی کا آپ نے حوالہ بھی دیا ہے) ثابت ہے کہ یہود نے تغیر لفظی کیا ۔کیونکہ خلاصہ مضمون اس کا بقدر ضرورت یہ ہے کہ ایک یہود و یہودیہ جنہوں نے زنا کیا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے گئے تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ توریت میں زانی کی کیا سزا پاتے ہو ۔ انہوں نے کہا کہ اُن کے مُنہ کو سیاہ کر کے اُن کی تشہیر کرتے ہیں ۔ آپ نے فرمایا کہ توریت لاؤ ۔ جب یہود توریت لائے اور پڑھنے لگے ۔ تو آیت رجم پر ہاتھ رکھ دیا اور اِدھر اُدھر پڑھنا شروع کیا ۔تب حضرت عبداللہ بن سلام نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ قاری سے فرمائیے کہ ہاتھ ہٹا دے ۔ جب اُس نے ہاتھ ہٹایا تو اُس کے نیچے آیت رجم نکلی ۔اور یہ بدیہی ہے کہ یہود کا دعوے یہ تھا کہ ہمارے ہاں حد زنا مُنہ کالا کرنا اور تشہیر ہے ۔جس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن سے توریت طلب کی ۔ تو اگر یہ امور توریت میں اضافہ نہ کئے گئے ہوتے تو وہ توریت کو اپنے استدلال میں کیوں لاکر پیش کرتے ۔ کیونکہ اُس میں اُن کی تکذیب صریح تھی ۔ تو اس سے صاف معلوم ہوا ۔کہ توریت میں آیہ رجم تھا ۔لیکن یہ الفاظ بھی یہود نے اپنی جانب سے زیادہ کئے ۔اور جس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھنے لگے ۔اس وقت اُنہیں اضافہ کردہ الفاظ کو پڑھا اور آیت رجم کو چھپایا ۔پس آپ ہی کی پیش کردہ دلیل سے آپ کے دعوے کا بطلان اظہر من الشمس ہے ۔ ہاں ہٹ دھرمی کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا ۔ تو اب میں کہتا ہوں کہ قاضی بیضاوی کے

کتب ادبیہ کو ملاحظہ فرمائیے تو یہ امر خود ہی منکشف اور منجلی ہو جاویگا - زیادہ لکھنا فضول ہے ؛

میں نے اپنے دوسری قسم دلائل تحریف توریت میں جو پہلا آیہ سورہ بقر کا نقل کر کے اس کی تفسیر میں پہلے امام فخر الدین رازی اور شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کے اقوال نقل کئے اور صاف بتا دیا کہ امام رازی اُس کی تفسیر میں لکھتے ہیں - ان التحریف اما ان یکون فی اللفظ او فی المعنی لو حمل التحریف علی تغیر اللفظ اولی من حملہ علی تغیر المعنی - اور شاہ عبدالعزیز صاحب ارقام فرماتے ہیں - کہ - باز تحریف می کردند آنکلام را بتغییر لفظی چنانچہ بجاے ابیض کہ در بیان شمائل پیغمبر شما بود آدم ساختند و بجاے ربعۃ تا ئلاگ - الی الطول طوالاً نوشتند وگاہے بتاویل فاسد الخ - چونکہ ان اقوال میں توریت کی لفظی و معنوی دونو قسم کی تحریفات کی تصریح کی گئی ہے لہذا آپ کو ان کا جواب دینا ٹیڑھی کھیر معلوم ہوا - تو ان کا نام تک نہ لیا - اور قاضی ناصر الدین بیضاوی و علامہ ابی سعود کے اقوال کی (جو میں نے نقل کئے تھے) رکیک تاویل شروع کر دی مگر اتنا خیال نہ کیا کہ ان دونو قولوں کی تائید تفسیر کبیر اور تفسیر فتح العزیز کی عبارت سے بھی ہوتی ہے - اور لکھا تو یہ لکھا کہ :-

قولہ - قاضی بیضا تحریف کا عمل بتاتے ہیں کہ یہود یا آیات توریت کا اخفا کرتے تھے - الی ان قال - الغرض قاضی بیضا تحریف کو حصر کرتے ہیں - دو چیزیں اخفا اور تاویل باطل - اس سے تو تحریف لفظی سے انکار نکلتا ہے جو مولوی صاحب کے مدعا کے خلاف ہے ؛

اقول - آپ کے قاضی محمود الحق نے تحریف کے معنی لکھے ہیں تاویل - اور میں نے اُس کے دوسرے معنی - تغیر لفظ بھی ثابت کیا ہے - اب جو آپ اس کے تیسرے معنی - اخفا - بہ شہادت حدیث بلا نقل حدیث تحریر فرماتے ہیں - تو اس سے انحصار تحریف کا بمعنی اخفا کیونکر سمجھا جاتا ہے - اس کو بہ دلیل ثابت کیجئے بلکہ حرف کاف جو تمثیل کے لئے ہے اور قاضی بیضا کی عبارت میں واقع ہے اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ تحریف کا انحصار بمعنی اخفا ہرگز نہیں ہے - اور علما نے

ورنہ منع ومناقضہ پیش نہ کریں۔ تحریف کا مصداق تغیر لفظی بھی ضرور ہوگا۔ چنانچہ اقوال مفسرین وآراء صحیحہ علماء متبحرین اس پر دال ہیں جس کی حالت کچھ ماسبق سے ظاہر ہوئی اور کچھ آئندہ ہوئی جاتی ہے۔ سنئیے :۔

مسئلہ تحریف توریت ۔ اس قدر مشہور ومعروف ہے جس میں کلام کرنا مفسرین معتبرین کو جاہل بنانا ہے کیا معنی کہ ان حضرات نے پوری طرح پر بہت وضاحت کے ساتھ یہ امر ثابت کر دیا ہے کہ توریت میں لفظی ومعنوی دونو تحریفیں ہوئیں۔ چنانچہ امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۳۴۸ میں بذیل آیت من الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ ویقولون سمعنا وعصینا الخ (سورۂ نساء پارہ ۵) ارقام فرماتے ہیں **المسئلۃ الثالثۃ** فی کیفیۃ التحریف وجوہ (احدھما) انھم کانوا یبدلون اللفظ بلفظ اٰخر مثل تحریفھم اسم ربعۃ عن موضعہ فی التوراۃ بوضعھم ادم طویل مکانہ ونحو تحریفھم الرجم بوضعھم الحد بدلہ ۔ و نظیرہ قولہ تعالیٰ ۔ فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ ۔ فان قیل کیف یمکن ھذا فی الکتاب الذی بلغت احاد حروفہ وکلماتہ مبلغ التواتر المشھور فی الشرق والغرب قلنا لعلہ یقال القوم کانوا قلیلین والعلماء بالکتاب کانوا فی غایۃ القلۃ فقدروا علی ھذا التحریف (والثانی) ان المراد بالتحریف القاء الشبھۃ الباطلۃ والتاویلات الفاسدۃ ۔ الی ان قال ۔ **المسئلۃ الرابعۃ** ذکراللہ تعالیٰ ھٰھنا من مواضعہ وفی المائدۃ من بعد مواضعہ والفرق انا اذا فسرنا التحریف بالتاویلات الفاسدۃ لتلک النصوص ولیس فیہ بیان انھم یخرجون تلک اللفظۃ من الکتاب اما الاٰیۃ المذکورۃ فی سورۃ المائدۃ فھی دالۃ علی انھم جمعوا بین الامرین فکانوا یذکرون التاویلات الفاسدۃ وکانوا یخرجون اللفظ ایضاً من الکتاب فقولہ یحرفون الکلم اشارۃ الی التاویل الباطل وقولہ من بعد مواضعہ اشارۃ الی الاخراج عن الکتاب ۔ انتھی ۔

قول سے ہرگز تحریف لفظی کا انکار نہیں نکلتا۔ جو میرے مدعا کے خلاف ہوسکے ✦

قولہ۔ بیضاوی ہومر اور شکسپیر کی پوٹری اور ڈکشنری نہیں ہے ✦

اقول۔ یہاں چار الفاظ قابل غور ہیں۔ ہومر۔ شکسپیر۔ پوٹری اور ڈکشنری ہومر کے نام کے مقابلہ میں تو پوٹری (یعنی پوئٹری) ہوئی۔ اور شکسپیر کے مقابلہ میں ڈکشنری ہوئی۔ لیکن یہ ایسا ہی بے جوڑ ہے جیسے کوئی فردوسی یا سعدی یا انوری وغیرہ شعرا کے مقابلہ میں برہان یا صراح یا بہار عجم یا کسی دوسری کتاب لغت کا نام لکھ دے۔ کیونکہ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ ہومر اور شکسپیر۔ یورپ کے بڑے نامی شاعروں میں گذرے ہیں اور ان کی نظم تصانیف ہنوز عالم میں موجود اور مشہور ہیں۔ اگرچہ پادری کوٹ میں کوئی لاغی شکسپیر نام گذرا ہو اور اس کی مصنفہ ڈکشنری آپ کے کتبخانہ میں موجود ہو تو یہ آپ جانیں ✦

تفسیر مسعودی کی جو عبارت میں نے نقل کی تھی۔ اس کا جواب آپ یوں دیتے ہیں :۔

قولہ۔ یہود نے رجم کی جگہ منہ کالا کرنا اور کوڑا مارنا قائم کیا۔ پس یہ مفسر لکھتا ہے کہ یہود پیغمبر کی نعت جہاں جہاں توریت میں واقع ہے۔ اس کے معنی خلاف مدعا بیان کرتے تھے اور آیت رجم کے قائم مقام منہ کالا کرنا قائم کیا۔ اور کوڑا مارنا ✦

اقول۔ علامہ ابی سعود کی عبارت یہ ہے۔ هم الذین غیروا نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی عصرہ و بدلوا آیۃ الرجم۔ اس کا ترجمہ آپ یوں فرماتے ہیں۔ یہی وہی لوگ ہیں جنہوں نے پیغمبر خدا کی نعت میں تغیر کیا اور آیت رجم کو بدلا۔ اس میں کہیں قائم مقام کرنے کا ذکر نہیں ہے اور بدلوا۔ کو بمعنی منہ کالا کرنے اور کوڑا مارنے کے قائم مقام کرنا تحریر فرمانا آپ کی جودت طبع کا بدیہی ثبوت ہے۔ کیونکہ اس میں بھی وہی کلام ہے جو پہلے کیا گیا۔ یعنی اگرچہ بشہادت احادیث تبدیل کا قائم مقام کرنا بھی سمجھا جاسکے۔ لیکن چونکہ لفظ تبدیل عام ہے اور قائم مقام کرنا خاص اور عام کو خاص میں انحصار کرنے پر کوئی دلیل صحیح اور قطعی ہونی چاہیئے۔ پس جب تک کہ آپ کوئی دلیل و برہان بلا معارضہ

اُس کے مرتبہ کو خدا کے کلام کے مرتبہ کے برابر نہیں جا سکتا۔اور جیسے سند متصل سے قرآن کے ہر لفظ کی صحت و تواتر حتماً و یقیناً ثابت ہے جب ویسی ہی سند سے آپ لوگ توریت کی صحت ثابت نہ کر دیں اُس وقت تک میں توریت موجود کو قابل اعتبار نہیں مان سکتا +

قولہ۔شاید مولوی صاحب کل رسائل بیبل کو تورات سمجھتے ہیں +

اقول۔بیبل کے کل رسائل کو جس میں توریت و انجیل دونو کے رسائل شامل ہیں۔کیونکر کوئی ذی عقل توریت کہیگا۔ہاں بیبل کے اُس مجموعہ کو جو عہد قدیم کہا جاتا ہی اور جس میں متعدد کتابیں ہیں بطور تسمیتہ الکل باسم الجزو توریت جانتا ہوں۔لیکن اس میں میں ہی منفرد نہیں ہوں بلکہ اور علماء اسلام کا بھی یہی مذہب ہے +

قولہ۔باقی رہا یہ کہ توریت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت کی لکھی ماننے میں قباحتیں لازم ہونگی جو اُن کی مہمل روایتوں سے ناشے ہیں۔اگر بقول مولوی صاحب اُس کی روایتیں مہمل ہیں تو جس وقت کی وہ کتاب لکھی ہوگی وہ قباحتیں لازم ہونگی موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں لکھے جانے سے کیا خصوصیت پیدا ہوئی +

اقول۔افسوس ہے کہ آپ بات نہیں سمجھتے اور ناحق اُلجھ پڑتے ہیں۔قاضی محمود الحق نے دعوے کیا تھا کہ "یہ سخن کہ توریت جو حضرت موسےٰ علیہ السلام کے وقت میں لکھی گئی وہ یہ نہیں ہے سراسر بناوٹ بات بے دلیل ہے"۔انتہیٰ نتیجہ یہ نکلا کہ توریت موجودہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے وقت کی لکھی ہوئی توریت کے خلاف نہیں ہے۔بلکہ نقل کالاصل ہے۔لہٰذا میں نے لکھا کہ اگر قاضی صاحب موجودہ توریت کو وہی توریت جانتے ہیں جو حضرت موسےٰ علیہ السلام نے لکھی تھی تو بڑی قباحتیں لازم آوینگی +

مَیں نے توریت کتاب خروج باب ۳۲ سے حضرت ہارون ع کے سونے کا بچھڑا ڈھالکر بنی اسرائیل کے لئے معبود قرار دینے کی روایت نقل کی تھی اس کا جواب آپ یوں دیتے ہیں +

قولہ۔آپ غلط بیانی چھوڑ دیجئے یہ بڑے مضحکہ کی بات ہے توریت کے باب ۳۲ میں ہرگز یہ نہیں لکھا ہے +

امام رازی نے اس جگہ سارا جھگڑا چکا دیا۔ اور جس کو اللہ تعالے نے شرم انصاف کا مادہ عنایت فرمایا ہو۔ وہ کبھی تحریف کو صرف تاویل میں منحصر نہ کریگا۔ بلکہ امام رازی نے یہاں تحریف لفظی کے ثبوت میں نظیراً اسی آیت کو پیش کیا جس کے ثبوت میں علامہ ابی سعود کا قول میں پہلے نقل کر چکا ہوں۔ اور صاف بتادیا کہ یہود نے فلاں لفظ کی جگہ فلاں لفظ لکھ دیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس سے زیادہ صاف اور واضح دوسرا کونسا ثبوت تحریف لفظی کا ہوسکتا ہے ٭

قولہ۔ علی ہذا القیاس جملہ اقوال مفسرین جو مولوی صاحب نے نقل کئے اُن کا مطلب نہیں سمجھے اس لئے میں قلم کو روکتا ہوں۔ فقط ٭

اقول۔ ع۔ بھاری پتھر تھا چوم کر چھوڑا ٭ یا یہ کہ کھٹے انگور کون کھائے پر عمل کیا۔ مگر چونکہ یہ قیاس آپ کا غلط ہے۔ لہٰذا اول من قاس کا مصداق ہے۔

اب یہاں سے میرے آخر حصۂ تحریر مطبوعہ الوقت ۲۳۔ ستمبر ۱۸۹۶ء کا جواب دیا گیا ہے :۔

قولہ۔ اب میں لکھتا ہوں کہ قاضی صاحب نے تو یہ لکھا کہ تورات موجودہ وہی تورات ہے جو حضرت موسٰے ع کے وقت میں لکھی گئی۔ اس میں بائبل کے کل رسائل کے دیکھنے کو کیا دخل چاہئے ٭

اقول۔ اولاً جب تک قاضی محمود الحق صاحب ہمارے طوفانی سوالات مطبوعہ الوقت ۲۱۔ اکتوبر ۱۸۹۶ء کے جواب نہ دے لیویں۔ اُس وقت تک زیادہ لکھنا خلاف مصلحت ہے ٭

ثانیاً۔ قاضی صاحب یا آپ میرے نزدیک معصوم نہیں ہیں جو آپ لوگوں کی ہر بات کو میں خواہ مخواہ تسلیم کرلوں۔ اگر آپ کے اور اُن کے نزدیک توریت موجودہ وہی توریت ہے جو حضرت موسٰے علیہ السلام نے بقول آپ لوگوں کے لکھی تھی تو یہ خیال آپ ہی لوگوں کے لئے دل خوش کن ہوگا۔ مگر جو شخص علم و عقل رکھتا ہے یا جس کو تحقیق سے بہرہ ہے وہ تو یہی کہیگا کہ جب یہ امر ثابت ہے۔ کہ یہودیوں نے توریت میں لفظی و معنوی تحریفیں اس طرح پر کیں کہ تمیز مشکل ہوگئی۔ تو جب تک یہ التباس رفع اور تمیز آشکارا نہ ہو اُس وقت تک کوئی اہل خرد

مرتبۂ علمی مولنا عنایت رسول صاحب سے کہیں زیادہ ہے اور ایک عالم اُن کو مستند مانے ہوُا ہے، توریت کی تحریفات لفظی کو تصریح بیان فرما دیا ہے تو ایسی حالت میں اگر مولنا عنایت رسول صاحب کوئی ایسی بات لکھ دیں جس سے اُن بزرگواروں کی تحقیقات وتصریحات وجانفشانیوں کا غلط ہونا لازم آجاوے تو اس کا ماننا کیا ضرور ہے۔تاہم میں عرض کرتا ہوں کہ جناب ممدوح کا رسالہ جب آپ کے کتب خانہ سے نکلکر نظر سے گذریگا۔ اُس وقت ہم دیکھینگے کہ وہ کہاں تک وقعت کی نگاہ سے دیکھنے کے قابل ہے۔ اگر کسی قوی دلیل سے اس امر کو ثابت کیا ہوگا۔ تو غیر ورنہ اس میں اس سے بہت زیادہ کلام ہوگا۔ فانتظر +

میں نے کتاب پیدائش باب ۲۷ سے حضرت اسحٰق کو یعقوب کے دھوکا دینے کا قصہ نقل کیا تھا اُس کا جواب آپ یوں دیتے ہیں کہ :-

قولہ۔ یہ شبہ مولوی صاحب کو توریت کے نہ سمجھنے کی وجہ سے ہوُا +

اقول۔ غالباً اس بات کے سننے سے آپ کو کمال صدمہ ہوگا کہ امام فخرالدین رازی اور دیگر علماء نے بھی اس قصہ کو توریت سے نقل کیا ہے۔ حالانکہ اُن لوگوں نے نہ تو انگریزی پڑھی تھی اور نہ کوئی انگریزی ترجمہ دیکھا تھا۔ کہد یجئے کہ ان کو "یہ شبہ توریت کے نہ سمجھنے سے ہوُا" میرا ارادہ تھا کہ اُن لوگوں کی عبارتیں بجنسہ نقل کردوں۔ لیکن اولاً تو خوف تطویل دامنگیر ہوُا۔ ثانیاً اس خیال سے کہ خدانخواستہ آپ ایسے نہیں ہیں۔ جو اس قصہ کی اُن لوگوں کی تصانیف میں موجود ہونے کا انکار کر بیٹھیں۔ اُن عبارات کو نقل نہ کیا۔ اگر آپ خواہ مخواہ اپنی بات کی پچ کرینگے تو میں آیندہ کسی دوسری تحریر میں اُن عبارات کو نقل کردونگا تاکہ آپ کی خلاف بیانی اور آنکھوں پر دیوار اُٹھانے کی حالت سے ہر شخص واقف ہوجاوے۔ تاہم میں اس وقت ایک مختصر پتہ آپ کو بتاتا ہوں۔ کہ تاریخ ابن خلدون کا ترجمہ جناب مولوی حکیم احمد حسین صاحب الہ آبادی۔ رسالہ اسلام۔ میں طبع کرا رہے ہیں۔ اُس کے صفحہ ۹۰ نوٹ نمبر ۵۱ میں اس قصہ کو بھی توریت سے نقل کیا ہے۔ بلکہ اسی وجہ سے یعقوب سے عیص اس قدر کھنچے کہ اُن کی قتل کے درپے ہوگئے۔ ناچار اسحٰق نے یعقوب کو حران کی طرف چلے جانے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ یعقوب فلسطین سے حران چلے گئے۔ اور اپنے ماموں لابان

اقول - پھر کیا لکھا وری اُس کو نقل فرمائیے۔ افسوس ہے کہ اس وقت
پادری فنڈر و پادری عماد الدین وغیرہ زندہ نہ رہے ورنہ آپ کی بڑی قدر کرتے۔
اور مولٰنا رحمت اللہ مرحوم و ڈاکٹر وزیر خاں مبرور و مولوی ولی اللہ مغفور کے مقابلہ میں
مسئلہ تحریف توریت پر بحث کرنے کے لئے آپ ہی کو کھڑا کر دیتے۔ اور خود منہ
میں گھنگنیاں بھر کر چپکے بیٹھے رہتے۔ تاہم جس قدر کوششیں تحریف لفظی توریت کے
ابطال میں آپ فرما رہے ہیں۔ وہ اکارت نہ ہونگی اور اگرچہ اہل اسلام اُن کو پسند
نہ کرینگے۔ لیکن نصاریٰ و یہود آپ کی تحریر کو حرز جاں بنا دینگے اور اپنے زعم میں مسلمانوں
کو لاجواب اور ساکت کرنے کے لئے آپ کی تحقیقات کو پیش کرینگے۔ میرے
پاس جو نسخہ توریت کا اردو و فارسی میں موجود ہے اُس میں اور میرے ایک دوست
کے پاس دو نسخے دو مترجموں کے عربی میں ہیں (جن میں سے ایک ۱۸۱۱ء کا چھپا ہوا
ہے اور دوسرا قلمی ۱۲۳۲ء کا لکھا ہوا ہے) اُن میں بھی وہی لکھا ہوا ہے جو میں نے
اپنے سابق مضمون میں نقل کیا ہے۔ علاوہ بریں علماء اسلام میں اُن حضرات نے بھی
جنہوں نے پادریوں کے جواب میں کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔ اس روایت کو توریت
سے نقل کرکے اعتراض کیا ہے۔ دیکھو۔ استفسار ۔ مذہبی مناظرہ ۔ مباحث آگرہ۔
ازالۃ الاوہام وغیرہ وغیرہ۔

قولہ - مولوی صاحب کو مناسب ہے کہ تفسیر التورات جو سید احمد خاں صاحب نے
لکھی ہے۔ اُس میں تحریف کا بہت طولانی بحث ہے یا استادی حضرت مولٰنا
مولوی عنایت رسول صاحب کا رسالہ جو ابطال تحریف لفظی میں ہے بغور دیکھیں۔
تب اس بادیہ میں پاؤں رکھیں۔

اقول - **اولاً** سر سید احمد خاں صاحب بہادر کی تفسیر التورات کو گرچہ میں
نے ابھی دیکھا نہیں ہے۔ لیکن اُن کی دیگر تصانیف قریب قریب کل میری نظر سے
گذری ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تحریف کے قائل ہیں اور اگر وہ نہ بھی ہوں
جب بھی اس باب میں ہم کو اُن کی تحقیقات سے اتفاق نہیں ہے۔ کیونکہ ہم کچھ اُن کے
مقلد نہیں ہیں۔ **ثانیاً** - لفظ بحث کو جو آپ نے مذکر لکھا ہے یہ کس دلیل سے۔
ثالثاً - جب کہ اُن علماء متقدمین و کملاء محققین و فضلاء متبحرین مفسرین نے (جن کا

ورنہ ومناقضہ پیش نہ کریں۔ تحریف کا مصداق تغیر لفظی بھی ضرور ہوگا۔ چنانچہ اقوال مفسرین و آراء صحیحہ علماء متجرین اس پر دال ہیں۔ جس کی حالت کچھ ماسبق سے ظاہر ہوئی اور کچھ آیندہ ہوئی جاتی ہے۔ سنئے :۔

مسئلہ تحریف توریت ۔ اس قدر مشہور و معروف ہے جس میں کلام کرنا مفسرین معتبرین کو جاہل بنانا ہے کیا معنی کہ ان حضرات نے پوری طرح پر بہت وضاحت کے ساتھ یہ امر ثابت کر دیا ہے کہ توریت میں لفظی و معنوی دو نو تحریفیں ہوئیں۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۳۴۸ میں بذیل آیت من الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ و یقولون سمعنا و عصینا الخ (سورۂ نساء پارہ ۔ ۵) ارقام فرماتے ہیں **المسئلۃ الثالثۃ** فی کیفیۃ التحریف وجوہ (احدھما) انھم کانوا یبدلون اللفظ بلفظ اٰخر مثل تحریفھم اسم ربعۃ عن موضعہ فی التوراۃ بوضعھم اٰدم طویل مکانہ و نحو تحریفھم الرجم بوضعھم الحد بدلہ ۔ و نظیرہ قولہ تعالیٰ ۔ فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ ۔ فان قیل کیف یمکن ھذا فی الکتاب الذی بلغت احاد حروفہ وکلماتہ مبلغ التواتر المشھور فی الشرق والغرب قلنا لعلہ یقال القوم کانوا قلیلین والعلماء بالکتاب کانوا فی غایۃ القلۃ فقدروا علی ھذا التحریف (والثانی) ان المراد بالتحریف القاء الشبھۃ الباطلۃ والتاویلات الفاسدۃ ۔ الی ان قال ۔ **المسئلۃ الرابعۃ** ذکر اللہ تعالیٰ ھھنا من مواضعہ وفی المائدۃ من بعد مواضعہ والفرق انا اذا فسرنا التحریف بالتاویلات الفاسدۃ لتلک النصوص ولیس فیہ بیان انھم یخرجون تلک اللفظۃ من الکتاب اما الاٰیۃ المذکورۃ فی سورۃ المائدۃ فھی دالۃ علی انھم جمعوا بین الامرین فکانوا یذکرون التاویلات الفاسدۃ وکانوا یخرجون اللفظ ایضاً من الکتاب فقولہ یحرفون الکلم اشارۃ الی التاویل الباطل وقولہ من بعد مواضعہ اشارۃ الی اخراجہ عن الکتاب ۔ انتھیٰ ۔

قول سے ہرگز تحریف لفظی کا انکار نہیں نکلتا۔ جو میرے مدعا کے خلاف ہوسکے*

قولہ۔بیضاوی ہومر اور شکسپیر کی پوئٹری اور ڈکشنری نہیں ہے*

اقول۔یہاں چار الفاظ قابل غور ہیں۔ ہومر۔ شکسپیر۔ پوئٹری اور ڈکشنری ہومر کے نام کے مقابلہ میں تو پوئٹری (یعنی پوئٹری) ہوئی۔ اور شکسپیر کے مقابل میں ڈکشنری ہوئی۔ لیکن یہ ایسا ہی بے جوڑ ہے جیسے کوئی فردوسی یا سعدی یا انوری وغیرہ شعرا کے مقابلہ میں برہان یا صراح یا بہار عجم یا کسی دوسری کتاب لغت کا نام لکھ دے۔ کیونکہ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ ہومر اور شکسپیر۔ یورپ کے بڑے نامی شاعروں میں گذرے ہیں اور اُن کی نظم تصانیف ہنوز عالم میں موجود اور مشہور ہیں۔ اگرچہ یا کوٹ میں کوئی لاغی شکسپیر نام گذرا ہو اور اُس کی مصنفہ ڈکشنری آپ کے کتبخانہ میں موجود ہو تو یہ آپ جانیں*

تفسیر مسعودی کی جو عبارت میں نے نقل کی تھی۔ اُس کا جواب آپ یوں دیتے ہیں:۔

قولہ۔یہود نے رجم کی جگہ مُنہ کالا کرنا اور کوڑا مارنا قائم کیا۔ پس یہ مفسر لکھتا ہے کہ یہود پیغمبر کی نعت جہاں جہاں توریت میں واقع ہے۔ اُس کے معنی خلاف مدعا بیان کرتے تھے اور آیت رجم کے قائم مقام مُنہ کالا کرنا قائم کیا۔ اور کوڑا مارنا*

اقول۔علامہ ابی مسعود کی عبارت یہ ہے۔ ھم الذین غیروا نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی عصرہ وبدلوا آیۃ الرجم۔ اس کا ترجمہ آپ یوں فرماتے ہیں۔ یہی وہی لوگ ہیں جنہوں نے پیغمبر خدا کی نعت میں تغیر کیا اور آیت رجم کو بدلا۔ اس میں کہیں قائم مقام کرنے کا ذکر نہیں ہے اور بدلوا۔ کو معنی منہ کالا کرنے اور کوڑا مارنے کے قائم مقام کرنا تحریر فرمانا آپ کی جودت طبع کا بدیہی ثبوت ہے۔ کیونکہ اس میں بھی وہی کلام ہے جو پہلے کیا گیا۔ یعنی اگرچہ بشہادت احادیث تبدیل کا قائم مقام کرنا بھی سمجھا جاسکے۔ لیکن چونکہ لفظ تبدیل عام ہے اور قائم مقام کرنا خاص اور عام کو خاص میں انحصار کرنے پر کوئی دلیل صحیح اور قطعی ہونی چاہئے۔ پس جب تک کہ آپ کوئی دلیل و برہان بلا معارضہ

اُس کے مرتبہ کو خدا کے کلام کے مرتبہ کے برابر نہیں جا سکتا۔ اور جیسے سند متصل سے قرآن کے ہر لفظ کی صحت و تواتر حتماً و یقیناً ثابت ہے جب ویسی ہی سند سے آپ لوگ توریت کی صحت ثابت نہ کردیں اُس وقت تک میں توریت موجودہ کو قابل اعتبار نہیں مان سکتا +

قولہ - شاید مولوی صاحب کل رسائل بیبل کو تورات سمجھتے ہیں +

اقول بیبل کے کل رسائل کو جس میں توریت و انجیل دونو کے رسائل شامل ہیں۔ کیونکر کوئی ذی عقل توریت کہیگا۔ ہاں بیبل کے اُس مجموعہ کو جو عہد قدیم کہا جاتا ہے اور جس میں متعدد کتابیں ہیں بطور تسمیۃ الکل باسم الجزو توریت جانتا ہوں۔ لیکن اس میں میں ہی منفرد نہیں ہوں بلکہ اور علماء اسلام کا بھی یہی مذہب ہے +

قولہ - باقی رہا یہ کہ توریت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت کی لکھی ماننے میں قباحتیں لازم ہونگی جو اُن کی مہمل روایتوں سے ناشے ہیں۔ اگر بقول مولوی صاحب اُس کی روایتیں مہمل ہیں تو جس وقت کی وہ کتاب لکھی ہوگی وہ قباحتیں لازم ہونگی موسےٰ علیہ السلام کے وقت میں لکھے جانے سے کیا خصوصیت پیدا ہوئی +

اقول - افسوس ہے کہ آپ بات نہیں سمجھتے اور ناحق اُلجھ پڑتے ہیں۔ قاضی محمود الحق نے دعوے کیا تھا کہ "یہ سخن کہ توریت جو حضرت موسےٰ علیہ السلام کے وقت میں لکھی گئی وہ یہ نہیں ہے سراسر بناوٹ بات بے دلیل ہے"۔ اُس سے نتیجہ یہ نکلا کہ توریت موجودہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے وقت کی لکھی ہوئی توریت کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ نقل کالاصل ہے۔ لہذا میں نے لکھا کہ اگر قاضی صاحب موجودہ توریت کو وہی توریت جانتے ہیں جو حضرت موسےٰ علیہ السلام نے لکھی تھی تو بڑی قباحتیں لازم آوینگی +

مَیں نے توریت کتاب خروج باب ۳۲ سے حضرت ہارون ع کے سونے کا بچھڑا ڈھالکر بنی اسرائیل کے لئے معبود قرار دینے کی روایت نقل کی تھی اس کا جواب آپ یوں دیتے ہیں +

قولہ - آپ غلط بیانی چھوڑ دیجئے یہ بڑے مضحکہ کی بات ہے توریت کے باب ۳۲ میں ہرگز یہ نہیں لکھا ہے +

امام رازی نے اس جگہ سارا جھگڑا چکا دیا۔ اور جس کو اللہ تعالےٰ نے شرمِ انصاف کا مادہ عنایت فرمایا ہو۔ وہ کبھی تحریف کو صرف تاویل میں منحصر نہ کریگا۔ بلکہ امام رازی نے یہاں تحریف لفظی کے ثبوت میں نظیرًا اُسی آیت کو پیش کیا جس کے ثبوت میں علامہ ابی سعود کا قول میں پہلے نقل کرچکا ہوں۔ اور صاف بتلایا کہ یہود نے فلاں لفظ کی جگہ فلاں لفظ لکھ دیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس سے زیادہ صاف اور واضح دوسرا کونسا ثبوت تحریف لفظی کا ہوسکتا ہے ٭

قولہ۔ علی ہذا القیاس جملہ اقوال مفسرین جو مولوی صاحب نے نقل کئے اُنکا مطلب نہیں سمجھے اس لئے میں قلم کو روکتا ہوں۔ فقط ٭

اقول۔ ع۔ بھاری پتھر تھا چوم کر چھوڑا ٭ یا یہ کہ کھٹے انگور کون کھائے پر عمل کیا۔ مگر چونکہ یہ قیاس آپ کا غلط ہے۔ لہٰذا اول من قاس کا مصداق ہوئے اب یہاں سے میرے آخر حصۂ تحریر مطبوعہ الوقت ۲۳۔ ستمبر ۱۸۹۶ء کا جواب دیا گیا ہے :۔

قولہ۔ اب میں لکھتا ہوں کہ قاضی صاحب نے تو یہ لکھا کہ تورات موجودہ وہی تورات ہے جو حضرت موسےٰ؈ کے وقت میں لکھی گئی۔ اس میں بیبل کے کل رسائل کے دیکھنے کو کیا دخل چاہیئے ٭

اقول۔ اولًا جب تک قاضی محمود الحق صاحب ہمارے طوفانی سوالات مطبوعہ الوقت ۲۱۔ اکتوبر ۱۸۹۶ء کے جواب نہ دے لیویں۔ اُس وقت تک زیادہ لکھنا خلاف مصلحت ہے ٭

ثانیًا۔ قاضی صاحب یا آپ میرے نزدیک معصوم نہیں ہیں جو آپ لوگوں کی ہر بات کو میں خواہ مخواہ تسلیم کرلوں۔ اگر آپ کے اور اُن کے نزدیک توریت موجودہ وہی توریت ہے جو حضرت موسےٰ علیہ السلام نے بقول آپ لوگوں کے لکھی تھی تو یہ خیال آپ ہی لوگوں کے لئے دل خوش کُن ہوگا۔ مگر جو شخص علم و عقل رکھتا ہے یا جس کو تحقیق سے بہرہ ہے وہ تو یہی کہیگا کہ حبب یہ امر ثابت ہے۔ کہ یہودیوں نے توریت میں لفظی و معنوی تحریفیں اس طرح پر کیں کہ تمیز مشکل ہوگئی۔ تو جب تک یہ التباس رفع اور تمیز آشکارا نہ ہو اُس وقت تک کوئی اہل خرد

مرتبۂ علمی مولنا عنایت رسول صاحب سے کہیں زیادہ ہے اور ایک عالم اُن کو مستند مانے ہوا ہے) توریت کی تحریفات لفظی کو تصریح بیان فرمادیا ہے تو ایسی حالت میں اگر مولنا عنایت رسول صاحب کوئی ایسی بات لکھ دیں جس سے اُن بزرگواروں کی تحقیقات وتصریحات وجانفشانیوں کا غلط ہونا لازم آجاوے تو اس کا ماننا کیا ضرور ہے۔ تاہم میں عرض کرتا ہوں کہ جناب ممدوح کا رسالہ جب آپ کے کتب خانہ سے نکلکر نظر سے گذریگا۔ اُس وقت ہم دیکھینگے کہ وہ کہاں تک وقعت کی نگاہ سے دیکھنے کے قابل ہے۔ اگر کسی قوی دلیل سے اس امر کو ثابت کیا ہوگا۔ تو ضرور ہمارا اس میں اس سے بہت زیادہ کلام ہوگا۔ فانتظر ✦

میں نے کتاب پیدائش باب ۲۷ سے حضرت اسحٰق کو یعقوب کے دھوکا دینے کا قصہ نقل کیا تھا اُس کا جواب آپ یوں دیتے ہیں کہ ✦

قولہ۔ یہ شبہ مولوی صاحب کو توریت کے نہ سمجھنے کی وجہ سے ہوا ✦

اقول۔ غالباً اس بات کے سننے سے آپ کو کمال صدمہ ہوگا کہ امام فخرالدین رازی اور دیگر علماء نے بھی اس قصہ کو توریت سے نقل کیا ہے۔ حالانکہ اُن لوگوں نے نہ تو انگریزی پڑھی تھی اور نہ کوئی انگریزی ترجمہ دیکھا تھا۔ کیونکر سمجھئے کہ ان کو "یہ شبہ توریت کے نہ سمجھنے سے ہوا"۔ میرا ارادہ تھا کہ اُن لوگوں کی عبارتیں بجنسہ نقل کردوں۔ لیکن اولاً تو خوف تطویل دامنگیر ہوا۔ ثانیاً اس خیال سے کہ خدانخواستہ آپ ایسے نہیں ہیں۔ جو اس قصہ کی اُن لوگوں کی تصانیف میں موجود ہونے کا انکار کر بیٹھیں۔ اُن عبارات کو نقل نہ کیا۔ اگر آپ خواہ مخواہ اپنی بات کا پچ کرینگے تو میں آیندہ کسی دوسری تحریر میں اُن عبارات کو نقل کردونگا تاکہ آپ کی خلاف بیانی اور آنکھوں پر دیوار اُٹھانے کی حالت سے ہر شخص واقف ہوجاوے۔ تاہم میں اس وقت ایک مختصر پتہ آپ کو بتاتا ہوں۔ کہ تاریخ ابن خلدون کا ترجمہ جناب مولوی حکیم احمد حسین صاحب الہ آبادی۔ رسالہ اسلام میں طبع کرا رہے ہیں۔ اُس کے صفحہ ۹۷ نوٹ نمبر ۵ میں اس قصہ کو بھی توریت سے نقل کیا ہے۔ بلکہ اسی وجہ سے یعقوب سے عیص اس قدر کھنچے کہ اُن کی قتل کے درپے ہوگئے۔ ناچار اسحٰق نے یعقوب کو حران کی طرف چلے جانے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ یعقوب فلسطین سے حران چلے گئے اور اپنے ماموں لابان

اقول - پھر کیا لکھا ذری اُس کو نقل فرمائیے۔ افسوس ہے کہ اس وقت
پادری فنڈر و پادری عماد الدین وغیرہ زندہ نہ رہے ورنہ آپ کی بڑی قدر کرتے۔
اور مولانا رحمت اللہ مرحوم و ڈاکٹر وزیر خاں مبرور و مولوی ولی اللہ مغفور کے مقابلہ میں
مسئلہ تحریف توریت پر بحث کرنے کے لئے آپ ہی کو کھڑا کر دیتے۔ اور خود منہ
میں گھنگنیاں بھر کر چپکے بیٹھے رہتے۔ تاہم جس قدر کوششیں تحریف لفظی توریت کے
ابطال میں آپ فرما رہے ہیں۔ وہ اکارت نہ ہونگی اور اگرچہ اہل اسلام اُن کو پسند
نہ کرینگے۔ لیکن نصاریٰ و یہود آپ کی تحریر کو حرز جاں بنا دینگے اور اپنے زعم میں مسلمانوں
کو لاجواب اور ساکت کرنے کے لئے آپ کی تحقیقات کو پیش کرینگے۔ میرے
پاس جو نسخہ توریت کا اردو و فارسی میں موجود ہے اُس میں اور میرے ایک دوست
کے پاس دو نسخے دو مترجموں کے عربی میں ہیں (جن میں سے ایک سنہ ۱۸۱۱ء کا چھپا ہوا
ہے اور دوسرا قلمی سنہ ۱۶۳۲ء کا لکھا ہوا ہے) اُن میں بھی وہی لکھا ہوا ہے جو میں نے
اپنے سابق مضمون میں نقل کیا ہے۔ علاوہ بریں علماء اسلام میں اُن حضرات نے بھی
جنہوں نے پادریوں کے جواب میں کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔ اس روایت کو توریت
سے نقل کرکے اعتراض کیا ہے۔ دیکھو۔ استفسار + مذہبی مناظرہ + مباحث آگرہ
ازالۃ الاوہام وغیرہ وغیرہ +

قولہ - مولوی صاحب کو مناسب ہے کہ تفسیر التورات جو سید احمد خاں صاحب نے
لکھی ہے۔ اُس میں تحریف کا بہت طولانی بحث ہے یا استادی حضرت مولانا
مولوی عنایت رسول صاحب کا رسالہ جو ابطال تحریف لفظی میں ہے بغور دیکھیں۔
تب اس بادیہ میں پاؤں رکھیں +

اقول - اولاً سر سید احمد خاں صاحب بہادر کی تفسیر التورات کو گرچہ میں
نے ابھی دیکھا نہیں ہے۔ لیکن اُن کی دیگر تصانیف قریب قریب کل میری نظر سے
گذری ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تحریف کے قائل ہیں اور اگر وہ نہ بھی ہوں
جب بھی اس باب میں ہم کو اُن کی تحقیقات سے اتفاق نہیں ہے۔ کیونکہ ہم کچھ اُن کے
مقلد نہیں ہیں۔ **ثانیاً** - لفظ بحث کو جو آپ نے مذکر لکھا ہے یہ کس دلیل سے۔
ثالثاً - جب کہ اُن علماء متقدمین و کملاء محققین و فضلاء متبحرین مفسرین نے (جن کا

ہاں اُس سے عمال مانگتے ہیں لیکن خود حاکم اور عمال میں بہت بڑا فرق ہے۔ اب رہا یہ کہ شاید الوھیم سے یہاں فرشتہ مراد ہو تو وہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ آپ خود پہلے لکھ چکے ہیں کہ "حضرت یعقوب دریاے یبوک پر پہنچے تو اپنے لڑکے بالے اسباب و اثقال دریا پار پہنچا دیا۔ اور خود وہیں تنہا اُس پار رہے۔ وہاں ایک شخص آیا اور رات بھر اُن کے پاس رہا۔ اور اُن سے کچھ مباحثہ کرتا رہا"۔ یہاں دو لفظ قابل غور ہیں۔ "مباحثہ" اور "تعلیم" اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ کیونکہ مباحثہ کے لغوی معنی ہیں تفحص کردن۔ اور تعلیم کے معنی ہیں کسے را چیزے آموختن۔ پس اگر ہم ان لیں کہ الوھیم سے مراد یہاں فرشتہ ہے۔ تو آپ کی پہلی عبارت کے مطلب یہ ہوئے کہ رات بھر فرشتہ اُن سے مباحثہ کرتا رہا۔ لیکن اس حالت میں آپ کو یہ بھی بیان کرنا چاہئے کہ وہ مباحثہ کس امر پر تھا۔ اور اگر دوسرے امر کو فرض کروں یعنی یہ کہ "رات بھر فرشتہ اُن کی تعلیم کرتا رہا۔ تو پھر "مباحثہ" اور "حاکم" کا محصول مانگنا جو آپ نے لکھا ہے وہ مہمل ہوا جاتا ہے۔ قطع نظر ازیں یہ امر کہ الوھیم سے مراد یہاں فرشتہ ہے یا حاکم آپ کے نزدیک بھی معرض اشتباہ میں ہے۔ کیونکہ آپ لکھتے ہیں کہ "یہ دو معنی مقدم الذکر ہو سکتے ہیں"۔ اور پھر آپ ہی لکھتے ہیں کہ "ممکن ہے کہ" "ممکن ہے کہ الوھیم کے معنی فرشتہ ہوں"۔ حالانکہ "ہو سکتے ہیں"۔ اور واقعی ہونے اور ہیں۔ و۔ "ہوں"۔ میں بہت بڑا فرق ہے۔ کیونکہ آپ کے الفاظ ظنی ہیں۔ اور ہرگز مفید یقین نہیں ہو سکتے۔ پس ثابت ہوا کہ الوھیم سے مراد یہاں خدا ہے ❊

قولہ۔ اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جاوے کہ فرشتہ حضرت یعقوب سے کشتی لڑا۔ تو یہ کیا مستبعد ہے۔ شاید مولوی صاحب جبرئیل کا غار میں آنا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دبانا تسلیم نہیں کرتے ❊

اقول۔ اولاً۔ جب یہ امر پہلے بیان ہو چکا ہے کہ الوھیم سے مراد یہاں فرشتہ یا حاکم نہیں ہے۔ بلکہ خدا ہے۔ تو پھر آپ کا یہ فرمانا کہ فرشتہ حضرت یعقوب سے کشتی لڑا محض لغو ہے۔ **ثانیاً**۔ حضرت جبرئیل کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دبانا حالت معانقہ میں تھا اور کشتی چیزے دیگر است۔ کیا آپ عیدین میں لوگوں سے معانقہ کرتے ہیں تو یہ آپ کے نزدیک کشتی میں داخل ہے؟ الغرض کشتی کو معانقہ

بن تبوایل کے پاس پہنچکر قیام کیا۔ لابان نے اپنی دو لڑکیوں (یعنی لیاؔ اور راخیلؔ) سے ان کا عقد کردیا۔ بیس برس حران میں رہکر بحکم الہٰی ارض کنعان کی جانب روانہ ہوئے ۔

قولہ۔ حضرت اسحٰق نے جو دعا کی تھی اُس میں کسی بیٹے کا نام نہیں لیا تھا ۔

اقول۔ میں کب کہتا ہوں کہ نام لیا تھا۔ لیکن یہ تو ثابت ہے کہ یعقوب نے چالاکی سے اپنے لئے دعا کرالی ۔

قولہ۔ اسحٰق نے اُن کے کپڑوں کو سونگھا اور برکت دی۔ اور کہا کہ محسوس ہوتی ہے میرے بیٹے کی مہک اُس میدان کی مہک کیسی جسے خدا نے برکت دی ہے ۔

اقول۔ کوئی شبہ اس میں نہیں ہے کہ جس طرح عیص حضرت اسحٰق کے بیٹے تھے۔ اُسی طرح یعقوب بھی اور انہیں پر بقول آپ کے "فیضان برکات مبادی عالیہ سے ہوا۔ جس کا امتیاز حضرت اسحٰق کو ہوا"۔ اور حضرت اسحٰق نے اُن کو عیص ہی تصور کرکے دعا کی۔ کیونکہ یہ ثابت ہے کہ اُنہوں نے عیص کو بُلایا تھا۔ علاوہ بریں آپ لکھتے ہیں کہ حضرت اسحٰق نے جو دعا کی تھی۔ اُس میں کسی بیٹے کا نام نہیں لیا تھا۔ مگر یہ نہیں بتاتے کہ دعا کرنے کے لئے کس بیٹے کو بُلایا تھا ۔

مَیں نے اسی کتاب کے باب ۲۲ ورس ۲۴ تا ۳۰ سے خدا کی رات بھر یعقوب سے کشتی لڑنے کی روایت نقل کی تھی۔ آپ اس کا انکار ایک عجیب طرح پر فرماتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ :۔

قولہ۔ وہاں لفظ الوھیم بھی اُس شخص کی شان میں واقع ہے۔ اور الوھیم کے معنی عبرانی زبان میں کئی ہیں۔ اسماء الحسنیٰ سے بھی ہے اور غالب استعمال اس کا بمعنی فرشتہ ہے اور اس کے معنی حاکم بھی ہیں ۔

اقول۔ جب کہ الوھیم کے کئی معنی ہیں۔ تو اس کے لئے آپ کو کوئی قطعی اور قابل یقین ثبوت دینا چاہئے کہ یہاں الوھیم سے مراد فرشتہ ہے یا حاکم ہے بڑی دلیل اس بات کی کہ یہاں الوھیم سے مراد فرشتہ یا حاکم نہیں ہے یہ ہی کہ آپ لکھتے ہیں کہ "حضرت یعقوبؑ نے اپنے اہل وعیال کو دریا پار اتار دیا۔ اور خود تنہا رہ گئے۔ تو وہاں کا حاکم اُن کے پاس آیا اور اُن سے محصول مانگا۔ اس کا مباحثہ اُن سے رہا"۔ حالانکہ کبھی کوئی حاکم کسی رہگذر وغیرہ کا محصول مانگنے خود نہیں آتا

قولہ۔ مولوی صاحب کی سابق تحریر کا جواب میں نے اخبار زمانہ میں چھپوا دیا ہے شاید وہ نظر سے نہیں گذرا ◆

اقول۔ بیشک وہ تحریر آپ کی میں نے نہیں دیکھی ورنہ اُس کی بھی خبر لیجاتی ◆

قولہ۔ اس کے قبل مولوی صاحب نے ایک ریمارک چھپوایا ہے اُس میں حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت گستاخانہ کلام ہے ◆

اقول۔ یہ آپ کا خیال خام اور منافات اسلام ہے۔ اور میں نے تو سوائے ایک ریمارک کے ابھی کوئی دوسری تحریر ہی نہیں طبع کرائی ہے اور آپ کا یہ مضمون جس کا جواب میں دے رہا ہوں اُسی ریمارک کے آخر حصہ پر تھا۔ پھر اس سے قبل میں نے کونسا خاص ریمارک چھپوایا جس کا آپ ذکر کر رہے ہیں ◆

راقم

محمد عبد الحق

نوٹ۔ یہ وہی مضمون ہے جس کا ذکر دیباچہ رسالۂ ہذا میں کر چکا ہوں دو ٹکڑے کر کے ۱۵ و ۱۶ نومبر سنہ ۱۸۹۶ء کو مطبع الوقت میں بھیجا۔ مگر اڈیٹر الوقت نے اسے طبع نہ کیا۔ میں نے اسی مقام پر اس آرٹیکل کو اصل مسودہ سے نقل کیا ہے ۱۲ محمد عبد الحق ◆

زمینی کیڑے مکوڑوں کو اُن کی جنس کے مطابق بنایا۔ تب خدا نے کہا کہ آدم کو اپنی صورت پر اور اپنی مانند بناؤں۔ اور خدا نے آدم کو پیدا کیا۔ کتاب پیدائش ۲۵ + ۲۶ / ۱ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان حیوان کے بعد پیدا کیا گیا۔ لیکن اُسی کتاب کے دوسرے مقام پر دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حیوانات سے قبل انسان پیدا کیا گیا۔ چنانچہ لکھا ہے۔ اور خداوند نے کہا کہ اچھا آدم اکیلا رہے میں اُس کے لئے ایک ساتھی اُس کی مانند بناؤنگا۔ اور خداوند نے میدان کے ہر ایک جانور اور آسمان کے پرندوں کو زمین سے بنا کر آدم کے پاس پہنچایا تاکہ دیکھے کہ وہ اُن کے کیا نام رکھتا ہے۔ دیکھو کتاب پیدایش ۱۸ + ۱۹ / ۲ اگر توریت میں بقول آپ کے نقص نہیں ہے اور نہ تحریف ہوئی۔ تو یہ اختلاف صریح چہ معنی دارد ❖

پھر ۔ میں خداوند تیرا خدا غیور ہوں اور باپ دادوں کی بدکاریاں اُن کی اولاد پر جو مجھ سے عداوت رکھتے ہیں تیسری اور چوتھی پشت تک پہنچاتا ہوں کتاب خروج ۵ / ۲۰ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بچے اپنے اباؤ اجداد کے گناہوں کے عوض مستوجب سزا ہو سکتے ہیں۔ لیکن اُسی توریت کے دوسرے مقام پر دیکھنے سے نہایت وضاحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے۔ کہ بچے اپنے باپ دادا کے گناہوں کے عوض مستحق سزا نہیں ہو سکتے چنانچہ لکھا ہے۔ وہ جان جو گناہ کرتی ہے وہ ہی مریگی۔ بیٹا باپ کے گناہ نہ سہیگا اور نہ باپ بیٹے کا۔ دیکھو کتاب حزقیل ۲۰ / ۱۸ اگر بقول آپ کے توریت میں نقص نہیں ہے اور نہ تحریف ہوئی تو اس صریح اختلاف کی کیا وجہ ہے ❖

ان دلائل سے بھی بہت اچھی طرح واضح ہوتا ہے کہ توریت میں کوئی ایسی صورت تحریف کی باقی نہیں ہے جو نہ ہوئی ہو اور یہود نے ہر جگہ پر موقع اور بے موقع تحریفیں کیں۔ مجھے امید ہے کہ ہر منصف مزاج براہین سابقہ اور ان دلائل قاطع کو دیکھکر بیساختہ بول اُٹھیگا کہ توریت موجودہ ہرگز وہ توریت نہیں ہے جو بقول قاضی محمود الحق وغیرہ کے حضرت موسئے علیہ السلام نے لکھی تھی۔ بلکہ یہودیوں نے اُس میں ہر قسم کی لاانتہا تحریفیں کرکے بالکل بے اعتبار اور بیکار بنا دیا ہے ❖

صاحب جس وقت طوفان کو مذہب اسلام سے ثابت کرینگے اُس وقت ہم دیکھینگے کہ انکی تحقیقات کہاں تک وقعت کی نگاہ سے دیکھی جا سکتی ہے۔ موجودہ توریت اور انجیل کو نہ ہم مقدس کتاب سمجھتے اور نہ بحیثیت تاریخی کتاب ہونے کے صحیح۔ خود ہمارے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے کہ یہ دونو کتابیں محرف ہیں۔ اور تاریخ ان کا محرف ہونا پورے طور پر ثابت کر دیتی ہے۔ ایسے حالت میں اگر کوئی شخص ان کتابوں پر اعتراض کرے تو دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا۔ یوں ہر شخص کو اختیار ہے جو رائے چاہے قائم کرے ✦

راقم تردید نے جس قدر اعتراض ہماری تحریر پر کئے ہیں یا تو خارج از بحث ہیں یا غلط فہمی پر مبنی اگر ہماری تحریر کے دوسرے حصہ کے شائع ہونے تک صبر کیا جاتا۔ تو اکثر اعتراضات بیکار ہو جاتے۔ بہرکیف ہم اپنی تحریر کے ختم ہونے کے بعد نہایت اختصار کے ساتھ اُن اعتراضات کا جواب دینگے۔ یہاں پر ایک اعتراض کا جواب مثالاً ہم دیتے ہیں۔ توریت میں جو طول طویل عمریں انسان کی لکھی ہوئی ہیں اور جن کا ذکر میں نے اپنی تحریر میں کیا تھا اُس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ بحث بالکل بے محل ہے "نہ اُس کو طوفان میں دخل نہ تخشنہ ہمارے نبیولے میں مداخلت ایراد اُس کا یہاں صرف بغرض الزام کتب مقدسہ ہے" ان جملوں کے بعد نقطہ سے بھی ان کو زور دیا گیا ہے "گو مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد ✦ افسوس کوئی میری تحریر کو نہ سمجھے تو میں کیا کروں اگر میری نیت اس بحث سے صرف الزام کتب مقدسہ (جمع کا لفظ قابل غور ہے) ہوتی تو مجھے دوسرے مسائل کے ایراد کو کونسا امر مانع تھا۔ میں نے اس بحث کا ذکر اس وجہ سے کیا تھا کہ اگر فی الواقع یہ اعمار مبالغہ سے خالی نہیں ہیں اور اگر قدیم زمانہ کے انسان کی عمریں عمر طبعی سے زیادہ نہیں ہوتی تھیں تو طوفان کی تاریخ جو انہیں عمروں کے حساب سے ۳۵۵۲ برس قبل حضرت مسیح ع کے ہوتی ہے وہ غلط ثابت ہوئی جاتی ہے۔ فرض کر لیجئے کہ انسان کی عمروں کا اوسط اُس زمانہ میں بھی یہی تھا جیسا کہ اب ہے تو کیا طوفان کی تاریخ وہی مقرر ہوگی جس طرح کہ توریت میں درج ہے ؟ ہرگز نہیں۔ پھر اصل بحث کو بے محل کہدینا میرے مضمون کی غلط فہمی نہیں تو کیا ہے۔ اصول معارضہ کا پہلا رکن یہ ہے کہ اپنے فریق ثانی کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کیجاوے نہ کہ ایک عارضی

دوسرا باب

طوفان نوح

(بیرسٹر صاحب کی تحریر کا بقیہ)

مجھے نہایت افسوس ہے کہ وہ پرچہ جس میں میری تحریر طوفان نوح پر طبع ہوئے تھے میرے پاس نہیں پہنچا۔ اسی وجہ سے میں نے اپنی تحریر کا دوسرا حصّہ نہیں بھیجا۔ اس ہفتہ کے اخبار میں جو اُس کی تردید چھپی ہے۔ اُس سے معلوم ہوا کہ واقعی میری تحریر ۱۹۔ فروری کے پرچہ میں طبع ہو چکی تھی۔ اب میں اس مخمصہ میں گرفتار ہوں کہ اس تحریر کی رد لکھوں یا اپنی نا تمام تحریر کو پورا کروں۔ افسوس ہے کہ اس تحریر میں ایسے نا ملائم اور غیر مہذب الفاظ مثلاً مغالطہ اور تلبیس وغیرہ میرے بارہ میں استعمال کئے گئے ہیں کہ تہذیب اور شائستگی مانع ہے کہ ان الفاظ کا جواب ترکی بہ ترکی دیا جاوے تردید کرنے والے نے اس امر کو فرض کر لیا ہے کہ میں وحی و الہام کا معتقد نہیں ہوں۔ یہ رائے میرے کن الفاظ سے قائم کی گئی۔ مجھے نہیں معلوم۔ مولوی عنایت رسول صاحب کی تحریر میں نہ وحی و الہام کا کہیں ذکر تھا۔ اور نہ میں نے اپنی تحریر میں کہیں اس سے بحث کی تھی۔ یہ دو الفاظ مجرد اس لئے لائے گئے ہیں تا کہ میری تحریر کے خلاف ایک مذہبی تعصب پیدا کیا جاوے۔ جن حضرات کے دلوں میں اس بات کا یقین ہو جائیگا کہ میں وحی و الہام کا معتقد نہیں ہوں۔ وہ میری تحریر کو بالکل پوچ و لچر سمجھینگے۔ اس قسم کے بے بنیاد اور غلط تعصب سے اپنے لئے مفید اثر پیدا کرنا قانون مباحثہ اور تحقیقات کے خلاف ہے۔ اصل مدعا ہاتھ سے نہیں دینا چاہئے۔ بحث تاریخی واقعات سے تھی۔ مذہب کے اصول سے بحث کرنی نہایت نامناسب ہے۔ مولوی عنایت رسول

اور خلاف معمول واقع کا ذکر ان دو نو ملکوں کی تاریخوں میں نہیں ہونا اس امر کا کامل ثبوت
ہے کہ حقیقت میں کوئی ایسا واقع نہیں ہوا۔ مصر کے علماء اور منجمین کو بڑا خیال رہتا تھا
کہ غیر معمولی فطرتی واقع اُن کی تاریخ میں درج کیا جاوے۔ مثلاً زلزلے خسوف و کسوف
اور اسی قسم کے واقعات نہایت صحت اور احتیاط کے ساتھ اُن کی تحریروں میں
درج ہیں۔ اگر ایسا طوفان جس کا ذکر توریت میں ہے اس دنیا میں آیا ہوتا تو بیشک
مصر کی تاریخ میں اُس کا نشان ملتا۔ اس تاریخ کا سکوت طوفان کے عدم وقوع کی
قطعی دلیل ہے۔ کالڈیا کی اینٹوں کی نظم میں جس طوفان کا ذکر ہے وہ بموجب اس نظم
کے ایسے قدیم زمانہ میں ہوا تھا کہ جس کا شمار قیاس سے باہر ہے۔ کلدانیوں کے مذہب
کی بنا بالکل علم نجوم پر تھی۔ اصل ماخذ اس مذہب کا قدیم اکیڈین مذہب ہے جس میں فال
اور منتر بھوت اور پریت اور اسی قسم کے مہمل اور وحشیانہ خیالات بھرے پڑے ہیں
مثلاً ایک کتبہ میں یہ حال لکھے ہوئے ہیں۔ "اگر بھیڑ شیر جنے تو لڑائی ہوگی"۔ "اگر گھوڑی کتا
جنے تو تباہی آویگی اور قحط ہو"۔ "اگر ایک سپید کتا مندر میں چلا جائے تب اُس کی بنیاد
قائم رہیگی۔ اور بھورے کتے کے جانے سے اُس مندر کے کل اسباب غارت
ہوجائینگے"۔ علےٰ ہٰذا القیاس اس قسم کے پیشینگو فال اور منتریوں نے بڑی ترقی کر رکھی
تھی۔ مگر انہیں احمقانہ تعصبات اور وحشیانہ عقاید سے ترقی پاکر ایک مہذب اور فلسفیانہ
مذہب اُسی قدیم زمانہ میں نکل آیا۔ سیمیٹک فتوحات کا اس مذہب پر بہت بڑا اثر پڑا۔ مگر
اصول مذہب نہیں تبدیل ہوئے۔ فاتحوں نے قدیم مذہب کو اختیار کیا۔ اور اپنی قوم
کے چند خداوں کو اُس مذہب میں جگہ دی۔ عیسائیوں کے مذہب کے مطابق کلدانی
بھی تثلیث کے قائل تھے۔ مگر اُنہوں نے ایک ہی تثلیث پر اکتفا نہیں کیا بلکہ چند خدا اور
بڑھائے۔ یہاں تک کہ علم نجوم کی ترقی کے ساتھ منطقۃ البروج کے بارہ برجوں کے
مطابق بارہ بڑے بڑے خداوں کی ایجاد کی۔ ان خداوں کی ماتحتی میں اور بھی چھوٹے
چھوٹے خدا اور دیبیاں قائم کی گئیں اور ان سب کی بنا نجومی واقعات پر رکھی۔ پہلے
اکیڈین تثلیث کے خداوں کے نام۔ آنو۔ مل آل اور آیا تھے۔ آنو کے معنی
آسمان کے ہیں اور اس خدا کو سب سے قدیم خدا اور خداوں کا باپ کہتے تھے۔ مل آل
کی حکومت زمین کے نیچے تھی۔ آیا۔ زمین کے سمندروں اور دریاوں کا خدا تھا۔

اور غلط معنی لگا کر خواہی نخواہی اعتراض کر دیا جاوے۔ کسی امر متنازعہ کی تحقیقات پر جب دو شخص دوستانہ طور پر متفرق پہلو سے متوجہ ہوتے ہیں تو ہر شخص کو اپنے فریق کی دیانتداری تسلیم کرنی ہوتی ہے۔ اپنی اپنی آراء کو تعصب سے آزاد رکھنا ہوتا ہے اور ذاتی حملوں سے پرہیز کرنا پڑتا ہے۔ اگر یہ ضروری امور نظر انداز کر دئیے جائیں تو تحقیقات ناممکن ہو جائیگی اور ایک کو دوسرے کی دلیلوں سے جو فائدہ پہنچنے والا ہو مفقود ہو جائیگا۔ نفسانیت اور ہٹ کا جہاں گذر ہو پھر نفع کے عوض نقصان اُٹھانا پڑیگا۔ ہماری مراد اس سے مجرد طلب علم ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے علما یورپ کی تحقیقات کا کیا جواب دیتے ہیں۔ اگر جواب معقول اور پسندیدہ ہو تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اُس کا اعلان یورپ میں کیوں نہ کیا جائے۔ اب ہم پھر اپنے اصل مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں +

پچھلی تحریر میں ہم کالڈیا کی تاریخ چار ہزار برس کی جیسا کہ اُس مُلک کے کتبوں سے ثابت ہے لکھ چکے ہیں۔ مصر کی تاریخ پانچہزار برس کی ویسی ہی یقینی طور پر معلوم ہے۔ جیسا کہ ہندوستان میں انگریزوں کی سلطنت کی تاریخ نویسی کے اب یہ اصول قائم ہو گئے ہیں کہ جس مُلک کی تاریخ کا مقابلہ اُس مُلک کے کتبوں سے نہیں ہوا ہے وہ اس قدر معتبر نہیں سمجھی جاتی جیسا کہ ایک دوسرے مُلک کی جو کتبوں سے ثابت ہوئی ہو۔ اور بیشک یہ اصول نہایت صحیح اور مستحکم ہے۔ ان کتبوں نے مشہور مشہور واقعات کو جن کی صحت میں کسی قسم کا شک نہ تھا غلط ٹھہرا دیا ہے۔ مثلاً یونانیوں کے زمانہ سے لیکر زمانہ حال تک بادشاہ سائرس کو سب مورخ پارسی نسل کہتے آئے ہیں۔ مگر چند برس گذرے ہیں کہ خود اُس بادشاہ کا ایک کتبہ ملا ہے جس میں وہ اپنے کو میڈین بیان کرتا ہے۔ ظاہر کتبوں سے کسی تاریخ کی تالیف میں غلطی کا احتمال کم رہجاتا ہے۔ اور اس قدر کہ گویا عدم کے برابر ہے۔ مصر اور کالڈیا کی قدیم زمانہ کی تاریخیں انہیں کتبوں سے تالیف کی گئی ہیں۔ حضرت عیسےٰ کے پانچہزار برس قبل مصر کی تاریخ میں اور چار ہزار برس پیشتر کالڈیا کی تاریخ میں طوفان کا ہونا کہیں نہیں پایا جاتا۔ اگر یہ طوفان جیسا کہ توریت میں لکھا ہے ایسا عالمگیر تھا کہ اونچے سے اونچے پہاڑوں کی چوٹیاں بھی زیرِ آب ہو گئی تھیں۔ تب مصر اور کالڈیا کے جتنے شہر تھے وہ بھی یقینی غارت ہو گئے ہونگے۔ ایسے حیرت انگیز

ہوئی تھیں۔ اس وجہ سے یہ زبان عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی۔ اینٹوں پر جو نظم کندہ ہے اُس کو مذہبی اعتبار سے وہی رتبہ حاصل ہے جو مہابھارت اور راماین کو ہندوؤں کے مذہب میں ہے۔ یا۔ ایلیڈ اور ہیسیڈ کو یونانیوں کے مذہب میں تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اینٹیں شہر ننیوا کی کھنڈروں سے نکلی ہیں۔ مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ اس نظم کی تصنیف بھی اُسی زمانہ میں ہوئی ہے جس زمانہ میں یہ شہر آباد ہوا تھا یورپ کے عالموں کی یہ رائے نہیں ہے کہ اس کی تصنیف حضرت مسیح کے دو ہزار برس پیشتر کی ہے بلکہ اُن کی یہ رائے ہے کہ یہ اینٹیں اُس زمانہ کی ہیں۔

مسٹر سیموئیل لینگ اپنی کتاب ہیومن اوریجنس کے صفحہ ۵۰ میں لکھتے ہیں کہ یہ نظم کم سے کم طوفان نوح کے فرضی قصہ کے چند صدیاں قبل معرض تحریر میں آچکی تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دو ہزار برس قبل قدیم اکیڈین زبان کا مردہ ہو جانا ایک ایسی عمدہ دلیل اس نظم کے زیادہ قدیم ہونے کی ہے کہ جس سے ہمیں کسی طرح بچاؤ نہیں ہے علاوہ اس کے خود اس نظم میں جو قصہ لکھا ہوا ہے وہ اگر اس بارہ میں کچھ شک رہجاوے تو بالکل رفع کر دیتا ہے۔ یہ نظم ازدوبر شاعر کی ہے جو بیان کرتا ہے کہ اُس نے یہ قصہ ہاسیسادرا سے سُنا تھا۔ یہ معلوم نہیں کہ یہ ازدوبر کوئی واقعی شخص تھا یا کلدانیوں کے مذہب کا کوئی چھوٹا خدا تھا۔ ہاسیسادرا آفتاب کے متفرق ناموں میں سے ایک نام تھا اور مثل خدا کے اُس کی پرستش ہوتی تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہاسیسادرا کوئی واقعی اور تاریخی شخص نہ تھا بلکہ بطور استعارہ کے صبح کے آفتاب کا نام رکھ لیا گیا تھا۔ کلدانیوں کے مذہب کے مطابق ہاسیسادرا۔ اُن دس خداؤں کا آخری خدا تھا جنہوں نے چار لاکھ ۳۲ ہزار برس تک اس دنیا پر سلطنت کی تھی یعنی ہر خدا نے ۴۳ ہزار دو سو برس سلطنت کی۔ یہ خدا اصل میں خدا نہ تھے انسان تھے مگر خدائی کے درجہ کو پہنچ گئے تھے۔ اسی ہاسیسادرا۔ کی ۴۳ ہزار برس کی سلطنت میں اس نظم کے مطابق طوفان آیا تھا۔ جس کا ذکر اُس نے ازدوبر سے کیا اور اُس نے اس قصہ کو نظم کیا۔ اس لئے یہ نظم خود شاہد ہے کہ ازدوبر کا زمانہ اُس طوفان سے جس کا ذکر توریت میں آیا ہے بہت پیشتر تھا۔ اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ یہ نظم سارگن اول کے قبل کی ہے جس کا عہد سلطنت ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت مسیح سے چار ہزار برس پیشتر تھا۔ جب ہم یہ دکھلا چکے کہ اس نظم کی تصنیف کی تاریخ کس قدر قدیم ہے۔

یہ عاقل رحم دل اور انسان دوست خدا تھا بہت ہی قدیم زمانہ میں جب کہ اکیڈین
مذہب پر سمیٹک کی فتح کا اثر پڑا تب مل آل اس تثلیث میں سے نکال ڈالا گیا اور
اس کی جگہ بیل کو ملی۔ غالباً یہ وہی خدا ہے جو عرب میں بہت زمانہ تک ہبل کے نام
سے پوجا جاتا رہا اور جس کا نام ابھی تک شہر بعلبک میں پایا جاتا ہے۔ بیل اکیڈین مذہب میں
بہت بڑا خدا تھا۔ اُس نے آفتاب اور ستاروں کو پیدا کیا اور خبیث روحوں کو
زیر کیا۔ اور دیووں کو مارا بیل کے معنی مجرد خدا کے ہیں اور چھوٹے چھوٹے دیوتاؤں کے
نام کے پہلے مثل عزت کے خطاب کے لگایا جاتا تھا۔ دوسری تثلیث میں۔ آرک۔ آد۔
اور مرمر شامل ہیں یہ اکیڈین الفاظ ہیں جن کا سمیٹک ترجمہ سن شمس اور رامان
ہے یعنی ماہتاب۔ آفتاب اور ہوا۔ پانی اور طوفان کا خدا۔ ان کے علاوہ اور پانچ خدا
ہیں جو صرف سیاروں کے نام ہیں۔ اکیڈین زبان میں ان کے نام۔ ترگل۔ بیمبو۔ مردک۔
اشتر اور نیندا ہیں جن کو عربی میں۔ مریخ۔ مشتری۔ عطارد۔ زہرہ اور زحل کہتے ہیں
بارہ خداؤں میں سے گیارہ ہو چکے۔ بارھویں بیل کی بیوی بیلت تھی۔ بیل فطرت کے
مردانہ اصول قوت و جرأت کا قائم مقام تھا اور اُس کی بیوی بیلت فطرت کے
زنانہ اصول نرمی اور محبت کی جانشین تھی۔ علاوہ ان کے اور بہت سے خدا اور دیبیاں
تھیں۔ جن کا ذکر اگرچہ دلچسپی سے خالی نہیں مگر طوالت درکار ہے۔ مختصر یہ کہ کل مذہب
کی بنا علم نجوم اور فطرت کی قوتوں کے استعارہ پر مبنی تھی۔ مگر ہمیں یہ رائے نہیں قائم
کر لینی چاہئے کہ چونکہ اس مذہب کی بنا استعارہ پر تھی اس لئے کلدانی اپنے مذہب پر
پورا اعتقاد رکھتے تھے۔ اُن کا عقیدہ اپنی مذہبی کتابوں پر ویسا ہی راسخ تھا۔ جیسا کہ
آج کل اور مذہب والوں کا ہے۔ کسی شاعر کی یہ مجال نہ تھی کہ مجرد اپنی فصاحت یا بلاغت
کے زور سے کسی نئے گھڑے ہوئے قصہ کو جزو مذہب بنا کر اُن کی مذہبی کتابوں میں
داخل کر دیتا۔ یہ نظم جو اینٹوں پر کندہ پائی گئی ہے قدیم اکیڈین زبان میں ہے۔ جو
سمیٹک فتوحات کے بعد جیسا کہ ہم پہلی تحریر میں لکھ چکے ہیں ایک مردہ زبان ہو گئی تھی
جیسا کہ آج کل عبرانی یا لاطینی یا یونانی زبانوں میں کتابیں تصنیف کرنی فضول اور بیکار سمجھی
جاتی ہیں ویسا ہی اُس زمانہ میں بھی اکیڈین زبان میں کتابوں کا تصنیف کیا جانا بالکل
مسدود ہو گیا تھا۔ چونکہ اس زبان میں مذہبی کتابیں جو مقدس سمجھی جاتی تھیں لکھی

کہ ترقی علوم کے ساتھ جب فطرت کی قوتوں کی ماہیت معلوم ہوگئی اور اُن کی واقعی حدیں دریافت ہوگئیں۔ تب انسان اپنی غلطی کا معترف ہوا۔ اور ایک خدا کی جس کے قبضۂ قدرت میں سب چیزیں ہیں پرستش کرنے لگا۔ مگر اس قسم کے انقلابات اور ترقیاں ایک زمانہ دراز کی تحقیقات اور جانفشانی کے بعد ہوتی ہیں۔ اینٹوں کی نظم میں چند خداؤں کا ذکر اور توریت میں صرف ایک خدا کا صاف طور پر ثابت کرتا ہے۔ کہ یہ نظم کس قدر قدیم ہے اور کون کس سے ماخوذ ہے۔ ان دونو تصانیف کے ملک کا قرب بھی کسی دوسرے ماخذ کا ہونا بعید القیاس کر دیتا ہے۔ مختصر یہ کہ جہاں تک ہم غور کرتے ہیں توریت کے قصہ کی بنیاد یہی نظم پائی جاتی ہے۔

ہسٹری یعنی تاریخ سے ہم ثابت کر چکے کہ کم سے کم پانچہزار برس قبل مسیح علیہ السلام کے کوئی ایسا طوفان عالمگیر نہیں آیا تھا۔ جیسا کہ توریت میں مندرج ہے۔ یہاں پر توریت کے چند جملوں کا لفظی ترجمہ ہم لکھتے ہیں " کل جانیں جو زمین پر چلتی ہیں مرگئیں۔ کیا پرندے۔ کیا چارپائے اور کیا درندے اور کیا ہر ایک رینگنے والی چیز جو زمین پر رینگتی ہے اور کیا ہر آدمی"۔ ہر جاندار چیز غارت ہوگئی جو روے زمین پر تھی۔ آدمی اور چارپائے اور رینگتی ہوئی چیزیں اور آسمان کی چڑیائیں اور یہ زمین سے غارت ہوگئیں اور صرف نوح ع زندہ رہا۔ اور وہ لوگ جو اُس کے ساتھ کشتی میں تھے"۔ .. ۔" خدا نے نوح سے کہا باہر کشتی کے۔ تو اور تیری بیوی اور تیرے ساتھ بیٹے اور تیرے بیٹوں کی بیویاں۔ نکال اپنے ساتھ کل زندہ چیزیں جو تیرے ساتھ ہیں۔ کیا چڑیائیں اور کیا چارپائے اور کیا وہ رینگتی ہوئی چیزیں جو زمین پر رینگتی ہیں کہ وے خوب زمین پر بچے دیں۔ اور بارور ہوں اور بڑھیں"۔ ... اِن جملوں سے صاف ظاہر ہے کہ سوا اُن چیزوں کے جو کشتی میں حضرت نوح کے ساتھ تھیں۔ اس دنیا میں اور کوئی چیز باقی نہیں رہی تھی یعنی بعد طوفان کے پھر نئے سرے سے دنیا آباد ہوئی۔ اور چار مردوں اور چار عورتوں اور دو دو جانوروں کے ایک ایک جوڑے سے پھر شہر بسے اور جنگل آباد ہوئے۔ جس شخص نے سوشیولوجی اور اتھنیولوجی کے مسائل پر غور کیا ہے اور تھوڑی سی ریاضی بھی جانتا ہے اُس کے نزدیک تو پانچہزار برسوں میں دنیا کا اس قدر آباد ہو جانا جیسا کہ اب ہم دیکھتے ہیں محال نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ اس زمانہ کے بہت قبل ہم دیکھتے ہیں کہ مسلسل بادشاہوں کی سلطنتیں رہی ہیں

تب یہ دکھانا کہ توریت میں جس طوفان کا ذکر ہے اُس کا ماخذ یہی نظم ہی نہایت ہی آسان ہے۔ لفظ نوح اصل میں نواح تھا جو سیمٹک ترجمہ ہے۔ اُس اکیڈین خدا کا جس کی بادشاہت پانی پر تھی۔ اُس کا کام یہ تھا کہ آفتاب کے جہاز کی پورب سے پچھم اور پچھم سے پورب رات دن میں ملاحی کیا کرتا تھا خود یہ لفظ نوح دلالت کرتا ہے۔ کہ یہ قصہ اکیڈین مذہب سے لیا گیا ہے۔ علاوہ اس کے اینٹوں کی نظم اور توریت کی عبارتیں ہمیں اس رائے کے قائم کرنے پر مجبور کرتی ہیں کہ یا یہ دونو قصہ کسی دوسرے قصہ سے اخذ کئے گئے ہیں یا توریت والا قصہ جو بہ نسبت اینٹوں کی نظم کے جدید ہے اسی نظم سے ماخوذ ہے۔ دونو کی عبارتیں ایسی مشابہ ہیں کہ کوئی دوسرا نتیجہ ہم نہیں نکال سکتے۔ اگر کچھ فرق ہے تو یہی ہے کہ ایک میں چند خداؤں کا ذکر ہے اور دوسری میں صرف ایک خدا کا نظم میں بگل اپّا ۔ اور اشتر کا ذکر ہے توریت میں۔ الوہیم۔ یا اللہ۔ کا ایک میں طوفان کا حال سیساورا سے۔ اپّا ۔ نے خواب میں کہا ہے دوسری میں۔ الوہیم نے نوح سے کہا ہے۔ توریت میں ایک خدا کے واسطے ممبر بنایا گیا ہے جس نے قربانی کی بو سونگھی اور کالڈیا کے قصہ میں سات خداؤں کے لئے ممبر بنایا گیا ہے جنہوں نے میٹھی خوشبو سونگھی اور مکھیوں کی طرح قربانی کے گرد جمع ہو گئے۔ فاختہ اور کوّے وغیرہ کے قصے دونو میں قریب قریب یکساں الفاظ میں ادا کئے گئے ہیں یہ خفیف فرق اس امر کا بہت عمدہ ثبوت ہے کہ ایک قصہ دوسرے قصہ سے ماخوذ ہے۔ جس نے دنیا کے سب مذاہب کی تاریخوں پر غور کیا ہے اُس کو معلوم ہے کہ مذہب قانون ترقی کا تابع ہے۔ جس طرح فطرت کی چیزیں اونٹے درجہ سے ترقی کرتی ہوئی اعلےٰ درجہ پر پہنچتی ہیں۔ اُسی طرح مذہب بھی ترقی کرتا ہوا اعلےٰ درجہ پر پہنچتا ہے جیسا آج ہم اسے دیکھتے ہیں۔ مذہب کے زمانہ طفولیت میں ہر فطرتی شے کے لئے ایک روح ہوتی ہے۔ آفتاب۔ ماہتاب۔ ستارے۔ پہاڑ۔ دریا۔ درخت۔ بجلی۔ طوفان کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس میں روح نہ ہو کسی میں بُری روح ہوتی ہے کسی میں اچھی۔ ہر روح کو اپنے اوپر مہربان کرنے کے لئے رشوتیں دینی پڑتی ہیں۔ کسی کو گوشت بھلا معلوم ہوتا ہے۔ کسی کو گھی۔ کوئی خون سے راضی ہوتی ہے۔ کوئی صرف پانی سے۔ جب اور ترقی ہوئی تو فطرت کی کل قوتیں بطور خدا کے مانی جانے لگیں۔ چونکہ یہ قوتیں نامحدود ہیں اس لئے خدا بھی نامحدود تھے۔ رفتہ رفتہ ان خداؤں کی تعداد میں کمی ہونے لگی یہاں تک

بیرسٹر صاحب وحی و الہام کے معتقد نہیں اپنے دل سے بات تراش لینا نامناسب ہے،
مجھ کو آپ کے عقاید سے کچھ بحث نہیں۔ فرض کیجئے کہ اگر کوئی ملحد لکھتا جو آپ نے
رقم کیا اس کا جواب بھی دیا ہی جاتا۔ جب آپ دل سے مضمون نکالتے ہیں جو عبارت
سے نہیں سمجھا جاتا۔ تو آپ کی تحریر سے طمانیت جاتی رہی یہ سد باب مناظرہ ہے
یہ سراسر جدل ہے جس سے احتراز چاہیئے۔ جب یہ کلام آپ کا کہ میں نے آپ کو
منکر وحی فرض کر لیا ہے۔ فرضی خلاف واقع ٹھیرا تو یہ لکھنا کہ اس سے مذہبی تعصب پیدا
کرنا ہے۔ تاکہ لوگ میری بات کو پوچ و لچر سمجھیں آپ کے دل کے بخارات ہیں بہتان
عظیم۔ تاہم یہ معلوم نہیں کہ وحی و الہام سے مقصود آپ کا کیا ہے۔ جس کے آپ معتقد
ہیں۔ جب آپ جمہور مسلمانان و اہل ملت کے خلاف کہتے ہیں کہ طوفان نوح جس طرح
میں لکھا ہے غیر ثابت ہے تو غالبًا اُن آیات کی آپ تاویل کرینگے جن میں طوفان نوح
کا تذکرہ ہے تو بعید نہیں کہ الہام و وحی کے معنی میں تصرف کریں۔ ہاں یہ خیال آپ کو
ضرور ہے کہ میری بات کو لوگ پوچ و لچر نہ سمجھیں اُس کا اصول یہ ہے کہ جیسی آپ کی بات
ہوگی ویسا ہی لوگ سمجھینگے۔ تعجب ہے کہ طوفان نوح کو تو محال ٹھیرا کے افسانہ کہتے ہیں
اور توقع یہ ہے کہ لوگ آپ کی بات کو پوچ و لچر نہ سمجھیں گو دلائل کیسے ہی ہوں۔
آپ نے اپنے دل سے یعنی اختراع کر کے جس کو الفاظ سے کچھ ربط نہیں لکھتے ہیں کہ
اس قسم کے بے بنیاد و غلط تعصب سے اپنا مفید اثر پیدا کرنا قانون مباحثہ و تحقیقات
کے خلاف ہے۔ انتہے۔ مغالطہ تو آپ نے نا ملائم سمجھا اور یہ صریحی بے بنیاد و غلط
لکھ رہے ہیں کہ بحث تاریخی واقعات سے بھی مذہب کے اصول سے بحث کرنی نہایت
نامناسب ہے۔ انتہے۔ میری تحریر میں ایک حرف بھی مذہبی مباحثہ کا نہیں یہ آپ کے
تصورات سے ہے آپ سمجھتے ہیں اور لکھتے ہیں۔ دوسرے بیچاروں کو ایسی سمجھ کہاں
اب میں کہتا ہوں کہ تاریخی واقعات میں بھی مذہب ہوتا ہے جمہور مورخین کہتے ہیں۔
کہ طوفان میں تمام دنیا ڈوب گئی تھی۔ ابن خلدون کو اس سے انکار ہے وہ کہتا ہے
کہ پانی عقبۂ حلوان سے متجاوز نہ تھا۔ پس یہاں دو مذہب ہو گئے۔ آپ مذہب سے
خدا جانے کیا ارادہ کرتے ہیں۔ طرہ یہ ہے کہ آپ لکھتے ہیں کہ مولوی عنایت رسول صاحب
جس وقت طوفان کو مذہب اسلام سے ثابت کرینگے۔ اُس وقت ہم دیکھینگے۔ کہ

طوفان نوح کی بحث کا سلسلہ

بخدمت شریف جناب مولوی محمد مظہر الحق صاحب منصف صفی پور زاد لطفہٗ!

آپ کی تحریر مسندرجہ الوقت مورخہ ۲۵ - مارچ ۱۸۹۶ء چریا کوٹ میں پہنچی اتفاقاً میں بھی وہاں موجود ہوں اُسے میں نے دیکھی - اُس میں آپ لکھتے ہیں کہ میری نسبت الفاظ نا ملائم استعمال کیئے گئے - دو لفظوں کا آپ نشان دیتے ہیں - اول مغالطہ یہ مشتق ہے غلط سے غلط اُس مضمون کو کہتے ہیں - جس میں وجہ ثواب معلوم نہ ہو اور مغالطہ کے معنی غلطی میں ڈالنا ہے - آپ نے دعوے پیش کیا کہ طوفان نوح جس طرح توریت میں درج ہے ہرگز نہیں ہوا - اور نہ اُس کا ہونا ممکن ہے - چونکہ اس دعوے کی نسبت نہ آپنے اپنی طرف سے اور نہ محققین یورپ کی طرف - بلکہ یہ لکھا کہ تحقیقات یورپ یہ کہتی ہے اب ہم پوچھتے ہیں کہ جس دعوے کا مدعی معلوم نہ ہو تو مخاطب کا ذہن مشوش ہوگا یا نہیں وہ غلطی میں پڑیگا یا نہیں خصوصاً جب وجہ صواب معلوم نہ ہو وہیں وجہ مغالطہ بھی قوم ہے - دوسرا مغالطہ اصلاح منطق ہے وہ قیاس فاسد کو کہتے ہیں - خواہ وہ فساد من حیث الصورت ہو یا من حیث المادہ اس معنی میں کوئی کراہت نہیں اگر مغالطہ کے معنی کچہریوں کے محاورہ میں کچھ اور ہوں تو اس سے ہم کو کوئی تعلق نہیں - دوسرے لفظ تلبیس کی آپ نے گرفت کی - تلبیس کے معنی ہیں چھپانا - جیسا اخفا - اس کو بھی آپ ستکرہ سمجھتے ہیں - ہم نے تو یہ لکھا ہے کہ وے اشخاص جو کہتے ہیں کہ توریت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں نہیں لکھا گیا - باوجودیکہ بخوبی ثابت ہے تو یا وے ناواقف ہیں یا متعصب ہیں یا چھپاتے ہیں یہ کلام مردو اُن کے شان میں ہے تلبیس سے مراد فریب نہیں ہے جو آپ نے سمجھا - آپ نے مغالطہ و تلبیس کے معنی خدا جانے کیا سمجھا جو اُسے نا ملائم سمجھا - آپ کیوں بزور کھینچتے ہیں بہر نوع اگر ایسا خیال ہے - تو معاف فرمائیے - آپ لکھتے ہیں کہ تردید کرنے والے نے فرض کر لیا ہے کہ میں وحی الہام کا معتقد نہیں ہوں انتہٰی - یہ ایک عجیب بات میری تحریر میں کہیں نہیں ہے - کہ

ہاتھی اور اژدر بہت جیتا ہے اور حشرات بہت تھوڑا جیتے ہیں غالباً اس کی قوت اعمی
واستحکام و دہن و تراکیب ہوں۔ پس اگر مزاج فیل انسان کو حاصل ہو تو یقیناً وہ اس
قدر زندہ رہیگا۔ کوئی استحالہ نہیں۔ روزمرہ کا مشاہدہ آپ کو آمادہ کرتا ہے کہ زیادہ
جینے کو خلاف فطرت قرار دیں۔ لیکن یہ ناکافی ہے اگر یہ کہیں کہ ایک نوع کا مزاج
دوسرے کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ تو اس پر آپ دلیل قائم کریں۔ آپ اپنا اسلام ظاہر
کرتے ہیں۔ لہذا میں لکھتا ہوں کہ مسلمان کے مذہب میں زیادہ جینا یا کم جینا خدا کی
مشیت کے تابع ہے۔ نیچر بھی اگر ہو تو اس کی مخلوقات سے ہے اُس کا تبدل بھی
اُس کے حیطۂ قدرت سے باہر نہیں۔ علت فاعلی سوائے خدا کے دوسری چیز نہیں۔
اس اصول پر زیادہ جینا مستبعد نہیں۔ اس اصول پر جس قدر آپ کا جی چاہے عقلی
بحث کر لیجئے۔ اگر آپ انصاف کرتے تو ریت و انجیل کی نسبت سوء ظن نہ کرتے
اس کتاب سے تمام یورپ نے ادب سیکھا ہے۔ جب ہیبا کی زیادہ ہوئی اور اُن
کی کسی تحریر پر توریت سے اعتراض کیا گیا۔ تب کہنے لگے کہ ہم تورات ہی کو نہیں
مانتے۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسوری۔ آپ کہتے ہیں کہ ہمارے خدا اور رسول نے
صاف کہدیا ہے کہ یہ دو نو کتاب محرف ہیں پیغمبر خدا نے تو فرمایا نہیں آپ اپنی
عادت سے مجبور ہیں ہاں قرآن میں یحرفون الکلم عن مواضعه وارد ہے
یحرفون۔ صیغۂ ماضی نہیں ہے۔ یہاں حال ہے لہذا تحریف پیغمبر خدا کے زمانہ سے
متجاوز نہیں ہوتی۔ یہود پر تورات بطور حجت پیش کی جاتی تھی وے اُس کے
معنی بدلتے تھے۔ لہذا یہ آیت نازل ہوئی کہ تم تورات سیکھو اور اُن کے مغالطہ
میں نہ آجاؤ۔ یہی عبارت جو قرآن میں ہے۔ اشعیا و خرقیل نبی کے صحیفہ میں
بھی ہے۔ ہر سہ کتب کی تفسیریں موجود ہیں۔ اُن کو آپ ملاحظہ کیجئے۔ کبار علماء اسلام
تحریف لفظی کے منکر ہیں۔ امام فخر الدین رازی کی تفسیر دیکھئے۔ ابن عباس یحرفون
کے معنی یتاوّلون کہتے ہیں کہ اس کی روایت صحاح ستہ میں موجود ہے۔ پارہ
اول کے ۱۹ رکوع میں یوں کہا ہے۔ أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ
فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ
يَعْلَمُونَ + ترجمہ کیا تم اس طمع میں پڑے ہو کہ وے تمہاری تصدیق کرینگے جن میں سے

اُن کی تحقیقات کہاں تک وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ انتہے۔ افسوس ہے کہ ابھی آپ مذہبی مباحثہ کو نامناسب کہ رہے ہیں اور ابھی دلائل اسلامی طوفان پر طلب کرتے ہیں۔ جب مذہبی دلائل پیش کیجائیگی تو آپ جرح کیجئے گا۔ جیساکہ آپ کے کلام سے مترشح ہے۔ تب مذہبی مباحثہ ہوجائیگا جسے آپ ہی نامناسب تجویز کرتے ہیں غیظ و غصہ میں آپ کو بات یاد نہیں رہتی۔ اور یہ سخن کہ جب طوفان کو مذہب اسلام سے ثابت کرینگے اُس وقت ہم دیکھینگے کہ اُن کی تحقیقات کہاں تک وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاسکتی ہے سراسر عجب انگیز ہے۔ کیا وے چاہتے ہیں کہ آپ وقعت کی نگاہ سے دیکھیں۔ آپ کا دیکھنا نہ دیکھنا کوئی اثر نہیں پیدا کرسکتا۔ آپ طوفان کا استحالہ ثابت کیجئے جس کا دعوےٰ آپ بڑے زور شور سے کررہے ہیں آپ لکھتے ہیں کہ موجودہ توریت و انجیل کو نہ ہم کتاب مقدس سمجھتے اور نہ بحیثیت تاریخی کتاب ہونے کے صحیح۔ انتہے۔ توریت و انجیل موجودہ کو آپ مقدس کتاب نہیں سمجھتے۔ جس کتاب کو کروڑوں حق پسند مقدس یقین کرتے ہیں۔ اِس سے لازم ہوتا ہے کہ آپ قرآن کو بھی مقدس کتاب نہ سمجھیں کیونکہ قرآن اُسے ہُدًے کہتا ہے ع

یکے بر سرِ شاخ بن مے برید

تورات کے نہ ماننے کی وجہ آپ کے نزدیک کثرت اعمار انبیاء ہے۔ جو اُس میں مذکور ہے جسے آپ خلاف فطرت بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ کی باتیں سڑی گلی بے دلیل نہیں جس سے ثابت ہو کہ کثرت اعمار خلاف فطرت ہے اگر یہ وجہ صحیح ہو تو قرآن پر بھی حرف آجائیگا۔ اُس میں نوح علیہ السلام کی نسبت لکھا ہے۔ فلبث فیھم الف سنۃ الا خمسین عامًا۔ جب علت مشترک ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک صحیح قرار پائے اور ایک غلط اگر آپ قرآن میں تاویل کرینگے تو وہی تاویل توریت میں بھی ہوگی۔ میں قرآن کو پیش نہ کرتا۔ لیکن جب آپ نے پیش کیا تو مجبورانہ میں نے بھی لکھا ہمارے آپ کے درمیان مباحثہ عقلی ہے مناسب تھا یہاں ہمارے آپ کے بیچ میں مابہ النزاع یہ سخن ہے کہ کثرت اعمار کو خلاف فطرت کہتے ہیں۔ ہم مانع میں آپ دلیل پیش کرینگے تو دیکھا جائیگا۔ کہ اُس سے مدعا ثابت ہوتا ہے یا نہیں ہم نے اس بارہ میں کلمات مناسب لکھا ہے آپ غور کیجئے کہ جملہ حیوانات نفس الحیوانیہ میں یکساں ہیں

اور دعوت اسلام اُن کو پہنچی تو اُن آیات کی جس میں اُن کا ذکر تھا تاویل کرنے لگے
اُسی کو خدا کہتا ہے کہ وے باتوں کو کج کرتے ہیں۔ اور جس سے ڈرائے گئے تھے (یعنی
تسبیح موسیٰؑ میں) اُسے بھول گئے۔ فافہم۔ اب یہاں غور کرنا چاہئے کہ اگر تورات موجود
نہ تھی تو وے کس کو کج کرتے تھے یہاں سے تحریف لفظی ثابت نہیں ہوتی بلکہ اُس کے
خلاف نکلتا ہے *

پارہ ۶ رکوع ۱۰ یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ لَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ
فِی الْكُفْرِ مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ
هَادُوْا سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ لَمْ یَاْتُوْكَ یُحَرِّفُوْنَ
الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ یَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِیْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْ
تَوْهُ فَاحْذَرُوْا * ترجمہ * اے پیغمبر غمگین نہ ہو منافقین اور یہود کے کفر میں جھپٹنے
سے جھوٹ کے ماننے والے ہیں وے دوسری قوم کو جو تیرے پاس نہیں آئی مانتے
ہیں۔(یہود ہمیشہ شجرہ منجمین و بت پرستوں کی بات مانتے تھے اور انبیاء کی باتوں
پر کان نہیں دھرتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی ایسا ہی کیا
یہ اُن کی جبلت تھی یہی خدا کہتا ہے) وے باتوں کو پھیرا کرتے ہیں۔ بعد ثبوت اُن
کے مقام کے کہتے ہیں اگر تم یہ دئیے جاؤ تو قبول کرو اور اگر یہ نہ دئیے جاؤ تو ڈرو۔
خدا پیغمبر کو تسکین دیتا ہے کہ تو اِن بے ایمانوں کے کفر سے محزون مت ہو اُن کی جبلت
ہے کہ سحر و کہانت و نجوم کے معتقد ہیں بُت پرستوں کو مانتے ہیں۔ باتوں کا اُلٹ
پھیر کرتے ہیں وے بت پرستوں اور یہود کو سکھاتے ہیں کہ اگر محمد ایسا حکم دیں
تو مان لو اور نہیں تو ڈرو۔ یہاں حکم سے تورات مراد نہیں ہے جو مدعیان تحریف کے
مفید ہو۔ اور اگر تورات بھی ارادہ کریں تو وہی تحریف ہوگی جو پیغمبر کے زمانہ میں یہود
کرتے تھے۔ یہاں زمانہ ماضی کی تحریف کا کچھ ذکر نہیں۔ لہذا تورات محرف لفظی نہیں
ہے۔ فافہم۔ قال اللہ تعالیٰ۔ کیف یحکمونك وعندهم التوراة فیها
حکم اللہ ثم یتولون من بعد ذلك وما اولئك بالمومنین انا انزلنا
التوراة فیها هدی ونور یحکم بها النبیون الذین اسلموا للذین
هادوا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ وکانوا علیه

ایک گروہ خدا کا کلام سنتا تھا (یعنی اپنے کان سے) پھر اُسے پھیرتا تھا بعد سمجھنے کے وے جانتے ہیں (یعنی پیغمبر کے زمانہ کے یہود اس بات کو جانتے ہیں کہ ایسے لوگ بنی اسرائیل میں زمانِ موسٰے میں تھے) عبداللہ بن عباس اور مقاتل اس آیت کے معنی یہ کہتے ہیں کہ مراد اس سے وے ستر آدمی ہیں جن کو حضرت موسٰے علیہ السلام نے عند المیقات انتخاب کیا تھا۔ اُن نے خدا کا کلام کانوں سُنا اور جب لوٹے تب اُلٹا پلٹا قوم سے بیان کیا۔ یہ واقع توریت سے بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ پس تحریف کی نسبت بنی اسرائیل کی طرف حضرت موسٰے علیہ السلام کے وقت میں کی گئی۔ کیا بیان تحریف لفظی مراد ہو سکتی ہے۔ پھر خدا پیغمبر کے وقت کے یہود کو کہتا ہے کہ وے اس واقعہ کو جانتے ہیں۔ فقط۔ پارہ ۶ رکوع ۷ میں ہے۔ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً ۚ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ ۙ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَىٰ خَائِنَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ

ترجمہ۔ اُن کی بدعہدی سے اُن سے رحمت روک لی ہم نے اور اُن کے دلوں کو سیاہ کر دیا ہم نے وے باتوں کو اُن کے محل سے کج کرتے ہیں جس چیز سے ڈرائے گئے تھے بھول گئے تو اُن کی خیانت سے مطلع ہوتا رہیگا مگر اُن میں سے تھوڑے ۔ یہاں بنی اسرائیل کے حالات کا بیان ہے توریت کتاب معاہدہ ہے بنی اسرائیل اور خدا کے درمیان اس پر عمل کے اُس میں بڑی تاکید ہے اور بیان ہے کہ اگر تم اس پر کرو گے تو تم پر کوئی غالب نہ ہوگا۔ تمہاری سلطنت قائم رہیگی۔ مینہ وقت پر ہوگا۔ پیداوار میں نقصان نہ ہوگا۔ اور اگر اس پر عمل نہ کرو گے تو انواع بلیات میں مُبتلا ہوگے۔ اخیر میں تمہاری توبہ قبول نہ ہوگی۔ ہاں اگر اُس پیغمبر پر ایمان لاؤ گے۔ جسے ہم اخیر زمانہ میں پیدا کرینگے تو تمہارے لئے فلاح ہوگی۔ اس کا ذکر تثنیہ موسیٰ ۴ میں ہے۔ بنی اسرائیل نے بارہا بدعہدی کی اور گرفتار بلا ہوئے۔ لیکن توبہ و عمل توراۃ سے پھر اُن پر رحم ہوا۔ لیکن طیطوس کے وقت سے اُن کی سلطنت و اُن کے خاندان سے نبوت جاتی رہی۔ اُسی کو خدا نے کہا ہے کہ چونکہ اُن نے بدعہدی کی (یعنی توراۃ پر عمل نہ کیا) تو اُن سے سلطنت و نبوت لے لیگئی۔ عہد شکنی زمانۂ موسٰے علیہ السلام سے شروع ہوئی تا زمانہ طیطوس انتہا کو پہنچ گئی۔ جب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے

میں یہی حد زنا ہے۔ اُن لوگوں نے کہا ہاں۔ تب اُن کے علما سے ایک شخص کو بلایا
اور کہا کہ میں تجھ کو قسم دیتا ہوں اُس خدا کی جس نے موسیٰ پر توریت نازل کیا۔ کہ
زانی کی یہی حد ہے تمہاری کتاب میں۔ اُس نے کہا نہیں۔ اگر تو مجھے قسم دیتا
تو میں تجھے حد رجم نہ بتاتا۔ لیکن چونکہ ہمارے اشراف میں اُس کی کثرت ہوئی۔ تو
جب ہم شریف کو پکڑتے تو اُسے چھوڑ دیتے اور اگر ضعیف کو پکڑتے تو اُس پر حد جاری
کرتے۔ تب کہا ہم نے کہ اب تو ہم لوگ اجماع کر لیں ایک بات جسے شریف و
رذیل سب میں جاری کریں۔ تب مُنہ کالا کرنے اور کوڑا مارنے پر اتفاق ہوا بجائے
رجم کے۔ تب پیغمبر خدا نے کہا اے اللہ میں تیرا حکم زندہ کرتا ہوں جسے اُن لوگوں
نے مردہ کر دیا۔ تب آپ نے حکم دیا اور وہ سنگسار کیا گیا۔ اس سے بخوبی ثابت ہے
کہ آنحضرت نے بموجب تورات کے رجم کا حکم دیا۔ اُسی کو حضرت عمر نے خطبہ میں
فرمایا۔ فافہم۔ اس کے سوا بہت دلیلیں ہیں۔ اگر بسط کیا جاوے تو ایک رسالہ ہو جائیگا
جب ثابت ہوا کہ توریت وہی ہے جو حضرت موسیٰ ع کے وقت میں تھا۔ تو کوئی عذر
نہیں جو آپ اُسے مقدس کتاب نہ مانیں اور ملحدوں کے بھرے میں آ جائیں۔ اگر توریت
محرف ہے تو یجدونہ مکتوبا فی التوراۃ۔ تصحیح قرآنی کے لئے کہاں سے
نکالئے گا۔ تمام غرض آپ کی انکار تورات سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ جو نقشہ سنین
طوفانی کا مولوی عنایت رسول صاحب نے مرتب کیا ہے اُس کا مدار تورات ہے
جس میں اعجاز زیادہ مرقوم ہیں۔ جیسے اُنہیں اعمار سے حساب سنوات ہی غلط ہو جاوے
اور اہل یورپ کی تجویز میں نقص نہ وارد ہو۔ لیکن مولوی صاحب نے لکھ دیا ہے کہ ایک
حساب اولاد سام میں جاری تھا۔ اور دوسرا اولاد حام میں جسے ارباب زیچ معتبر
سمجھتے ہیں۔ منجمین ہر سال تحویل آفتاب شرف و ہبوط وغیرہ لکھا کرتے ہیں۔ جس
سے سال بھر کا احکام نکالا کرتے ہیں۔ اُن کو اُسکی ضرورت نہایت شدید ہے اِس
کی درستی کے لیے کتنے علوم بن گئے۔ ہندسہ حساب و رصد خانے اس کے لئے قائم
ہوئے۔ طبعیات کے مسائل اس کے لئے مستخرج ہوئے۔ آغاز اس کا حضرت
آدم کے وقت سے ہے۔ قابیل کے زمانہ سے جب بُت پرستی کا شیوع ہوا۔
لوگ زیادہ تر اُس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اُن کو سنین کے قائم کرنے کی ضرورت وقتی

صحیح مسلم میں منقول ہے نقل کرتا ہوں ۔ قال عمر ابن الخطاب وھو جالسٌ علےٰ ممبر رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللّٰہ بعث محمدًا بالحق و انزل علیہ الکتاب فکان مما انزل علیہ اٰیۃ الرجم قرأناھا ووعیناھا عقلناھا فرجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجمنا بعدہٗ فاخشیٰ ان طال بالناس زمانٌ ان یقول قائل ما نجد الرجم فی کتاب اللّٰہ فیضلوا بترک فریضۃ انزلھا اللہ وان الرجم فی کتاب اللہ حق + ترجمہ عمر ابن الخطاب نے کہا جب وے ممبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بیٹھے تھے ۔ کہ خدا نے محمد کو حق پر بھیجا اور اس کے پاس کتاب ٹھیرائی گئی (یعنی رکھی گئی یعنی توریت) تو گویا آیت رجم اول آیات سے تھی ۔ جن کو خدا نے اس پر اُتارا ۔ ہم نے اُسے پڑھا اور اسے یاد کیا اور سمجھا ۔ پس رجم کیا رسول اللہ نے اور اس کے بعد ہم لوگوں نے رجم کیا ڈرتا ہوں بہت دنوں بعد کوئی کہے کہ کتاب اللہ میں ہم رجم نہیں پاتے تو یہ فریضے ترک سے گنہگار ہونگے رجم خدا کی کتاب میں حق ہے ۔ یہ امر لائق لحاظ ہے کہ اگر وہ توارت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا پیغمبر کے زمانہ تک بگڑ کے معدوم ہو گیا تھا ۔ تو قرآن و پیغمبر نے کس کو منسوخ کیا ۔ قرآن کا ناسخ ہونا دلالت کرتا ہے کہ توریت اب تک موجود ہے ۔ اب میں ایک حدیث اور پیش کرتا ہوں جس کی روایت براء بن عازب سے ہے ۔ مر علے النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیھودی محمم مجلود فدعاھم فقال اھٰکذا تجدون حد الزنا فی کتابکم قالوا نعم فدعا رجلا من علماء ھم فقال انشدک باللّٰہ الذی انزل التوراۃ علےٰ موسیٰ اھٰکذا نجدون حد الزانی فی کتابکم قال لا ولولا انک انشدتنی لھٰذا لم اخبرک نجد الرجم ولکنہ کثر فی اشرافنا فکنا اذا اخذنا الشریف ترکناہ واذا اخذنا الضعیف اقمنا علیہ الحد قلنا تعالوا فلنجتمع علی شئ نقیمہ علی الشریف والوضیع فجعلنا التحمم والجلد مکان الرجم قال قال رسول اللہ اللھم انی اول من احیی امرک اذا ماتوہ فامر بہ فرجم + ترجمہ + گذرا پیغمبر خدا کے پاس ایک یہودی جسکا مُنہ کالا کیا گیا تھا ۔ اور کوڑا مارا جاتا تھا ۔ تو بُلایا اُن کو پیغمبر خدا نے اور پوچھا کہ تمھاری کتاب

اور اگر مجوز اہل لسٹ ہیں تو اُن پر بھی الزام ہوگا۔ اولاً جو لوگ تحریر یہ کرتے ہیں کہ اینٹیں جو نینوا کے کھنڈہٹ سے کر جارج اسمتھ نے برآمد کیں وہ حضرت مسیح سے دو ہزار برس پہلے کی ہیں۔ وے دلیل اپنے دعوے پر لکھیں مجرد اُن کا زبان سے کہدینا کفایت نہیں کرتا۔ اینٹوں پر نہ سنہ ہے نہ سمت واضع اینٹ فرع عیسٰے کی طرح سنہ بھول گیا دوم یہ کہ اس قدر معلوم ہوا کہ قصہ طوفان کلدی زبان میں کندہ ہے۔ لیکن اُس کے حروف نہیں معلوم کہ سُریانی ہیں یا عبرانی یا کوئی اور حرف۔ اس وقت یہ مباحثہ ہوا پر ہے اور آپ نے جن اینٹوں کا تذکرہ عبارات طویل الذیل میں کیا ہے وہ خارج المبحث ہیں ہم کو بحث اُنہیں اینٹوں سے ہے جس پر قصہ طوفان کندہ ہے۔ سید احمد خانصاحب نے لکھا تھا کہ نظم مذکورہ کلدی زبان میں ہے اور آپ لکھتے ہیں کہ وہ نظم اکیڈین زبان میں ہے۔ آپ اس کا تصفیہ اُن سے کر لیجئے۔ تب اس بارہ میں گفتگو کیجئے۔ اب آپ مسٹر سموئل کا قول نقل کرتے ہیں کہ وے کہتے ہیں کہ یہ نظم کم سے کم طوفان نوح کے فرضی قصہ سے چند صدیاں پیشتر معرض تحریر میں آچکی تھی + یہ قول کیسا موہم ہے چند صدیاں قبل سے متعین نہیں ہوتا کہ کیا مقصود ہے یہ الفاظ لکھو کھ تک ترقی کر سکتے ہیں۔ اب ہم فرض کرتے ہیں کہ چند صدیاں سے مراد دو سو برس ہے کہ وہ اقل درجہ ہے تو مطلب یہ ہوا کہ نزول تورات سے دو سو برس پہلے کی یہ نظم ہے جو اینٹ پر کندہ ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ نزول تورات اٹھارہ سو برس قبل مسیح کے ہے۔ اور اُس کے دو سو برس پہلے کی نظم کے مجموعہ دو ہزار برس قبل مسیح کے ہوا آپ کی تاویل کا کچھ حاصل نہ ہوا۔ اسی پر دلیل مطلوب ہے کہ آپ ثابت کریں کہ یہ نظم خواہ اینٹ مسیح سے دو ہزار برس پہلے کی ہیں آپ اپنے مدعا پر آپ دلیل پیش کرتے ہیں کہ دو ہزار قبل مسیح کے اکیڈین زبان کا مردہ ہو جانا اس نظم کی قدامت کی بیّن دلیل ہے۔ انتہٰی۔ یہ مقام حیرت ہے جو آپ ایسی دلیل پیش کرتے ہیں۔ کیا یہ نظم اُس وقت کی ہے جب زبان مذکورہ زندہ تھی۔ سنسکرت مدت سے مردہ ہے۔ اس وقت بھی اُس میں تصانیف ہوتی ہیں خصوصاً اشعار تو کیا وے قدیم ہو جاوینگے مولوی عنایت رسول نے جو عبرانی میں کتابیں بنائی ہیں کیا وے قدیم ہو جاینگی زبان کے متروک ہو جانے سے اُس زبان کی کل نظم قدیم نہیں ہو جاتیں جب تک

حساب کے لئے لاحق رہتی ہے۔اس لئے و سے تفاوت میں چند سنین لکھتے ہیں۔
و سے حساب سنین حسب حرکات کواکب و تحویلات شمس کرتے ہیں۔سن طوفانی۔
طوفان نوح علیہ السلام سے جاری ہوا۔اس کی شدت و کثرت سیاہ سے اس وقت
بحث نہیں ہے اس وقت سبعہ سیارہ برج آبی میں جمع تھے۔اس پر منجمین مصر و عرب
عراق و شام و فارس کا اتفاق ہے۔ تو آپ بھی مانتے ہیں کہ مصر میں نجوم کا بہت کچھ
رواج تھا۔اُن کے دفاتر میں بھی سن طوفانی قائم تھا۔آپ قبطی زبان جانتے نہیں ورنہ
آپ کو جھوٹ اور سچ روایات کا ظاہر ہو جاتا۔الغرض سنہ طوفانی حد تواتر کو پہنچ گیا
ہے۔اُس سے انکار بداہت سے انکار ہے۔سنہ عیسوی تمام اہل یورپ تسلیم کرتے ہیں
یہ تاریخ مولد حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نوروز بعد سے مقرر ہوا۔وہ دوشنبہ کا دن
تھا۔اُس وقت تحویل آفتاب برج جدی میں تھی۔اس وقت ۲۱۔ماہ کانون الآخر
سنہ ۳۱۲ اسکندرانی تھا۔جس کا سبب جلوس اسکندر رومی ہے وہ دوشنبہ کا دن تھا
اُس وقت تحویل آفتاب برج میزان میں تھی۔یہ سنہ ۲۷ ماہ انیقی ۲۳۴۸ بخت نصری
کو مقرر ہوا۔وہ جلوس بخت نصر سے قائم ہے اُس وقت بادشاہ بنی اسرائیل
یہویاقیم تھا۔سبب رسنہ بخت نصری یکم ماہ توث روز چہار شنبہ ہے سنہ ۲۸ طوفانی
میں یہ سن بقول ارباب تاریخ مقرر ہوا۔اس حساب سے طوفان ۳۵۵۲ برس پیشتر
تولد مسیح کے ہوا تھا۔اُس وقت سبعہ سیارہ برج آبی میں جمع تھے اس پر منجمین
دار بابل سیر کا اتفاق ہے۔یہ سنہ ایسے وقت میں مقرر ہوا۔جس کا حساب ہر وقت
میں ہو سکتا ہے آپ بھی اگر حساب کریں تو معلوم ہو جائیگا۔کہ سیارات برج آبی
میں کب جمع ہوئے تھے۔اُس کو کتنے برس ہوئے اور اب کب جمع ہونگے۔اب ہم کو
اس کے تعذر کے لئے طغیانی کی بھی تلاش نہیں اجتماع سیارات برج آبی میں کافی ہے
شیخ شہاب الدین مقتول کی پیدائش میں سیارات برج حیران میں جمع تھے۔جو برج
ہوائی ہے۔اگر آپ سنین مقدم الذکر سے انکار کرینگے تو جملہ تاریخات عالم برباد
ہو جائینگی۔پس کسی تاریخ کا پتہ نہ لگیگا۔جو اعتراض اہل یورپ کی تجویز پر مولوی
عنایت رسول صاحب نے کیا وہ فقط ملحدان یورپ کے دکھلانے کے لئے نہ تھا
ابھی یورپ میں لاکھوں عیسائی اور یہودی موجود ہیں اُن کو اور مسلمانوں کو دکھانا تھا

کہ بطور استعارہ آفتاب کا نام رکھ لیا گیا تھا۔ آدمی نہ تھا) قولہ کلدانیوں کے مذہب کے
مطابق ہاسیسادرا اُن دس خداؤں کا آخری خدا تھا جنھوں نے ۴ لاکھ ۳۲ ہزار برس
تک اس دنیا پر سلطنت کی تھی۔ یعنی ہر خدا نے ۴۳ ہزار دو سو برس سلطنت کی۔ یہ
خدا اصل میں خدا نہ تھے انسان تھے مگر خدائی کے درجہ پر پہنچ گئے تھے۔ اسی ہاسیسادرا
کے عہد سلطنت میں طوفان آیا تھا جس کا ذکر اس نے ازدوبر سے کیا اور اس نے اُس
قصہ کو نظم کیا۔ اس لئے یہ نظم خود نشاہد ہے کہ ازدوبر کا زمانہ اُس طوفان سے جس کا ذکر
توراۃ میں ہے بہت پیشتر تھا۔ انتہیٰ۔ خدا جانے اصل میں کیا ہوگا۔ جس کا ترجمہ
سموبل صاحب نے گاڈس انگریزی میں کیا ہوگا اُس کا ترجمہ آپ خداؤں کرتے ہیں
گاڈ انگریزی میں ذات واجب الوجود کو کہتے ہیں اُسی کو فارسی میں خدا عربی میں اللہ
عبرانی میں یہوا ہندی میں ایشر کہتے ہیں۔ اس کی جمع نہیں آتی۔ وحدہٗ لاشریک لہٗ۔
لیکن جب گاڈس جمع ہو تب اُس کے معنی دیوتا و معبود ہوتے ہیں۔ بتوں پر بھی
اطلاق آیا ہے۔ گاڈس کا ترجمہ اگر آپ دیوتا یا معبود کرتے تو ناظرین کا ذہن مشوش نہ ہوتا
خداؤں سے ترجمہ خوب نہیں۔ لیکن انگریزوں کا ترجمہ بیشتر ایسا ہوتا ہے۔ اگر ہم تصحیح
نقل طلب کریں تو قلعی کھل جائیگی۔ بت پرستوں کا مذہب تناسخ ہے یعنی ارواح ابدان
میں تا استکمال گھوما کرتی ہیں۔ مطابق عمل کے بدن ملتا ہے کبھی دیوتا کا بدن ملتا ہے
بھگوت گیتا میں لکھا ہے کہ بدن دیوتا کا ہو یا اور کسی کا سب فانی ہے جب دیوتا کوئی
کا بدن پاتے ہیں تو مدت دراز تک حکومت کرتے ہیں دگر ٹل پوران میں لکھا ہے
کہ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے ساتھ ستی ہو جائے تو ساڑھے تین کروڑ برس دے
دو تو تارا ہو کے حکومت کرتے ہیں۔ پس اگر ہاسیسادرا نے ۴۳ ہزار برس حکومت کی
تو دیوتا ہو کے نہ جسم انسان میں۔ وہی روح جب آدمی کے بدن میں رہتی ہے۔ تو
انسان کہلاتی ہے اور گدھے کے بدن میں ہو تو گدھا اور دیوتا کے بدن میں ہو تو دیوتا
ہاسیسادرا آدمی تھا عمل سے سورج ہو گیا ہو تو ہو گیا ہو۔ اُن کے اصول کی اس وقت
جانچ نہیں ہے۔ لیکن یہ منقولہ منجمین اور بت پرستوں کے اصول کے خلاف ہے۔
سیارات کی حکومت بیشتر ہر سال بدلا کرتی ہے واللہ اعلم اصل میں کیا تھا۔ جسے سموبل صاحب
نے اس طرح نقل کیا۔ انگریزوں کے تراجم کبھی لائق اطمینان نہیں قرآن و توراۃ کا ترجمہ

اُس نظم کی ترتیب کا وقت نہ معلوم ہو۔ جو بیان مجہول ہے۔ ایسے خیالی پلاؤ سے پیٹ نہیں بھرتا۔ اس کے بعد آپ لکھتے ہیں کہ علاوہ بریں خود اس نظم میں جو قصہ ہے وہ اگر اس بات میں کچھ شک رہجائے تو بالکل رفع کردیتا ہے۔ یہ نظم ازدوبر شاعر کی ہے۔ جو بیان کرتا ہے کہ اُس نے یہ قصہ ہاسیساورا سے سنا تھا۔ (یہ خیال آپ کا ہے کہ جو قصہ ازدوبر شاعر نے ہاسیساورا سے سُنا اُسے نظم کردیا۔ اُس اینٹ پر جو کندہ ہے اُس سے یہ ہرگز نہیں نکلتا نہ اُس کا ذکر سید احمد خاں صاحب نے جو اس کے بانی ہیں کیا۔ جائز ہے کہ ازدوبر نے قصہ طوفان ہاسیساورا سے سن کر کسی شخص سے بیان کیا ہو وعلے ہذالقیاس یہ قصہ مدت تک زبان زد رہا ہو۔ پھر کسی شاعر نے اُسے نظم کردیا ہو۔ جس کا نام اینٹ پر کندہ نہ ہو۔ شاید ہاسیساورا ہی نے یہ نظم کیا ہو۔ یہ سب احتمالات پیدا ہیں۔ ایسی صورت میں آپ کی تجویز کہ یہ نظم ازدوبر شاعر کی ہے تسلیم نہیں ہوسکتی آپ امیر حمزہ اور رہرنی کے قصہ کو لحاظ کریں) تو لہ معلوم نہیں کہ ازدوبر کوئی واقعی شخص تھا یا کلدانیوں کے مذہب میں کوئی چھوٹا خدا تھا (جب آپ کو ازدوبر کی الوہیت وانسانیت میں شک ہے تو آپ اُسے نام طوفان کیونکر قرار دیتے ہیں۔ ہاں اگر چھوٹے خدا کو نظم کا شوق ہو تو کوئی روک نہیں سکتا۔ لیکن اس سے بہتر تھا کہ آپ ہاسیساورا ہی کو ناظم قصہ طوفان بناتے جس سے آفتاب ارادہ کرتے ہیں تو اس نظم کی قدامت میں ہنود کو تو شک نہ رہتا۔ لیکن یہ یاد رہے کہ توراۃ کے ماننے والے اُسے قدیم کہتے ہیں۔ جس کا مصدر واجب الوجود ہے۔ جلت کبریاہ کو بتاتے ہیں اس لئے وہ نظم خواہ سورج کی بنائی ہو یا کسی اور کی توراۃ کے بعد ہوگی تو اس کوہ کنی کا کچھ نتیجہ نہ ہوگا۔ فرہاد کی طرح تیشہ ہاتھ میں رہجاویگا۔ قولہ ہاسیساورا آفتاب کے متفرق ناموں میں سے ایک نام تھا۔ اور مثل خدا کے اُس کی پرستش ہوتی تھی۔ انتہٰے۔ الجواب اب بھی ہوتی ہے۔ عبدالرحیم دہریہ سورج ہی کی پرستش کرتا تھا اور کہتا تھا کہ تمہارے خیالی خدا کو ہم نہیں مانتے۔ اور ہنود بھی پرستش کرتے ہیں۔ اس سے صاف ہے کہ ہاسیساورا کوئی واقعی اور تاریخی شخص نہ تھا۔ بلکہ بطور استعارہ صبح کے سورج کا نام رکھ لیا گیا تھا (ابھی آپ کہہ رہے ہیں کہ ہاسیساورا سورج کے ناموں میں سے ہے اُس کی پرستش ہوتی تھی اب کہتے ہیں

کا ملاح تھا۔ آپ لکھتے ہیں کہ قصۂ توراۃ وحکایت خشتہائے نینوا نے متشابہ ہیں لہذا
ضرور ہے کہ ایک دوسرے سے ماخوذ ہوں۔ انتھٰے۔ یہ قیاس کب لائق تسلیم ہے اگر
توارد اشعار کو بھی لحاظ کرتے تو ایسا نہ لکھتے۔ میں مسٹر سمویل کے اوہام میں اوقات
گرانمایہ ضائع نہ کرتا۔ لیکن مجھے دکھانا ہے کہ انگریز نتیجہ خوب نکالتے ہیں۔ اُن کا قیاس
کیسا صحیح ہوتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ جس نے دنیا کے مذاہب کی تاریخوں پر غور کیا
ہوگا اسے معلوم ہوگا کہ مذہب قانون ترقی کا تابع ہے جس طرح فطرت کی کل چیزیں
ادنےٰ درجہ سے ترقی کرتی ہوئی اعلےٰ درجہ پر پہنچتی ہیں اُسی طرح مذہب بھی ترقی کرتا
ہوا۔ اُس اعلےٰ درجہ پر پہنچا ہے۔ جیسا آج ہم دیکھتے ہیں۔ انتھٰے۔ کوئی موجود فطرت
سے خالی نہیں اسے اہل یورپ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ہم ہزاروں اشیاء کو دیکھتے ہیں۔
کہ وے ایک حالت پر رہتی ہیں نہ اُن میں ترقی ہے نہ تنزل۔ آپ نے مرکبات
عنصریہ کو دیکھ کے کلیہ بنا لیا کہ ہر چیز فطرتی ادنے سے اعلےٰ درجہ پر پہنچتی ہے یہ تو اہل
یورپ کا قاعدہ ہے۔ سمویل صاحب نے کہا تو بعید نہیں۔ لیکن اہل خبرت تو اس
کلیہ کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ ایسی چیزیں جن میں ایسی ترقی پائی جاتی ہے اس کے لئے
حد معین ہے۔ جب اپنے کمال کو وہ چیز پہنچ جاتی ہے تو اُسے ترقی نہیں ہوتی تنزل
بھی ہوتا ہے۔ لیکن مذہب کی ترقی کے معنی آپ کچھ نہیں لکھتے اگر مذہب کی ترقی
کے معنی اُس کا پھیلنا ہے تو بُت پرستوں کے مذہب سے زیادہ مترقی کوئی مذہب نہیں
یہ ترقی آج سے نہیں ہمیشہ سے ہے۔ مذہب کا کمال یہ ہے کہ اُس کے مسائل کلیہ
پورے ہو جائیں اور اہل مذہب اپنے اصول پر کم قائم ہیں۔ پس مذہب نہایت
تنزل پر ہے جیسا کہ آج ہم دیکھتے ہیں اگر مذہب کے معنی قیود سے آزادی ہے تو
وہ بھی ابھی بہت کم ہے اور گورنمنٹ کے احکام سے آزادی نہیں معلوم نہیں آپ
مذہب کی ترقی آج کیونکر دیکھتے ہیں۔ اگر ہم آپ کے قول کو مان لیں کہ مذہب
یوماً فیوماً ترقی کرتا ہے تو یہ جب ہی ہوگا۔ جب بانی مذہب خود انسان ہوں لیکن
اس کو کوئی مذہب والا نہیں مانتا۔ بلکہ سب کہتے ہیں کہ بنا مذہب مبادی علیہ سے
ہے۔ تجربات میں یوماً فیوماً ترقی ہوتی ہے۔ پھر آپ کو مذہب تجربی کہنا پڑیگا ایسی
صورت میں مذہب ابھی اپنے کمال کو نہیں پہنچا۔ ابھی لاکھوں برس کا تجربہ باقی ہے

دیکھئے تو صاف ہوجائے فقط۔ اب ہم آپ کی اس دلیل کا جواب باختصار لکھتے ہیں
خلاصہ دلیل یہ ہے کہ ہاسیساورا کے عہد سلطنت میں جس نے ۴۳ ہزار برس سلطنت
کی طوفان آیا تھا۔ اُس نے ازدوبر حکیم سے اُس واقع کو بیان کیا اُس نے نظم کردیا
اس لئے تورات سے یہ نظم بہت پہلے کی ہے اُس وقت نہ موسےٰ علیہ السلام تھے
نہ تورات ہاسیساورا تھا اور ازدوبر۔ انتہےٰ۔ سُبحان اللہ۔ اِن مقدمات سے یہ نتیجہ
کیونکر نکلتا ہے۔ اولاً تو ہاسیساورا ازدوبر سے کہتا ہے کہ ہم طوفان سے کیونکر بچائے
گئے۔ کشتی بنائی اُس پر مع جانوران سوار ہوئے یہ یہاں معطل ہے کہ ہاسیساورا سورج ہو
سورج کو خواہ دیوتا کو طوفان نہیں ڈوبا سکتا جو اُس سے بچایا گیا سورج ہے کشتی کے
اندر بیٹھا تھا۔ انگریزوں کا دستور ہے کہ اعلام کا بھی ترجمہ کردیتے ہیں۔ اگر ہاسیساورا کے
معنی سورج ہوں تو یہاں وہ مراد نہیں ہوسکتا۔ کیا یہاں سورج کا نام نہیں ہوتا۔
خیر ہم یہ بھی مان لیتے ہیں لیکن یہ نہیں ثابت ہوتا کہ ہاسیساورا نے اپنی آغاز سلطنت میں
ازدوبر سے یہ قصہ کہا ہو یا اوسط سلطنت میں۔ جائز ہے کہ اس نے اپنی اخیر سلطنت
میں کہا ہو اور اُس کی سلطنت منتہی ہوئی ہو۔ بعد حضرت موسےٰ علیہ السلام کے کیونکہ کواکب
کی حکومت زمین پر ہر وقت میں رہا کرتی ہے۔ جب منجمین کا مذہب ہے اس لئے آپ کی
دلیل مفید مدعا نہ ہوئی۔ ایک دلیل آپ اور لکھتے ہیں کہ نوح کا لفظ دلالت کرتا ہے
کہ قصہ طوفان اکیڈین مذہب سے لیا گیا ہے۔ دلیل اُس کی یہ ہے کہ لفظ نوح لفظ نواح
سے ماخوذ ہے جو سمیٹک ترجمہ ہے اُس اکیڈین خدا کا جس کی بادشاہت پانی پر
تھی۔ اُس کا کام یہ تھا کہ آفتاب کے جہاز کی رات دن ملاحی کیا کرتا تھا۔ انتہےٰ۔ نوح
کا مادہ نواح ہرگز نہیں۔ جو لوگ عبرانی۔ عربی۔ کلدانی سے واقف ہیں وے اس پر
قہقہہ ماریںگے آپ کرسس دیکھئے تو مسٹر سموئیل کے اس سخن کو بے اصل سمجھئے نوح اور
نواح میں تو کچھ بھی مناسبت نہیں جو اشتقاق کے لئے ضرور ہے۔ اگر فرض کرلیں
کہ نواح کی سی اکیڈین کشتیاں ہوں تو نوح کے معنی ملاح نہیں شاید سموئیل صاحب
کا خیال باعث مصرعہ سعدی ہو ؎

چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیبان

یہ نئی قسم کا اشتقاق ہے کہ نوح نے جہاز رانی کی تو وہ ترجمہ ہے پانی کے موکل کا جو آفتاب

کا علاج تھا آپ سمجھتے ہیں کہ نقشہ توراۃ و حکایت خمسۃ عشر سے پیشتر نے نقش چہیں لہذا
ضرور ہے کہ ایک دوسرے سے ماخوذ ہوں۔ انتہیٰ۔ یہ قیاس کیا ناقص تر ہے اگر
توراۃ شعلہ کو بھی ملحوظ کرتے تو ایسا نہ سمجھتے۔ میں مسٹر سموئیل کے انعام میں اوقات
کو نہ یہ ضائع نہ کرتا۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ انگریز مجبور خوب نکالتے ہیں۔ اُن کا قیاس
کیا صحیح ہوتا ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ جس نے دنیا کے مذاہب کی تاریخوں پر غور کیا
ہوگا اسے معلوم ہوگا کہ مذہب کا قانون ترقی کا تابع ہے جس طرح قدرت کی کل چیزیں
ادنےٰ درجہ سے ترقی کرتی ہوئی اعلیٰ درجہ پر پہنچتی ہیں اسی طرح مذہب بھی ترقی کرتا
ہوا اس اعلیٰ درجہ پر پہنچا ہے جیسا آج ہم دیکھتے ہیں۔ انتہیٰ۔ کوئی موجود صرف
سے خالی نہیں اسے اہل یورپ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ہم ہزاروں اشیاء کو دیکھتے ہیں۔
کہ ایک حالت پر رہتی ہیں نہ اُن میں ترقی ہے نہ تنزل۔ آپ نے مرکبات
عنصریہ کو دیکھ کے کلیہ بنا لیا کہ ہر چیز ترقی ادنےٰ سے اعلیٰ درجہ پہ پہنچتی ہے یہ تو اہل
یورپ کا قاعدہ ہے۔ سموئیل صاحب نے کہا تو عجیب نہیں۔ لیکن اہل خبرت تو اس
کلیہ کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ یعنی چیزیں جن میں ایسی ترقی پائی جاتی ہے اس کے لئے
معین ہے۔ جب اپنے کمال کو وہ چیز پہنچ جاتی ہے تو اسے ترقی نہیں ہوتی تنزل
ہی ہوتا ہے۔ لیکن مذہب کی ترقی کے معنی آپ کچھ نہیں لکھتے اگر مذہب کی ترقی
کے معنی اس کا پھیلنا ہے تو بت پرستوں کے مذہب سے زیادہ ترقی کوئی مذہب نہیں
یہ ترقی آج سے نہیں ہمیشہ سے ہے۔ مذہب کا کمال یہ ہے کہ اس کے مسائل کلیہ
پورے ہو جائیں اور اہل مذہب اپنے اصول پر قائم ہیں۔ پس مذہب نہایت
تنزل پر ہے جیسا کہ آج ہم دیکھتے ہیں اگر مذہب کے معنی قیود سے آزادی ہے تو
وہ بھی ابھی بہت کم ہے اور گورنمنٹ کے احکام سے آزادی نہیں۔ معلوم نہیں آپ
مذہب کی ترقی آج کیونکر دیکھتے ہیں۔ اگر ہم آپ کے قول کو مان لیں کہ مذہب
یوماً فیوماً ترقی کرتا ہے تو یہ جب ہی ہوگا۔ جب بانی مذہب خود انسان ہو۔ لیکن
اس کو کوئی مذہب والا نہیں مانتا۔ بلکہ سب کہتے ہیں کہ بنا مذہب مبادی الٰہیہ
ہے۔ تجربیات میں یوماً فیوماً ترقی ہوتی ہے۔ پھر آپ کو مذہب تجربی کہنا پڑیگا ایسی
صورت میں مذہب ابھی اپنے کمال کو نہیں پہنچا۔ ابھی لاکھوں برس کا تجربہ باقی ہے

دیکھئے تو صاف ہو جبتے لفظ - اب ہم آپ کی اس دلیل کا جواب باختصار لکھتے ہیں
خلاصہ دلیل یہ ہے کہ زیسیادورا کے عہد سلطنت میں جس نے ۳۲۰ ہزار برس سلطنت
کی طوفان آیا تھا - اُس نے ازدوبر کے ذریعہ سے اُس وقت کو بیان کیا اُس نے نظم کردیا
اس لئے توریت سے یہ نظم بہت پہلے کی ہے اُس وقت نہ موسےٰ علیہ السلام تھے
نہ توریت - زیسیادورا تھا اور ازدوبر - انتہےٰ سبحان اللہ - ان مقدمات سے نتیجہ
کیونکر نکلتا ہے - اولاً تو زیسیادورا ازدوبر سے کہتا ہے کہ ہم طوفان سے کیونکر بچ سکے
گئے - کشتی بنائی اُس پر مع متعلقان سوار ہوگئے - یہ بیان معطل ہے کہ زیسیادورا سورج
سورج کو خواہ دیوتا کو طوفان نہیں ڈوبا سکتا جو اُس سے بچ جائے سورج بے کشتی کے
اندر بیٹھا تھا - انگریزوں کا دستور ہے کہ اعلام کا بھی ترجمہ کردیتے ہیں - اگر زیسیادورا کے
معنی سورج ہوں تو یہاں وہ مراد نہیں ہوسکتا - کیا یہاں سورج کا ذکر نہیں ہوتا -
خیر ہم یہ بھی مان لیتے ہیں لیکن یہ نہیں ثابت ہوتا کہ زیسیادورا نے اپنی آغاز سلطنت میں
ازدوبر سے یہ قصہ کہا ہو یا اوسط سلطنت میں - جائز ہے کہ اس نے اپنی آخر سلطنت
میں کہا ہو اور اس کی سلطنت ختم ہوئی ہو - بعد حضرت موسےٰ علیہ السلام کے کیونکہ کواکب
کی حکومت زمین پر ہر وقت میں رہا کرتی ہے - جب منجمین کا مذہب ہے - اس لئے آپ کی
دلیل مفید مدعا نہ ہوئی - ایک دلیل آپ اور لکھتے ہیں کہ نوح کا لفظ دلالت کرتا ہے
کہ قصہ طوفان اکیڈین مذہب سے لیا گیا ہے - دلیل اس کی یہ ہے کہ لفظ نوح لفظ نواح
سے ماخوذ ہے جو سٹیمک ترجمہ ہے اُس اکیڈین خدا کا جس کی بادشاہت پانی پر
تھی - اُس کا کام یہ تھا کہ آفتاب کے جہاز کی رات دن ملاحی کیا کرتا تھا - انتہےٰ - نوح
کا مادہ نواح ہرگز نہیں جو لوگ عبرانی - عربی - کلدانی سے واقف ہیں وے اس پر
قہقہہ ماریںگے آپ کرسن دیکھئے تو مسٹر سمویل کے اس سخن کو بے اصل سمجھتے نوح اور
نواح میں تو کچھ بھی مناسبت نہیں جو اشتقاق کے لئے ضرور ہے - اگر فرض کریں
کہ نواح کسی اکیڈین کشتیاں ہوں تو نوح کے معنی ملاح نہیں شاید سمویل صاحب
کا خیال باعث مصرعہ سعدی ہو ؎

چہ باک از موج بحر آن را کہ باشد نوح کشتیبان

یعنی قصہ کا اشتقاق ہے کہ نوح نے جہاز رانی کی تو وہ ترجمہ ہے پانی کے موکل کا جو آفتاب

وہ کبھی کمال کو پہنچ سکتا کیونکہ زیادہ دلچسپ قصہ ہی ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ مذہب کے
زمانہ طفولیت میں ہر قطرہ شے کے لئے روح ہوتی تھی۔ کوئی چیز ایسی نہیں جس میں
روح نہ ہو کسی میں بری روح ہوتی ہے اور کسی میں اچھی۔ ہر روح کو اپنے اوپر مہربانی کرنے
کے لئے رشوتیں دینی پڑتی ہیں۔ انتہیٰ۔ یہ بات صحیح ہے کہ کوئی جسم روح سے
خالی نہیں ہے۔ لیکن ہم سے کوئی ایسا نہیں کہتے ورنہ روح کے لئے جس طرح ہو
خدا کو بیچ میں ڈالے ہوئے اجسام کو لگتے ہیں۔ جس روح کے مناسب جو چیز ہوتی ہے
وہ اس سے خوش بھی ہوتی ہے۔ حیوان و انسان میں تو مشاہدہ ہے اور دیگر ارواح
میں بھی یہ تجربہ جاری ہے ارواح کو بڑے چھوٹے من حیث العدد نہیں کہتے۔ بلکہ
من حیث استعداد الضعف کہتے ہیں یہ نہایت صحیح ہے اچھا برا ہونا من حیث الذات
نہیں ہے۔ بلکہ جس سے انسان کو نفع پہنچتا ہے اسے اچھا کہتا ہے اور جس سے ضرر
پہنچتا ہے اسے برا کہتا ہے۔ رشوت دینا ارواح کو آپ بطور طنز کہتے ہیں۔ اس
وقت ان بیچاروں کے عقائد کی صحت و سقم میں بحث نہیں۔ اس عہد کو جس میں
یہ خیال شائع ہوا۔ اسے آپ زمانہ طفولیت مذہب کہتے ہیں۔ یہ خیال بت پرستوں
میں اب تک شائع ہے۔ یہ بت پرستوں کے مذہب کا اصل ہے جس سے کوئی مذہب
زیادہ نہیں۔ آپ لکھتے ہیں۔ جب اور ترقی ہوئی تو فطرت کی کل قوتیں خدا مانی گئیں۔
انتہیٰ۔ یہ تو عین تنزل ہے اور یہ کبھی نہ تھا۔ بت پرست ہمیشہ ایک ذات واجب الوجود
کی تصدیق کرتے تھے۔ باقی دیوتاؤں کو خدا نہیں کہتے تھے ان کو مخلوق با رتبہ سے
ذی قوت صاحب اختیار جان کے ان کی خوشنودی کے لئے ان کے سامنے چڑھاتے تھے
تاکہ وے ان کو خدا تک پہنچا دیں اور ان کے اغراض کے اتمام میں تا امکان کوشش
کریں۔ چونکہ یہ عبادت فضول تھی لہذا انبیاء اسے مخالفت کرنے آئے۔ آپ
زمان طفولیت مذہب میں صرف ارواح کو رشوت دینا بتاتے ہیں اور اسے ترقی
کے زمانہ میں تو اسے نظریہ کو خدا ماننا بیان کرتے اس سے صاف ہے کہ ابتداءً
بت خدا نہیں مانتے تھے بعد کو بت خدا ماننے لگے۔ غالباً پہلے ایک خدا کی
پرستش کرتے تھے پھر بمرور ایام اپنے خیال فاسد سے دیوتاؤں کی پرستش میں
میں اپنے اوقات ضائع کرنے لگے۔ چنانچہ تجربہ میں ایسا ہی پاتے ہیں ہنود پہلے

بھی درست تاریخ ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ قصہ طوفان درست تاریخ نہیں۔ آپ دوسری
زبانوں کی تاریخ ملاحظہ کیجئے۔ منقولہ جو لوگ کہتے ہیں کہ تمام دنیا ڈوب گئی تھی ان کے
پاس قدر عدم مزاج معقول ہے۔ باقی رہے اصحاب سفینہ ان کی اولاد میں روایت
طوفان محفوظ تھی۔ اگر طوفان آیا ہوتا تو سلسلہ طوفانی جاری نہ ہوتا۔ دلیل دوم یہ کہ
تمام جانور و آدمی صدمہ طوفان سے مر گئے۔ پھر از سر نو اصحاب سفینہ سے دنیا آباد ہوئی
کشتی سے جو اترے وہ صرف چار مرد اور چار عورتیں تھیں۔ جیسا تورات میں
لکھا ہے۔ پس پانچ ہزار برس میں اتنے آدمیوں سے اس قدر آدمیوں کا پیدا ہونا
ناممکن ہے اس لئے قصہ طوفان بے اصل ہے۔ الجواب۔ تورات میں تمام دنیا کا ڈوبنا
بیان نہیں ہوا ہے۔ جب سے آپ کے دل میں شبہات مرقومہ بالا پیدا ہوئے تراجم
جو آپ نے پیش کئے ہیں بالکل غلط ہیں۔ آپ تفسیر التورات سید احمد خان صاحب
ملاحظہ کیجئے۔ محققین مسلمان و یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ عرب و عراق و شام
و مصر و فارس ڈوب گیا تھا میں نے تو بیان تورات اور ابن خلدون کا قول نقل
کر دیا تھا۔ آپ اس پر توجہ نہیں کرتے۔ اس سے نہ تمام انسان کا مرنا لازم آتا۔ نہ
اعتراض پیدا ہوتا۔ خیر آپ کچھ ملک کا ڈوبنا تو شاید تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اہل یورپ
جنہوں نے نینوے کی اینٹوں پر دماغ سوزی کی۔ کہتے ہیں کہ کبھی طوفان نہ آیا۔ بلکہ
جب آفتاب برج دلو میں ہوتا ہے تو کالڈیا کے لوگوں کو کثرت بارش سے بڑی
تکلیف ہوتی ہے اسی کا اینٹوں پر بیان ہے۔ اگر آپ کچھ ملک ڈوبنا تسلیم
کر لیں تو اس بارہ میں ہماری آپ کی کچھ مخالفت نہیں۔ اب ہم کہتے ہیں کہ اصحاب
سفینہ صرف آٹھ آدمی نہ تھے۔ بلکہ اسی آدمی تھے جب سب کشتی سے اترے نوح علیہ السلام
نے بستی ڈالی اس کا نام سوق ثمانین رکھا۔ جس کا ذکر تمام کتب میں درج ہے۔ فی العرائس
انما خرج نوحا و من معه من السفينة اتخذ بناحية باقوردى من ارض
الجزيرة موضعا۔ انتهى فبنا قرية سموها بسوق ثمانين لانه كان بنى
لها بيتا لكل انسان ممن معه وهم ثمانون فى الى اليوم يسمى سوق ثمانين
ترجمہ۔ جب نکلے نوح اپنے ساتھیوں کے ساتھ کشتی سے تو انہوں نے ارض جزیرہ
(یعنی شمالی عراق) میں باقردی کے نواح میں ایک مقام میں ایک گاؤں آباد کیا اس کا نام

کی وہ دہیں کسی نے نینوے آباد کیا۔ غالباً سنہ طوفانی میں آبادی نینوے ہوئی۔ اور
سنہ طوفانی میں حضرت موسے علیہ السلام کی پیدائش ہے۔ اس حساب سے
حضرت موسے علیہ السلام کی پیدائش کے تھوڑے دن پہلے نینوے آباد ہوا۔ اینٹ
جب بنی ہوں تبھی یہ معلوم ہے کہ قصہ طوفان شاہ سے ہمی کا جو مذہب نہیں ہے۔
ورنہ اُن کی پہلی کتاب میں کہیں درج ہوتا۔ لیکن اُس کا نشان سوائے اینٹوں کے کہیں
پایا نہیں جاتا۔ اس لئے سمجھا جاتا ہے کہ مضمون اینٹ نے یہ قصہ دوسری جگہ سے
لیا ہے۔ سوائے توریت کے کوئی دوسری جگہ نہیں اس لئے غالباً یہ قصہ توریت سے
لیا گیا۔ پس یہ نظم توریت کے بعد کی تیار کی ہے۔ علاوہ اس کے سید احمد خاں صاحب
لکھتے ہیں کہ وہ اقلدی زبان میں ہے۔ غالباً انہوں نے کسی انگریزی کتاب سے
لکھی ہوگی۔ اُسے آپ بھی معتبر سمجھتے ہونگے۔ اب میں کہتا ہوں کلدی زبان میں حضرت
موسیٰ علیہ السلام سے بہت دنوں بعد تصنیف و تالیف شروع ہوئی۔ عبرانی و کلدانی
زبان کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ کلدی زبان عبرانی سے ماخوذ ہے یہ دلیل قوی
ہے کہ وہ نظم توریت کے بعد کی ہے۔ اب ہم مان لیتے ہیں کہ وہ نظم قدیم حضرت آدم
سے پہلے کی ہے اس سے یہ کیونکر لازم ہوتا ہے کہ قصہ طوفان جو توریت میں مندرج
ہے افسانہ ہے۔ جیسا علمائے یورپ کہتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ باشندگان یورپ
تو ایسا نہ کہتے ہونگے۔ ہاں جو مذہب کی قید سے باہر ہو گئے۔ انہیں کا یہ مقولہ ہوگا۔
فافہم۔ اب ہم آپ کی اُن دلیلوں پر بحث کرتے ہیں جو آپ نے استحالہ طوفان نوح
پر قائم کی ہیں۔ دلیل اول۔ اگر طوفان نوح صحیح ہوتا تو اس کا ذکر کسی تاریخ میں سند درج
ہوتا۔ اقتبے۔ اولاً تو نہ درج ہونا اس قصہ کا تواریخ میں اُس قصہ کے استحالہ کی دلیل
نہیں ہو سکتا۔ کوئی عاقل نہ کہیگا کہ واقعہ تاریخ میں نہ درج ہونے سے باوجود وقوع
محال ہو جاتا ہے یہ واضح ہے کہ ہر منطقی اس کو سمجھ سکتا ہے۔ ثانیاً۔ یہ قصہ درج تواریخ
بھی ہے۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ منجمین مصر نے نجوم سے معلوم کیا کہ ایسا بڑا طوفان آئیگا
تو حفظ علوم و نفوس کے لئے اہرام بنایا۔ چنانچہ اُس بادشاہ نے جس نے اہرام
طیار کرایا تھا۔ عند الطوفان اُس میں پناہ لی لیکن جانبر نہ ہو سکا۔ اخبار الدول مطبوعہ مصر
فسان نجم عراقی نے پتھر پر طوفان آنے کا حال اور اکثر علوم مخفیہ کو کھود کے رکھ دیا یہ

سوق ثمانین تھا۔ کیونکہ اس میں ہر آدمی کے لئے ایک مکان بنایا تھا جو تعداد میں
اسی تھے۔ اس کا نام سوق ثمانین ہے۔ اس سے نکلتا ہے کہ نوح علیہ السلام کے ساتھ
اسی مرد تھے۔ اور ایسے ہی روایت ابن عباس سے بھی خیا مالدول میں لکھا ہے
کہ بادشاہ مصر نے اپنے ایک معتمد رفیق کو بادشاہ عراق کے پاس بھیجا کہ نوح علیہ السلام
کو قتل کرے وہ آیا تو نوح کا حال دیکھ کر ان پر ایمان لایا اور ان کے ساتھ کشتی میں تھا
اور بعد انقضائے طوفان کشتی سے اترا۔ توریت میں صرف اہل بیت نوح کا بیان ہے
نہ جملہ اصحاب سفینہ کا۔ اب رہا یہ استبعاد کہ چار جوڑے آدمی سے پانچ سو برس میں
اس قدر آدمی پیدا ہو سکتے ہیں۔ جس قدر جغرافیوں میں لکھے ہیں۔ گر تنگی وقت مانع نہ ہوتا
تو میں نقشہ بنا کے دکھا دیتا۔ آپ خود اگر متوجہ ہونگے تو معلوم ہو جائیگا۔ لہذا یہ استبعاد
صحیح نہیں اگر یہ استبعاد آپ کا صحیح ہو تو نوح آدم کی دسویں پشت میں ہیں اور طوفان
۱۶۰۰ برس بعد ہبوط آدم علیہ السلام کے ہے۔ پس اتنی مدت قلیل میں دنیا آباد نہ
ہوئی ہوگی۔ جس کا ڈوبنا آپ مستبعد سمجھتے ہیں۔ آپ ہی کے استبعاد سے آپ کا
استبعاد دور ہو جاتا ہے ۱۶۰۰ برس میں ایک جوڑے سے دنیا کتنی آباد ہوئی ہوگی۔
آپ کہہ نہ سکیں گے کہ قصہ آدم و حوا بھی غلط ہے۔ اب ہم آپ کے علم طبعی کی دلیل پر نظر
ڈالتے ہیں۔ و من اللہ التوفیق۔ آپ فرماتے ہیں کہ لاشے سے پانی نہیں بنتا۔ یہ حق
ہے کہ لاشے سے کوئی چیز نہیں بنتی۔ آپ کہتے ہیں کہ پانی ہمیشہ اپنی سطح ہموار رکھتا ہے
انتہٰی۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ اس کا اقتضائے طبعی یہ ہے کہ اس کی سطح ہموار رہے
تو حرج نہیں جملہ عناصر ایسا ہی چاہتے ہیں قاسر سے مجبور ہو جاتے ہیں اور اگر یہ مقصود کہ پانی
چاہتا ہے کہ ہمیشہ ہموار سطح پر رہے تو یہ خلاف تجربہ اور بے دلیل ہے کیونکہ تضاریس
ارض تجربی ثابت ہے اور اقتضائے طبعی ما یہ ہے کہ سطح زمین سے لپٹا رہے۔ لیکن
یہ مقدمات مستدرک بلا ضرورت ہیں۔ اصل دلیل آپ کی یہ ہے کہ اگر طوفان کا پانی
جودی کی چوٹی سے اوپر ہو گیا تھا تو یہ ماننا پڑیگا کہ پانی کا عمق اس وقت تین میل تھا۔
اب سوال یہ ہے کہ اس قدر پانی کہاں سے آیا پھر کہاں غائب ہو گیا۔ بارش میں وہی
پانی ہے جو دریاؤں اور سمندروں سے بذریعہ ابخرات کے اٹھتا ہے پھر دریاؤں سے
بہ کر سمندر میں چلا جاتا ہے اس کی وجہ سے ایک قطرہ پانی کا بھی اضافہ اس مقدار میں

یا کنایۃً یا صراحۃً استعمال نہ کریں +

دوم - یہ کہ سلیس عبارت اور بامحاورہ و عام فہم الفاظ میں لکھیں اور غلط مبحث نہ کریں +

سوم - یہ کہ جواب مختصر و فضول باتوں سے کلیتاً پاک ہو +

وہ سوالات یہ ہیں

نمبر ۱ - طعام الذین اوتوا الکتب حل لکم وطعامکم حل لھم ... کس پارہ کا آیۃ ہے +

نمبر ۲ - تفسیر ابن عباس کے کس صفحہ اور کس آیت کی تفسیر میں یُحَرِّفُوْنَ کو بمعنی یَتَأَوَّلُوْنَ لکھا ہے +

نمبر ۳ - توریت تدریجاً نازل ہوئی یا ایک مرتبہ اگر تدریجاً ہوئی تو کتنے برسوں میں تمام نزول ہوا اور کس سنہ طوفانی میں آغاز نزول +

نمبر ۴ - حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کتنے برسوں کے بعد حضرت رسول اللہ صلعم کا زمانہ ہوا اور اس وقت سنہ طوفانی کیا تھا +

نمبر ۵ - سنہ شمسی اور سنہ قمری میں کتنے برسوں میں کتنا تفاوت ہو جاتا ہے +

نمبر ۶ - نزول کے کیا معنی ہیں +

نمبر ۷ - شرائع سابقہ میں کون کون جانور حلال تھے جو ہماری شریعت میں نہیں ہیں +

نمبر ۸ - جب توریت تام النزول اور کامل النفاذ ہوئی اس وقت سنہ طوفانی کیا تھا +

نمبر ۹ - کس سنہ ہبوطی میں حضرت مسیح پیدا ہوئے +

نمبر ۱۰ - طوفان کے باب میں دو روایتیں ہیں ایک اولاد حام کی دوسری اولاد سام کی - یہ دونوں کتب مقدسہ یا زند وستا الہام ہونے کی مدعی ہیں ان دونوں میں کون زیادہ مستند اور قابل اعتبار ہے +

نمبر ۱۱ - جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہوا - اس وقت سنہ

تیسرا باب

طوفان نوح

مولوی منظور احمد صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی اسکول صفی پور کی تحریر اخبار الوقت مطبوعہ ۱۹۔ فروری میں میں نے دیکھی اس میں آپ نے طوفان نوح کو ناممکن قرار دیا ہے۔

ہمارے مذہب میں ہزار دن مرتبہ مہاپرلی ہوئی ہے اور لاکھوں مرتبہ ہوگی۔ چونکہ عالم قدیم ہے اور اوضاع فلکی مقتضی مہاپرلی ہوتی ہیں لہذا ہمیشہ وقت پر ہوا کرتی ہے مہاپرلی میں تمام کرۂ زمین ڈوب جاتا ہے اور موالید ثلاثہ دامن فنا میں پناہ لیتے ہیں۔ چونکہ اس کا زمانہ بہت دراز ہوتا ہے لہذا تجربہ انسانی اس سے قاصر ہیں۔ لیکن تو ع اس کا امکان سے باہر نہیں۔ حضرت آدم سے قبل ایک بڑا طوفان آیا تھا جس کے سامنے طوفان نوح بالکل حقیر سا ہے اس طوفان کا ذکر ہنود بھی اپنے دفاتر میں لکھتے ہیں۔ بحر اوقیانوس منقلب ہو گیا تھا۔ پہاڑوں کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ایسا طوفان آیا تھا۔ کیونکہ تولید احجار کہتو میں شعاع شمس کے اثر کرنے سے ہے۔ پس قیاس ہوتا ہے کہ کسی بڑے طوفان میں مٹی جا بجا قائم ہوئیں۔ پھر جب پانی اپنے محل میں چلا گیا۔ تو تمازت آفتاب سے وہ مٹیاں متحجر ہو گئیں۔ یہ تو آپ بھی تسلیم کرینگے کہ موالید ثلثہ پانی اور مٹی کے خلط سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے آپ کو تسلیم کرنا ہوگا کہ کسی وقت میں زمین ان سے خالی تھی۔ پھر پہاڑ کیونکر وجود پذیر ہوئے یہ دلیل بین طوفان عظیم ہے اسی قسم کا طوفان مہاپرلی بھی ہے۔ لہذا طوفان نوح محال نہیں۔ اہل یورپ کہتے ہیں کہ پانی مرکب ہے دو قسم کے بخارات سے۔ انتہٰے۔ اب میں کہتا ہوں کہ یہ ترکیب امکان تحلیل پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ کل پانی سمندر کا بتحلیل اجزائے بخاریہ فنا ہو اور مستحیل بہ ہوا ہو علیٰ ہذا القیاس ہوا پانی کی طرف مستحیل ہوتی ہے اس لئے اگر کل خواہ اکثر ہوا پانی ہو جائے تو بالضرور زمین تہ آب ہو جائیگی

طوفان نوح

جناب اڈیٹر صاحب تسلیم۔ آپ کے اخبار وقت مطبوعہ ۱۹ فروری میں جو تحریر ہمارے قابل اور محقق بیرسٹر یعنی مولوی نصیر حق صاحب کی چھپی تھی اس کے جواب میں آج ایک تحریر لالہ بابا کیشو پرشاد جی ریڈر کی مبینہ جناب مولوی عنایت رسول صاحب عباسی کی ہمی بالوقت مطبوعہ ۷ اپریل میں میری نظر سے گذری جس کو دیکھ کر کمال حیرت ہوئی کیونکہ اس طوفان کے قصہ کو لالہ صاحب کی کتابوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور جب کہ ان کے اصول پر یہ قطعی غلط اور جھوٹ ہے جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔ تو پھر اس کے اثبات میں اپنے بیان کی اصول کی رو سے زور دینا بجز اظہار قابلیت کے اور کس چیز پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ لالہ صاحب نے اپنے مذہبی اصول پر بحث کی ہے اور اپنی مذہبی روایت سے مستدل ہے۔ اس لئے مجھ پر فرض ہے کہ انہیں کی معتبر کتابوں سے کچھ لکھوں اور دکھاؤں کہ جتنے دعاوی انہوں نے کئے ہیں۔ وہ کل باطل ہیں لیکن پہلے مجھے یہ بھی کہنا ضرور ہے کہ دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے جو اہل ہنود سے زیادہ تاریخ میں کچی ہو۔ کیونکہ اولاً تو ان کے یہاں روایت کے صحت و سقم کی جانچ کا کوئی اصول نہیں ہے۔ ثانیاً۔ مہابھارت وغیرہ کتب معتبرۂ تاریخ ہنود کے باب میں اتنا بھی ثابت نہیں ہوتا کہ کب لکھی گئیں۔ اور کس نے لکھیں اور سند ان کے کیا ہیں۔ ثالثاً اکثر روایتیں جو ان کتابوں میں ہیں ان میں۔ مبالغہ اس درجہ ہے کہ جب وہ عقلائے روزگار کی نظر سے گذرتی ہیں تو وہ انہیں [illegible] سمجھتے ہیں۔ چونکہ ایسی روایات کو نقل کرنا خالی از طوالت نہیں ہے اور نیز مذہبی بحث کی طرف کھینچتا ہے۔ اس لئے ہم انہیں موقوف رکھ کر اصل مطلب کی جانب رجوع ہوتے ہیں۔ مجھ کو اس تحریر میں اس امر کی بحث کرنی منظور نہیں ہے کہ لالہ صاحب کے مذہب میں لاکھوں کروڑوں مہاپرلی ہو گئے اور پھر ہوں گے یا نہیں اور نہ حضرت آدم علیہ السلام کے قبل جس طوفان کا وہ ذکر کرتے

ہمارے پاس اُس دور کی کتابیں موجود ہیں جس دور میں ہزار برس کی عمر ہوتی تھی۔ مہابھارت اُسی وقت کی کتاب ہے ۔

اولاً۔ ایسی ہی غلطی لالہ صاحب سے اتھروید کی تاریخ معلوم کرنے میں بھی ہوئی تھی جس کا مفصل جواب پنڈت صاحب نے اپنی تحریر کے ضمیمہ مطبوعہ ۲۵۔ مارچ میں دیا ہے اُس کو دیکھنا لازم تھا ۔

ثانیاً۔ لالہ صاحب کا اس امر کے ثبوت میں فقط مہابھارت وغیرہ کتب کے نام لکھ دینا ایک ایسی عجیب و غریب دلیل ہے جو سوائے لالہ صاحب کے کسی کو کبھی نہ سوجھیگی ۔

ثالثاً۔ یہ دعوٰے کہ یہ وہ کتابیں اس دور کی ہیں جب کہ لوگوں کی انتہا عمر ہزار برس کی ہوتی تھی چند وجوہ غلط اور لالہ صاحب کی ناواقفی کی دلیل ہے ۔

وجہ اول یہ ہے کہ خود مہابھارت کے اندرونی ثبوت سے ظاہر ہوتا ہے کہ راجہ جنمیجے (جس نے یگیہ میں لاانتہا سانپ جلوائے تھے) عہد کے ایک زمانہ دراز کے بعد مہابھارت لکھی گئی ہے چنانچہ مہابھارت کے آدی پرب میں آرنامی برہمن کی ایک حکایت لکھی ہے کہ برہمن مذکور نے بہت سے نامی پنڈتوں سے راجہ جنمیجے کے یگیہ میں سانپوں کے جلانے کا قصہ دریافت کیا تو کوئی نہ بتا سکا۔ مگر آخرکار آر کے باپ نے کہا کہ اس قصہ کو مجھ سے بہتر کوئی نہیں جانتا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر اس وقت سے قبل مہابھارت تالیف ہو چکی ہوتی تو چونکہ اس کتاب میں سانپوں کے جلنے کا قصہ بتصریح مذکور ہے۔ لہٰذا ممکن نہ تھا کہ سوائے آر کے باپ کے سارے پنڈت اس قصہ سے ناواقف محض ہوتے۔ پس معلوم ہوا کہ راجہ جنمیجے کے عہد کے اتنے عرصۂ دراز کے بعد مہابھارت لکھی گئی ہے کہ اس وقت کے قصص بھی کم لوگوں کو معلوم تھے ۔

وجہ دوم یہ ہے کہ تمام ہنود اس بات پر متفق ہیں کہ بید اور اُپنکھد اُن کی تمام دیگر مذہبی تصنیفات سے پہلے کی ہیں اور اُپنکھدوں میں جو بیدوں کی منتخب ہیں۔ اُن میں سے منڈوک اُپنکھد میں شنکراچارج کا تذکرہ (اور یہ کہ شنکراچارج کی تفسیر میں یوں لکھا ہے) موجود ہے۔ تو معلوم ہوا کہ بید و اُپنکھد

قرار دینے کی وجہ سے [illegible] کتاب [illegible] شخص

بتا او بعض [illegible] نہیں [illegible]

اس کا [illegible] سے [illegible]

زیادہ ہی خدا ہے [illegible]

بعد کی [illegible] معلوم ہوتی ہے علاوہ [illegible] صاحب [illegible]

اپنی کتاب [illegible]

کے جنیہ کی کتابوں کو [illegible]

معتبر تحریر کیا ہے۔ پس [illegible] سے زیادہ کی [illegible]

ان کا نام لینا [illegible] ہو سکتا ہے اس دور کی ہیں جب کہ [illegible]

ہوتی تھیں محض لغو ہے ✦

لالہ صاحب کا ایک دعوے یہ بھی ہے کہ "ہم لوگ اہل یورپ کی طرح اپنے قیاس سے تاریخ نہیں بناتے ہندوستان والے اپنے دل سے گھڑ کر [illegible] ہیں" یہی دعوے اُن کے استاد [illegible] نے بھی کیا ہے۔ بہرکیف او[illegible] جب تک لالہ صاحب اپنے اس دعوے کو علما کے اقوال اور اسنادین سے براہین قطعی ثابت نہ کریں اس وقت تک یہ دعوے بالکل بے بنیاد اور باطل و مغالطہ سمجھا جاویگا ✦

ثانیاً لالہ صاحب کے متقدمین مصنفین نے انگریزوں کی تاریخی تحقیقات کو سراہا ہے اور اُن کے تحقیق کردہ امور سے اپنے دعوے کی صداقت پر دلیل لائے ہیں۔ چنانچہ لالہ اندرمن صاحب مرادآبادی نے اپنی کتاب صولت ہند میں لکھا ہے کہ حکماے یونان کو علوم و فنون کلیان نامی پنڈت نے سکھائے ہیں جیسا کہ تحقیقات انگریزی سے جو ناقد دقائق و حقائق علمیہ ہیں اہل ہنر بلکہ ہر فرد بشر پر پیدا و ہویدا ہے۔ انتہٰی۔ پس جہاں اپنی تعریف ثابت کرنی منظور ہو۔ وہاں انگریزوں کو "ناقد دقائق و حقائق علمیہ" قرار دینا اور ان کے اقوال سے سند لانی اور جہاں کوئی بات اپنے خلاف مطلوب ہو وہاں اُن کو وضاع و کذاب کہہ دینا ایک عجیب امر ہے ✦

بیت۔ اسی کے جواب میں میں نے طوفان نوح کا معجزہ ہونا یا یوں کہیں کہ اس کی تعجب ہونا [illegible] زمین کے قبل سے ثبوت ثابت کر دیا کیونکہ تحقیقات یورپ تو تعجب طوفان کو بھی باطل کرتی ہے نہ صرف طوفان کو، تو اس وقت لینا آپ پر فرض تھا نہ یہ کہنا کہ مولوی صاحب ان کا مطلب نہیں سمجھے [illegible] اس لئے لالہ صاحب قوال سے منتقلہ لکھے ہیں ۔

لالہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے اصل سوال کے جواب سے گریز کیا اور لکھا کہ صاحب نے اور طوفان عام کے بارہ میں مجھے بحث منظور نہیں ہے ۔

میں کہتا ہوں کہ ۔

اولاً تو یہ لکھنا آپ کا غلط ہے میری عبارت یہ تھی "مجھ کو اس تحریر میں اس امر کی بھی بحث کرنی منظور نہیں ہے کہ لالہ صاحب کے مذہب میں لاکھوں کروڑوں طوفان ہوئے اور پھر ہوں گے یا نہیں اور حضرت آدم کے قبل جس طوفان کا وہ ذکر کرتے ہیں اس سے میں بحث کروں گا"۔ اس لکھنے سے میری غرض یہ تھی کہ تو صاحب نے کا [illegible] ہے وہ اس پر طوفان نوح کا قیاس کرتے ہیں اور حضرت آدم سے قبل والے طوفان کی یہاں بحث ہے لہٰذا اس سے تعرض فضول ہے ۔

ثانیاً۔ طوفان نوح کے عالمگیر ہونے کے ثبوت میں آپ خود بھی کوئی عقلی یا نقلی دلیل سوائے اجرائے سنہ طوفانی کے پیش نہیں کر سکے ہیں چنانچہ آپ کی یہ عبارت تھی " وہ طوفان جو حضرت آدم سے قبل آیا تھا اس کی دلیل تو ہم نے تاریخ اور طوفان نوح کے آنے کی دلیل اجرائے سنہ طوفانی ہے " دیکھو الوقت مطبوعہ یکم اپریل صفحہ ۴ ۔ کالم ۱ ۔ سطر ۲۰ لیکن میں حیران ہوں کہ سنہ طوفانی کے اجرا سے طوفان نوح کا عالمگیر ہونا کیونکر ثابت ہو گیا ۔ بحث تو اس کے عالمگیر ہونے میں ہے اور آپ اس کو عالمگیر مانتے ہیں ۔ اس لئے میری درخواست یہ ہے کہ تمام دلائل اور قیاسات واہیہ کو بالائے طاق رکھئے اور مہربانی فرما کر کسی اپنی معتبر کتاب سے ثابت فرما دیجئے کہ طوفان نوح عالمگیر تھا ۔

لالہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہماری تاریخ پر بحث یہ ہے کہ اس پر سنہ [illegible] نہیں لکھا ہے ۔ الخ ۔

ویدوں کی کتب ہزار سال ہوئی تھیں ۔ اور نہ مہابھارت و بھاگوت وغیرہ آپ کے زمانہ کی تصنیف ہیں ۔

مہابھارت کے جدید التصنیف ہونے کے ثبوت میں جو تین وجوہ میں نے لکھے تھے ان میں سے پہلی وجہ یہ تھی کہ ۔ آر نامی برہمن نے راجہ جنمجے کے جگ میں سانپوں کے جلانے کا قصہ بڑے بڑے نامی پنڈتوں سے دریافت کیا الخ ۔ لالہ صاحب اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ ۔ آپ راجہ جنمجے کا زمانہ بھول گئے اور نہ تصریح کی کہ کون قسم کا جگ جس سے جگ کا نیاس ہوتا ہے ۔ الی ان قال ۔ آپ کو معلوم نہیں کہ اس نام کے کتنے راجہ ہوئے ہیں ۔ الخ ۔

میں کہتا ہوں کہ ۔ اولاً ۔ یہ جواب محض سخن سازی ہے جگ کی تصریح تو میں نے خود کر دی ہے یعنی یہ کہ اس میں لا انتہا سانپ جلائے گئے تھے ۔ اگر زیادہ تصریح دیکھنی منظور ہو تو مہابھارت یا خلاصۃ التواریخ کو ملاحظہ فرمائیے ۔ پھر جَگ بفتح جیم کو جُگ بضم جیم قیاس کرنا آپ کی سخت غلطی ہے ۔

ثانیاً مجھے خوب معلوم ہے کہ اس نام کے کتنے راجہ ہوئے ہیں لیکن میں تو مہابھارت کو اُس جنمجے کے بعد کی تصنیف کہتا ہوں جس نے بے انتہا سانپ جلائے تھے ۔

ثالثاً اگر اس نام کے لاکھ راجہ ہوئے ہوں تو اس سے آر برہمن کی حکایت کیونکر باطل ہو جاوے گی ۔

رابعاً یہ جو آپ نے مجھے لکھا کہ "ایک مقدمہ سے نتیجہ نکالنا انہیں کا کام ہے" اس میں یہ بحث ہے یعنی یہ کہ آپ نے جس مقدمہ کو سمجھا ہے کہ میں نے اُس سے نتیجہ نکالا اُس کو بیان کرنا چاہیے کہ وہ کونسا مقدمہ ہے تاکہ اُس میں غور کیا جاوے اور دیکھا جاوے کہ آیا وہ ایک مقدمہ ہے یا متعدد ۔ اگر متعدد ہیں تو آپ کا یہ اعتراض بیجا اور لاحاصل ہے اور اگر ایک مقدمہ ہے تو کتب منطق و مناظرہ میں بجائے خود ثابت ہے کہ بہت سے مقدمات مطوی ہوا کرتے ہیں اور ان کے انضمام سے وہ ایک مقدمہ بے تکلف منتج ہو جاتا ہے تو بصورت وحدت مقدمہ آپ کو اُس مقدمہ مطوی کی تلاش لازم تھی یا استفسار مناسب نہ کہ سبحان اللہ و ماشاء اللہ کا شور مچانا ۔

حالت میں اس نبی کو یہی جانب منسوب کر کے اُس پر تعریض کرنی یا تو نافہمی ہے یا تعصب اس بارہ میں جو کچھ بُرا بھلا کہنا ہو وہ آپ اس بلینیڈ باشی کو کہیں اور مجھے معاف رکھیں +

لالہ صاحب نے لکھا ہے۔ کہ امتداد زمانہ کو غلطی نقل لازم نہیں احادیث کی نقل میں باوجود طول زمانہ سہو غلطی نہیں ہے +

اولاً۔ یہ بھی انہیں پنڈت جی کی روح سے کہئے جو غلطی کے قائل ہیں +

ثانیاً۔ امتداد زمانہ کی وجہ سے نقل میں جو غلطیاں ہوتی ہیں ان کو احادیث کی نقل پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے کیا معنی کہ اہل اسلام کے یہاں حدیث کی صحت و سقم کی شناخت کے لئے راویوں کی راست گوئی اور دیگر خصائل کی جانچ کی جاتی ہے اور اس کا ایک علم و فن جدا مقرر ہے جس کا نام ہے **علم رجال**۔ اس فن کے جاننے والے علما کو محدثین کہتے ہیں۔ ان لوگوں کو اکثر یہی شغل تھا کہ ضعیف و جھوٹی روایات کو صحیح روایتوں سے جدا کرتے رہتے اور ہر حدیث کے تمام راوی کی تحقیق یوں ہوتی تھی کہ۔ یہ کون شخص تھا کس کا بیٹا۔ کہاں رہتا تھا۔ کب پیدا ہوا کب مرا کیسا تھا۔ فضول اور تھا یا باامانت گو مغلوب النسیان تھا یا قوی الحافظہ۔ روایات کے تحقیق میں بچھان بنان کرتا تھا یا نکابل۔ تقریر اُس کی پریشان و مضطرب تھی یا متصل و مسلسل۔ حق و باطل میں تمیز کرتا تھا یا نہیں۔ گناہ کبیرہ سے بچتا تھا یا نہیں۔ مذہب کیا رکھتا تھا۔ راوی کی حالت کی اس قدر تفتیش اور ڈھونڈ کے بعد بھی اگر اسکو مذہب میں ذرہ بھی شک پڑ جاتا ہے تو اُس کی روایت کا چنداں اعتبار نہیں کیا جاتا۔ پس جس مذہب میں حسبیات کے ثبوت کے لئے اس قدر قواعد مقرر ہوں وہاں حدیث کی نقل میں غلطی ہونی غیر ممکن ہے۔ مگر آپ کو اس سے کیا نفع ہو سکتا ہے کیونکہ قوم ہنود یا کوئی اور قوم دنیا میں ایسی نہیں ہے اور نہ پہلے گذری جس نے مسلمانوں کی طرح بارہ سو برس تک کے پانچ لاکھ علما کی زندگی کے حالات (لائف) لکھ رکھے ہوں۔ اگر آپ کو دعوے ہو تو بپابندی قواعد مرقومہ بالا اپنے یہاں کی کسی ایک روایت کو بھی ثابت کر دیجئے ؎

آشنا سے شانہ کو ملا دیکھ   قدمیں ہم بھی کچھ بلند ہو گئے

ثانیاً۔ اگر آپ کی اس تاویل کو کہ ماءِ عذب کو دہی کا سمندر قرار دیا ہے اور
کرۂ بخار کو دودھ کا، صحیح مان لوں اور پنڈت جی کو بر سر خطا جان لوں تو آپ یہ بھی
بتا دیں کہ شہد کا سمندر کون اور کہاں ہے۔ اور بھاگوت میں جو شراب اور گھی کے سمندروں
کا ذکر ہے اُس سے کیا مراد ہے +

ثالثاً۔ میں کہتا ہوں کہ پنڈت جی کا اعتراض بہت صحیح ہے اور آپ کی تاویل
مہمل۔ کیونکہ اگر دہی کے سمندر سے ماءِ عذب اور دودھ کے سمندر سے کرۂ بخار مراد ہے
تو آپ یہ بتا دیں کہ شریمت بھاگوت ادھیائے اول اسکندھ دہم میں جو لکھا ہے کہ برہما
اور اندر اور سب دیوتا یان و مہادیو جی وہاں گئے۔ جہاں دودھ کے سمندر میں نارائن
یعنی بشن جی سوتے تھے دست بستہ ہو کر عرض کی کہ مہاراج آپ کی طرح بیان سے
باہر ہے۔ آپ نے یہ کیا اور وہ کیا۔ اب زمین کنس کے ظلم سے کانپ رہی ہے اُس
کی خبر لیجئے۔ چنانچہ عبارت اُس کی یہ ہے:

جب پرتھی[1] پر ادھرم ہونے لگا۔ تب پرتھی دکھ پائے گھبرائے گئو روپ بن[2]
ڈکراتی[3] دیوتاؤں کے... اندر سبھا[4] میں جا سر جھکائے اپنی سب پیڑ[5] کہی کہ مہاراج
سنسار[6] میں اننت[7] پاپ[8] کرنے لگے۔ تن کے ڈر سے دھرم تو اڑ گیا۔ اب مجھے
آگیا ہو سو تو جگت[9] چھوڑ رساتل[10] کو جاؤں۔ تب اندر سب دیوتاؤں کو ساتھ لے
برہما پاس گئے۔ برہما ان سب کو مہادیو کے نکٹ[11] لے گئے۔ مہادیو بھی سن سب کو ساتھ
لے وہاں گئے جہاں چھیر[12] سمندر میں نارائن سوتے تھے۔ الیٰ آخر القصہ۔ تو کیا یہاں بھی
چھیر سمندر سے وہی آپ کا کرۂ بخار مراد ہے +

رابعاً۔ آپ کے بیان پر اعتراض ہے کہ سمندر سات ہیں کوئی دودھ کا کوئی
دہی کا کوئی گھی کا وغیرہ وغیرہ۔ افسوس ہے کہ آپ ہندو دھرم ہو کر اتنا بھی نہیں جانتے
ہیں۔ مگر مجھ مسلمان اور ہندوؤں کی کتابوں سے ناواقف سمجھ کر بتلا دیتے ہیں۔ خیر
مجھ سے ان ساتوں سمندروں کی اصلیت اور پیدائش کی وجہ شلوک مہابھارت بتا سکے پر ب

---

[1] زمین + [2] بیکل ہو کے + [3] چیختی ہوئی + [4] دیوتاؤں کے مقام +
[5] دکھ درد + [6] دنیا + [7] لاانتہا + [8] گناہ + [9] دنیا + [10] تحت الثریٰ +
[11] خدمت میں + [12] دودھ +

اس حالت میں آپ لوگوں کو اس قسم کے قطعی اور یقینی ثبوت پیش کرنا ہونگے جن میں کسی کو کسی قسم کی گفتگو کی گنجائش نہ ہو ۔ ودونہ خرط القتاد ؂

اب صرف ایک بات کا جواب دینا مجھے باقی رہگیا ہے وہ یہ کہ لالہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ مفتاح التواریخ جو انگریزی بنائی ہے اُس میں لکھا ہے کہ محقق طوسی امام فخرالدین رازی کا بیٹا تھا۔ اور ایک دوسری انگریزی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کی قبر نجف میں ہے انگریزی تاریخ کی یہ تحقیق ہے۔ انتہٰے ؂

میں التماس کرتا ہوں کہ اولاً۔ تاریخ بنانا کمال کا محاورہ ہے۔ تاریخ تصنیف ہوتی ہے جس کے لئے آپ بنانے کا لفظ استعمال کریں تصنیف یا تالیف کا لفظ لکھنا لازم تھا ؂

ثانیاً میرے پاس مفتاح التاریخ کا ایک نسخہ موجود ہے اُس میں فقط اتنا ہی لکھا ہے کہ محقق طوسی فخرالدین کا بیٹا تھا۔ پس اگر لفظ فخرالدین سے آپ نے امام فخرالدین رازی سمجھا تو یہ آپ کی غلطی ہے نہ اُس بیچارہ انگریز کی۔ اور اگر آپ کے پاس مطبوعہ نسخہ ہے اور اس میں ایسا لکھا ہے تو یہ کاتب مطبع کی غلطی ہے کیونکہ محقق طوسی کے باپ کا بھی نام فخرالدین تھا۔ اب رہا یہ کہ "انگریزی تاریخ میں ہے کہ حضرت عمرؓ کی قبر نجف میں ہے"۔ اس کو میں اس وقت تک باور نہیں کرسکتا جب تک کہ آپ اُس "انگریزی تاریخ" اور اُس کے مولف دونوں کے نام بیان کرکے پہلے دونوں کا اعتبار ثابت نہ کرلیں ؂

راقم

محمد عبدالحق

نوٹ یہ دونوں پرچے جو چار پرچوں کے ۱۰ و ۸ و ۱۲ و ۱۵ نومبر ۱۸۹۶ء کو بھیجی گئی۔ مگر اخبار الوقت کے ایڈیٹر نے نہ چھاپی ۔۔ محمد عبدالحق ؂

بصراحت طور پر خاص طوفان کے آنے اور فقط قوم نوح کے غرق ہونے کا تذکرہ ہے۔
لیکن میں اس پر اکتفا کرنی نہ چاہتا بلکہ پہلے پھر اس مدعا کو قرآن سے ثابت کرتا ہوں
بعدہٗ توریت سے ثبت کرونگا ◆

مگر واضح رہے کہ میں آپ پر یہ سمجھ لیجئے گا کہ میں توریت موجودہ کو حضرت موسیٰ
کی لکھی ہوئی یا اُن کی لکھی ہوئی کی نقل کالاصل جانتا اور تحریف لفظی سے اُس کو محفوظ
مانتا ہوں۔ چونکہ طوفان کے عام نہ ہونے پر آپ توریت سے ثبوت طلب کرتے
ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک وہ غیر محرف اور قابل اعتبار ہے
اس لئے میں اُس سے دلائل پیش کرونگا۔ بلکہ حدیث و اقوال صحابہ رسول اللہ
اور علماء اسلام کی تصانیف اور خود توریت موجودہ پر جس قدر زیادہ غور کرتا ہوں اسی
قدر توریت کی ساقط الاعتباری زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری کے باب
جمع القرآن میں ایک حدیث ہے جس کو بقدر ضرورت ہم اس جگہ نقل کرتے
ہیں۔ فقال حذیفة لعثمان رض یا امیر المومنین ادرک هذا الامة
قبل ان یختلفوا فی الکتاب اختلاف الیهود والنصارى۔ اس حدیث
سے بصراحت تمام ثابت ہوتا ہے کہ بیشک توریت و انجیل میں اختلاف عبارت
موجود ہیں۔ جس کو علماء نصاریٰ نے بھی قبول کیا ہے۔ پس اگر توریت موجودہ اسی
توریت کی (جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لکھی ہو) بجنسہٖ نقل اور ہنوز تحریف و
تبدیل سے محفوظ ہے تو اختلاف عبارت چہ معنی دارد۔ اور امام رازی نے سورہ بقر
کی تفسیر میں ایک جگہ پر لکھا ہے عن ابن عباس انهم کانوا یحرفون ظاهر
التوریة والانجیل۔ اس سے بھی صاف ثابت ہوتا ہے کہ اہل کتاب
توریت و انجیل میں تحریف لفظی کرتے تھے اور اگر توریت موجودہ وہی ہے جو حضرت
موسیٰ علیہ السلام نے لکھی تھی اور ہنوز اُس میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہوئی ہے تو
کیا وجہ ہے جو اس کے بہت سے مقامات میں پایا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
کی لکھی ہوئی نہیں ہے۔ بلکہ کسی اور شخص نے موسیٰ علیہ السلام کا حال لکھا ہے۔ کیونکہ اُن
میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف کوئی ضمیر متکلم کی نہیں ہے بلکہ اکثر غائب کی ضمیر ہے
اور اکثر جگہ لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے یوں کہا خدا نے موسیٰ سے یہ کہا دیکھو

پانی اور اٹھا لیا کشتی کو اور بلند ہوا اوپر اس زمین کے ۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا
ہے کہ چالیس دن طوفان تھا ۔ اب دونو درسوں کے اختلاف پر جو مدت طوفان کے
تعیین میں ہے ذری غور کرنی اور سمجھنا چاہئے کہ اگر توریت موجودہ وہی توریت ہے
جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لکھی تھی اور کہیں اس میں تحریف لفظی نہیں ہوئی ۔ تو پھر
ایسے صاف اور صریح اختلاف کی کیا وجہ ہے ۔ اور کتاب پیدائش باب ۶ درس
۱۹ میں ہے ۔ ومکل ہحی مکل بسر شنیم مکل تبی ال ہتبہ لہحیت اتخ زخر
ونقبہ یہیو ۔ یعنی اور سب جاندار سے جسم رکھتے دو دو سب سے اندر طرف کشتی کے تا کہ
زندہ رہیں ساتھ تیرے نر اور مادہ ہوں ۔ اور درس ۲۰ میں ہے ۔ مہعوف لمینہو
ومن ہبہمہ لمینہ مکل رمش ہادمہ لمینہو شنیم مکل یبؤو الیخ لہحیوت ۔
یعنی پرندے واسطے اس کی قسم کے اور چوپایوں سے اس کی قسم کے سب رینگنے والے
اس زمین سے واسطے اس کی قسم کے دو دو سب سے آویں تیرے پاس تا کہ زندہ رہیں
ان دونو درسوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ہر قسم کے
ذی روح کا ایک ایک جوڑہ واسطے نسل کے لئے اپنی کشتی میں رکھا تھا ۔ چنانچہ اس
کی تصدیق قرآن سے بھی ہوتی ہے ۔ سورہ مومنون میں ہے ۔ فاذا جاء امرنا
وفار التنور فاسلک فیها من کل زوجین اثنین واهلک ۔ الآیہ ۔ لیکن اسی
توریت کی کتاب پیدائش باب ۷ درس ۳ میں ہے ۔ گم معوف ہشمیم
شبعہ شبعہ زخر ونقبہ لحیوت زرع عل پنی کل ہآرص ۔ یعنی لیکن
اڑنے والے آسمانوں سے سات سات نر و مادہ واسطے زندہ رکھنے تخم کے اوپر
تمام اس زمین کے ۔ اس درس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ اور کل قسم کے جانور
تو ایک ایک جوڑہ رکھے گئے مگر پرند سات سات جوڑے ۔ لیکن پہلے کے دو نو درسوں
سے کیا پرند کیا چوپائے سب کا ایک ایک ہی جوڑہ کشتی میں رکھا جانا ظاہر ہوتا ہے ۔
اب معلوم نہیں کہ پہلے کے دونو درسوں کا بیان (جس کا قرآن بھی مؤید ہے) صحیح ہے
یا اس درس کا ۔ دونو صورتوں میں ہمارا مدعا حاصل ہے ۔ کیونکہ اگر توریت موجودہ تحریف
لفظی سے محفوظ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لکھی ہوئی توریت کے نقل کا اصل
ہوتی تو ہرگز ایسا بین اختلاف نہیں ہو سکتا تھا ۔ علیٰ ہذا القیاس ایسے سینکڑوں دلائل

[illegible] باب ۳۴ درس ۱۰

وغیرہ وغیرہ بہت سی دلیلیں اس کی ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
کی لکھی ہوئی نہیں ہے۔ چنانچہ اور شخص ہے کیونکہ اگر وہ ہوتے تو متکلم کے
صیغہ سے لکھتے۔ اور کتاب پیدائش باب ۱۴ درس ۱۴ و باب ۳۰ درس ۱۲
میں ذکر دان کا ہے جو ایک بستی تھی اور جب بنی اسرائیل نے فلسطین کو فتح
کیا تب اس کا نام دان رکھا گیا تھا چنانچہ اس کا ذکر ... کتاب یوشع
باب ۱۹ درس ۴۷ میں ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب بعد فتح ہونے فلسطین کے
لکھی ہوئی اور زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوئی ہے لکھی گئی پس توریت موجودہ
کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لکھی ہوئی توریت کے نقل کا ماننا محض غلطی ہے
چونکہ کتاب پیدائش باب ۳۵ درس ۲۱ میں ہے جب بنی اسرائیل نے کوچ کیا اور
اپنا خیمہ برج عیدر کے اس طرف استادہ کیا۔ اور عیدر اس منارہ کو کہتے ہیں
جو اورشلیم کے دروازہ پر تھا۔ اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ توریت موجودہ ہرگز حضرت
موسیٰ کی لکھی ہوئی توریت کی نقل نہیں ہے۔ بلکہ کسی دوسرے شخص نے بعد تعمیر اورشلیم
کے لکھی ہے یا یہ کہ تحریف ہوئی یعنی یہ الفاظ اس میں بڑھا دئے گئے ہیں کیونکہ اورشلیم
کی تعمیر بعد زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہوئی ہے۔ اور کتاب استثنا باب ۳۴
میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا حال اور ان کی قبر کا ذکر موجود ہے۔ اس سے
ظاہر ہوتا ہے کہ یا تو وہ کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لکھی ہوئی نہیں ہے۔ بلکہ
کسی اور شخص نے ان کی وفات کے بعد اس کو لکھا ہے یا یہ کہ یہ بیان کسی نے اس
میں بڑھا دیا ہے پس یہ تحریف لفظی ہوئی۔ اور کتاب پیدائش باب ۷ درس ۱۲
میں ہے۔ وَیہی هَگِّشِم عَل هَآرِص اَربَعیم یوم وَاَربَعیم لیلہ یعنی تھی بارش
اوپر اس زمین کے چالیس دن اور چالیس رات۔ اور ایسا ہی درس ۴ میں بھی ہے جو
کہیں آگے نقل ہوگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چالیس دن اور چالیس رات تک برابر
بارش ہوتی رہی اور طوفان تھا۔ مگر اسی کتاب کے اسی باب کے درس ۱۷ میں ہے
وَیہی هَمَّبول اَربَعیم یوم عَل هَآرِص وَیِربُو هَمَّیِم وَیِسْاُو اِت هَتِّبَہ
وَتَّرم مِعَل هَآرِص۔ یعنی اور تھا طوفان چالیس دن اوپر اس زمین کے اور بڑھا

الذین کذبوا بآیاتنا + بکتابنا ورسولنا نوح + انھم کانوا قوم سوء +
فی کفرھم + فاغرقناھم اجمعین + بالطوفان +

اور تفسیر جلالین صفحہ ۲۸۵ میں ہے۔ ونصرناہ + منعناہ من القوم
الذین کذبوا بآیات + الدالۃ علی رسالتہ ان لا یصلوا الیہ بسوء +
انہم کانوا قوم سوء فاغرقناھم اجمعین +

اور تفسیر مدارک جلد ۳ صفحہ ۱۸ میں ہے۔ ونصرناہ من القوم الذین
کذبوا بآیاتنا + منعناہ منھم ای من اذاھم۔ انھم کانوا قوم سوء
فاغرقناھم اجمعین۔ صغیرھم وکبیرھم وذکورھم واناثھم +

تیسرا آیہ سورہ صافات میں ہے۔ ولقد نادانا نوح فلنعم المجیبون
تفسیر ابن عباس صفحہ ۳۲۲ میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔ ولقد نادانا نوح +
دعانا نوح علی قومہ۔ فلنعم المجیبون + بھلاک قومہ +

و تفسیر جلالین صفحہ ۳۷۰ میں ہے۔ ولقد نادانا نوح + بقولہ رب
انی مغلوب فانتصر۔ فلنعم المجیبون + لہ ای نحن دعانا علی قومہ
فاھلکناھم بالغرق +

چوتھا آیہ سورہ شعراء میں ہے قال رب ان قومی کذبون ○ فافتح
بینی وبینھم فتحا ونجنی ومن معی من المؤمنین ○ فانجیناہ ومن معہ
فی الفلک المشحون ○ ثم اغرقنا بعد الباقین ○ تفسیر ابن عباس صفحہ
۲۰۲ میں اس آیت کی تفسیر یوں لکھی ہے قال + نوح + رب ان قومی کذبون +
بالرسالۃ ولن یؤمن من قومی [illegible] + فافتح بینی وبینھم فتحا + فاقض
بینی وبینھم قضاء بالعدل + ونجنی ومن معی من المؤمنین + منھم
من عذابھم + فانجیناہ ومن معہ + من المؤمنین + فی الفلک المشحون
فی السفینۃ المجھزۃ الموقرۃ المملوۃ التی لم یبق الا رفعھا + ثم اغرقنا
بعد + بعد ما رکب نوح فی السفینۃ + الباقین + من قومہ +

اور تفسیر مدارک جلد ۲ میں ہے۔ فافتح بینی وبینھم فتحا + ای فاحکم
بینی وبینھم حکما + ونجنی ومن معی + حفص + من المؤمنین + من

تب ذرے طوفان آیا تھا ۔

آٹھویں دلیل کتاب پیدائش باب ۷ درس ۲۴ میں ہے ۔ وَیِّگبرُو هَمَّیِم عَل هَاآرِص حَمِشّیِم و مِاَت یُوم ۔ یعنی ۔ اور بڑھا رہا پانی اوپر اُس زمین کے پچاس اور سو دن ۔ اس درس میں بھی "اُس زمین" کا لفظ موجود ہے جو عام طوفان کے قصہ کو غلط ثابت کرتا ہے ۔

نویں دلیل کتاب پیدائش باب ۸ درس ۱ میں ہے ۔ وَیِّزکُر اِلُوهِیم اِت نُوَح و اِت کُل هَحَیّه و اِت کُل هَبِّهمَه آشِر اِتُّو بَتِّبَه وَیَّعبِر اِلُوهِیم رُوَح عَل هَاآرِص وَیَّشُکُّو هَمَّیِم ۔ یعنی اور یاد کیا خدا نے نوح کو اور سب جاندار کو اور ہر چوپائے کو جو ساتھ اُس کے تھے کشتی میں اور چلائی خدا نے ہوا اوپر اُس زمین کے اور خشک ہو گیا پانی ۔ اس درس میں بھی "اُس زمین" کا لفظ موجود ہے جس سے طوفان کا عام نہ ہونا بخوبی عیاں ہوتا ہے ۔

دسویں دلیل کتاب پیدائش باب ۸ درس ۳ میں ہے ۔ وَیَّشُبُو هَمَّیِم مِعَل هَاآرِص هَلُوخ وَ شُوب وَیَّحسرُو هَمَّیِم مِقِصِه حَمِشّیِم و مِاَت یُوم ۔ یعنی اور پھرنے لگا پانی اوپر سے اُس زمین کے لوٹ پوٹ کر اور کم ہوا پانی مدت پچاس اور سو دن میں ۔ اس درس میں بھی "اُس زمین" کا لفظ آیا ہے جو طوفان نوح کے خاص ہونے کا کوئی ثبوت ہے ۔

گیارہویں دلیل کتاب پیدائش باب ۸ درس ۱۱ میں ہے ۔ وَتَّابُو اِلاو هَیُّونَه لِعِت عِرِب وَهِنِّه عَلِه زَیِت طَرَف بِفِیهَ وَیِّدَع نُوَح کِی قَلُّو هَمَّیِم مِعَل هَاآرِص ۔ یعنی ۔ اور پاس آئی اُس کے کبوتری وقت شام کے اور تھے پتے زیتون کے توڑے ہوئے اُس کے منہ میں تب جانا نوح نے کہ گھٹ گیا پانی اوپر سے اُس زمین کے ۔ اور اس درس میں بھی مثل دیگر درسوں مذکورہ بالا کے "اُس زمین" کا لفظ موجود ہے جو طوفان کے ایک خاص مقام پر آنے کی ایک قوی دلیل ہے ۔ ثانیاً اسی کتاب پیدائش کے باب ۸ درس ۴ میں ہے ۔ وَتَّنَح هَتِّبَه بَّحُودِش هَشّبِیعِی بِشِبعَه عَسَر یُوم لَحُودِش عَل هَرِی آرَرَط ۔ یعنی ٹھیری کشتی مہینہ ساتویں کی سترھویں دن میں مہینہ کے اوپر پہاڑ اراراط کے ۔ یہ درس بالعلانیہ منادی ہے کہ چھ ماہ سے زیادہ تک

آخری مصنفین

المشتہر

خاکسار فضل الدین تاجر کتب قومی مالک اخبار اشاعت

بازار کشمیری لاہور